کلیاتِ امدادیہ

یعنی دس کتابوں کا مجموعہ

جو تصوف وسلوک، تذکیۂ نفس اور اصلاح اخلاق میں
بے نظیر اور اس فن کی بنیادی اور مشہور کتابیں ہیں

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُزِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط

کلیاتِ امدادیہ

یعنی دس کتابوں کا مجموعہ

۱۔ ضیاء القلوب
۲۔ فیصلہ ہفت مسئلہ
۳۔ نالۂ امداد غریب
۴۔ ارشادِ مرشد
۵۔ جہادِ اکبر
۶۔ مثنوی تحفۃ العشاق
۷۔ غذائے روح
۸۔ دردِ غمناک
۹۔ گلزارِ معرفت
۱۰۔ وحدۃ الوجود

جو تصوّف وسلوک، تزکیۂ نفس اور اصلاح اخلاق میں
بے نظیر اور اس فن کی بنیادی اور مشہور کتابیں ہیں

مصنفہ:
سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

کتاب اور اس کے مصنف کا مختصر تعارف

از بندہ محمد رضی عثمانیؒ

ہندو پاک کے مرشد کامل اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ان عظیم ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے برِ صغیر ہندو پاک میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کی مثال مشکل ہے۔ اور آج برِ صغیر میں جو کچھ مسلمانوں میں اسلام باقی ہے۔ وہ انہی کا مرہون منت ہے۔ آپنے ایک طرف تو دین و مذہب اور شریعت و طریقت کی شمع روشن فرمائی اور دوسری طرف جہاد بالسیف کے لیئے عملاً میدان جہاد میں شریک ہوئے۔ اور ۱۲۷۴ھ کی جنگِ آزادی میں انگریزوں کے خلاف شاملی ضلع مظفر نگر کے محاذ پر جہاد کر کے اسلام کا علم بلند فرمایا[۱]

آپ کی ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ بروز دوشنبہ بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور یوپی میں ہوئی۔ لیکن آپ کا آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے۔

آپ کے والد نے امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا۔ اور شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ نواسہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے آپکو امداد اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

آپ تعلیم کے لیئے سولہ سال کی عمر میں مولانا مملوک العلی صاحب کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے۔ اور وہاں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل فرمائی۔ اگرچہ حاجی صاحبؒ کا ظاہری علم بہت زیادہ نہ تھا لیکن باطنی علوم کی وجہ سے کیونکہ آپکو علم لدنی سے نوازا گیا تھا۔ بڑے بڑے اور عظیم الشان مسائل حل فرمادیا کرتے تھے۔ آپکا روحانی مقام اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً سب بڑے بڑے علماء اور صلحاء آپ کے مرید اور خلفاء ہوئے مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ مولانا ذوالفقار علی صاحب۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ جن لوگوں نے بعد میں اپنے اپنے طرز پر اسلام کی وہ عظیم الشان خدمات انجام دیں جن کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ جنگ آزادی کے بعد جب ہندوستان میں مسلمان شرفاء کا رہنا مشکل ہو گیا تو آپ نے مکہ معظمہ کی ہجرت منظور فرمائی اور ۱۲۷۶ھ میں مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے۔ اور وہیں چوراسی سال کی عمر میں وفات پائی ۱۲ یا ۱۳ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ بروز بدھ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے آپکا مزار جنت المعلی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے کچھ فاصلے پر مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے پہلو میں ہے آپکی تصانیف میں سے سب سے عظیم کارنامہ تو مثنوی مولانا روم پر فارسی زبان میں حواشی لکھنے کا ہے۔ جسکی خوبیوں سے سب اہل علم واقف ہیں ان کے علاوہ آپکی دس تصانیف کا مجموعہ بنام کلیاتِ امدادیہ عوام و خواص میں مقبول و مشہور ہو چکی ہے۔ اب تک شائع شدہ نسخوں میں غلطیاں بہت تھیں اور طباعت بھی بہت ناقص تھی اور عرصہ سے یہ کتاب نایاب ہو گئی تھی اسلیئے بنام خدائے تعالیٰ دارالاشاعت کراچی سے اسکا جدید عکسی ایڈیشن تصحیح وصلاح کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔ اور ابتداء کتاب میں تمام تصانیف کی یکجائی اور مکمل فہرست مضامین کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے جسکی وجہ سے انشاء اللہ تعالیٰ کتاب مفید سے مفید تر ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائیں۔ اور اس کو ذخیرہ آخرت بنائیں آمین۔ فقط۔

بندہ محمد رضی عثمانی

۴ محرم ۱۳۹۷ھ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۶ء

---

[۱] یہ حالات امداد المشتاق صفحہ نمبر ۴ از مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حیات امداد از پروفیسر محمد انوار الحسن سے لے گئے ہیں جو حضرات تفصیلی حالات دیکھنا چاہیں ان کتب کے علاوہ شمائم امدادیہ وغیرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (فقط محمد رضی عثمانی ناشر)

مکمل فہرست مضامین

کلیاتِ امدادیہ

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
کتاب اور اس کے مصنف کا مختصر تعارف	۲	ذکر ارّہ کا طریقہ	۲۲
ضیاء القلوب		ذکر ارّہ کا دوسرا طریقہ	۲۲
ابتدائیہ از مصنف	۸	دوسری فصل اشغال ذکر کے بیان میں	۲۳
مقدمہ	۹	خطراتِ سدہ کا انسداد جس ذکر سے ہو جاتا ہے اس کا	
پہلا طریقہ صلحاء واخیار کا ہے	۱۰	بیان	۲۳
دوسرا طریقہ مجاہدات وریاضات کا ہے	۱۰	حبس نفی واثبات کا طریقہ	۲۴
تیسرا طریقہ اصحاب اشطاریہ کا ہے	۱۰	نفی واثبات کے حبس کا دوسرا طریقہ	۲۴
فصل اول: طریقہ بیعت میں	۱۰	شغل سہ پایہ دورہ چشتیہ کا طریقہ	۲۵
باب اول: حضرات چشتیہ کے اذکار واشغال اور		شغل سلطانا نصیرا کا طریقہ	۲۶
مراقبات کے تفصیلی حالات		شغل سلطانا محمودا کا طریقہ	۲۶
پہلی فصل	۱۲	شغل سلطان الاذکار کا طریقہ	۲۷
توجہ کا طریقہ	۱۲	شغل سرمدی کا طریقہ	۲۷
دوسرا طریقہ	۱۲	شغل بساط کا طریقہ	۲۸
ذکر کا بیان	۱۳	تیسری فصل: ان انوار اور مراقبات کے بیان میں جو	
مراتب ذکر کے بیان میں	۱۴	ذکر اور مراقبہ کی حالت میں ظاہر ہوتے ہیں۔	۲۹
نفی واثبات کا دوسرا طریقہ	۱۵	مراقبہ کا طریقہ	۲۹
اثبات مجرد کے ذکر کا طریقہ	۱۶	دوسرا طریقہ	۳۰
اسم ذات کے ذکر کا طریقہ	۱۶	مراقبۂ رؤیت	۳۰
نفی واثبات کا اس ذکر کے علاوہ دوسرا طریقہ	۱۷	مراقبۂ اقربیت	۳۰
پاس انفاس کا طریقہ	۱۸	دیگر مراقبات بہت ہیں	۳۱
پاس انفاس کا دوسرا طریقہ	۱۹	دوسرا مراقبہ	۳۱
مرید غبی کا دوسرا طریقہ	۱۹	فنا کے مراتب کا بیان	۳۴
اسم ذات کے زبانی ذکر کا بیان	۲۰	اچھے اور برے انوار وآثار کی کیفیت	۳۶
اسم ذات مع الضرب کا طریقہ	۲۰	دوسرا باب، حضرات قادریہ جیلانیہ کے اذکار واشغال	
دوسرا طریقہ	۲۰	کے بیان میں	۳۶
چہار ضربی کا دوسرا طریقہ	۲۱	حبس نفی واثبات کا طریقہ	۴۰
اسم ذات قلندری کا طریقہ	۲۱	پاس انفاس کا طریقہ	۴۰
ذکر جاروب کا طریقہ	۲۱	اسم ذات باضربات کا طریقہ	۴۰
ذکر حدازی کا طریقہ	۲۱	دوسری فصل: اشغال قادریہ کے بیان میں اسم ذات	

عنوان	صفحہ نمبر
خفیہ کا طریقہ	۴۰
برزخ اکبر کا شغل	۴۱
اسم ذات کا شغل	۴۱
شغل دورۂ قادریہ کا طریقہ	۴۱
تیسری فصل: مراقبات قادریہ کے بیان میں	۴۲
دوسرا مراقبہ	۴۲
آیت کا مراقبہ	۴۲
اول مراقبہ توحید افعالی	۴۳
دوسرا مراقبہ توحید صفاتی کا ہے	۴۳
تیسرا مراقبہ	۴۴
ذکر برائے شفائے مریض	۴۴
ارواح اور ملائکہ کے کشف کا طریقہ	۴۴
آئندہ کے حالات سے باخبر کر دینے والا ذکر	۴۴
بیماری کی شفا کے لئے ذکر	۴۴
مشکل چیزوں کے حصول اور آئندہ کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کا ذکر	۴۵
کشف قبور کے واسطے ذکر	۴۵
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے کشف کا ذکر	۴۵
حاجت براری کا ذکر	۴۵
تیسرا باب: حضرات نقشبندیہ کے اذکار و اشغال میں	
استخارہ کا طریقہ	۴۶
لطائف ستہ کا بیان اور ان کے ذکر کا طریقہ	۴۶
لطائف ستہ کے شغل کا بیان	۴۸
ذکر جاروب کا طریقہ	۴۸
سلطان الاذکار کا طریقہ	۴۹
نفی و اثبات کا طریقہ	۴۹
شغل نفی و اثبات کا طریقہ	۴۹
توحید افعالی کا طریقہ	۵۰
مراقبہ نایافت	۵۱
مشائخ کے تصرفات اور توجہ کا طریقہ	۵۴
مرض کے سلب کر لینے کا یہ طریقہ ہے	۵۴
زندہ اور مردہ اہل اللہ کی نسبت دریافت کرنے کا طریقہ خطرہ معلوم کرنے کا طریقہ	۵۵

عنوان	صفحہ نمبر
آئندہ واقعات کی واقفیت کا طریقہ	۵۵
بلا کے دفعیہ کرنے کا طریقہ	۵۶
چوتھا باب: قرآن پاک پڑھنے اور نماز ادا کرنے اور دیگر اعمال کی کیفیت	۵۶
اول قرآن شریف کی تلاوت کا طریقہ	۵۷
نماز پڑھنے کا طریقہ	۵۸
نماز ادا کرنے کا دوسرا طریقہ	۶۰
نماز کا ایک اور طریقہ	۶۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا طریقہ	۶۱
نماز کن فیکون کا طریقہ	۶۱
نماز استخارہ کا طریقہ	۶۲
استخارہ کا دوسرا طریقہ	۶۳
ایک اور طریقہ	۶۳
صبح و شام کے مختلف اعمال کا بیان	۶۳
ختم خواجگان چشت کا طریقہ	۶۵
ختم خواجگان قادریہ کا طریقہ	۶۵
سلوک کے راستوں کے موانع کا بیان اور ان کے دفعیہ کا بیان	۶۵
تفرقوں کی کیفیت اور ان کا علاج	۶۶
چلہ کا طریقہ	۶۷
خلوت کی شرطیں	۶۸
نصیحت اور وصیت آمیز کلمے	۶۹
مشائخ طریقت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سلسلوں کی کیفیت	۷۳
سلسلہ حضرات چشتیہ صابریہ قدوسیہ کا بیان	۷۴
سلسلہ چشتیہ نظامیہ قدوسیہ	۷۴
سلسلہ عالیہ قادریہ قدوسیہ کا بیان	۷۴
سلسلہ عالیہ قدوسیہ نقشبندیہ	۷۵
سلسلہ سہروردیہ قدوسیہ	۷۶
سلسلہ کبریہ قدوسیہ	۷۶
۲ فیصلہ لغت مسئلہ	
ابتدائیہ	۷۷
پہلا مسئلہ مولود شریف کا	۷۸
دوسرا مسئلہ فاتحہ مروجہ کا	۸۱

عنوان	صفحہ نمبر
تیسرا مسئلہ عروس وسماع کا	۸۲
چوتھا مسئلہ ندائے غیر اللہ کا	۸۳
پانچواں مسئلہ جماعت ثانیہ کا	۸۴
چھٹا وساتواں مسئلہ امکان نظیر وامکان کذب کا	۸۵
وصیت	۸۶
اشعار مثنوی معنوی در تمثیل اختلاف از حقیقت شناسی	۸۶
۳ نالہ امداد غریب (نظم)	۸۷
خمسہ بر مناجات حضرت ابوبکرؓ	۸۸
غزل در شوق زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۹۰
مناجات	۹۰
مناجات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم	۹۱
مناجات دیگر	۹۱
۴ ارشاد مرشد	
وظائف صبح	۹۲
وظیفہ بعد ہر نماز	۹۳
بیان اذکار واشغال اور مراقبات کا	۹۴
طریقہ اثبات مجرد	۹۵
طریق اسم ذات	۹۵
طریق ذکر پاس انفاس	۹۵
پاس انفاس کا دوسرا طریقہ	۹۶
بیان ذکر اسم ذات ربانی	۹۶
طریق ذکر نفی اثبات	۹۶
طریق شغل اسم ذات کا	۹۶
طریق شغل نفی اثبات کا	۹۶
مراقبہ کا ایک اور طریقہ	۹۷
مراقبہ کا دوسرا طریقہ	۹۷
طریق ذکر اسم ذات کا	۹۷
اول لطیفہ قلبی	۹۷
دوسرا لطیفہ روحی	۹۷
تیسرا لطیفہ نفسی	۹۷
چوتھا لطیفہ سری	۹۷
پانچواں لطیفہ خفی	۹۷
چھٹا لطیفہ اخفی	۹۷
شجرات وسلاسل شجرۂ چشتیہ	۹۸

عنوان	صفحہ نمبر
شجرہ قادریہ	۹۸
شجرۂ نقشبندیہ	۹۹
شجرۂ سہروردیہ	۹۹
شجرہ پیران چشت اہل بہشت (منظوم)	۱۰۰
نصائح متفرقہ	۱۰۵
۵ جہاد اکبر (نظم)	
حمد	۱۰۶
مناجات بجناب قاضی الحاجات	۱۰۶
نعت شریف	۱۰۸
مثنوی افسوس اور ندامت غفلت پر اور تنبیہ کرنا نفس سرکش کو اور اللہ کی طرف رجوع کرنا	۱۰۸
تنبیہ کرنا اور ڈانٹنا نفس مردود کو، جواب دینا نفس کا	۱۰۹
نفس سے عاجز ہو کر بادشاہ روح سے مدد چاہنی	۱۱۱
جاسوس وسواس کو باخبر کرنا کہ نفس کو تن میں رہنا ہے	۱۱۲
خبر ہونی وزیر عقل کو اور بھیجنا امیر قناعت کو بمقابلہ حرص سنگھ کے اور حلم کو غصہ کے اور ان کی فتح ہونا	۱۱۳
آنا شہوت سنگھ کا مقابلہ وزیر عقل کے	۱۱۴
بھیجنا وزیر عقل کی امیر تقوی کو مع افواج شرم وحیا بمقابلہ شہوت سنگھ کے اور فاتح ہونا امیر تقوی کا	۱۱۴
غصہ کرنا نفس کا شیطان وزیر پر اور سوار ہونا لڑنے کے لئے شیطان روح سے	۱۱۵
آگاہ ہونا سلطان روح کا اور بھیجنا وزیر عقل کو مع لشکر دین وتقوی اور برابر رہنا دونوں لشکروں کا	۱۱۵
سلطان روح کا دیوان کل کو طلب کرنا کہ وہ پیر روشن ضمیر ہے اور شامل کرنا صلاح جنگ میں	۱۱۶
آگاہ کرنا جاسوس نفس کا شیطان وزیر کو اور بھیجنا طول امل سنگھ کو عقل اور پیر کے قتل کے لئے زہر ہے اور اس کا نام امید ہونا۔	۱۱۷
مطلع کرنا جاسوس دین کا کہ جو مفتیاں یقین کے ہیں سلطان روح کو اس امر سے۔	۱۱۷
پیر اور عقل کی نگہبانی روح کے طول امل کے شہر سے	۱۱۸
ناامید ہونا طول امل سنگھ اور بھیجنا نفس کا حد سنگھ اور بخل سنگھ اور ریا سنگھ اور عجب سنگھ کو لڑائی کے لئے وزیر عقل اور دیوان پیر کے۔	۱۱۸

عنوان صفحہ نمبر

وزیر عقل کا اس واقعہ سے آگاہ ہو کر امیر سخاوت کو بخل کے مقابلہ میں بھیجنا۔ ۱۱۹
اور فتح ہونا صدق واخلاص کو حسد پر خوف ورجا کو ریا پر۔ ۱۱۹
خبر ہونا نفس کو اس شکست کی اور بھیجنا ہراول طمع کو اور حبِ جاہ اور حبِ دنیا اور فضول کلام کو لڑنے وزیر عقل سے۔ ۱۲۰
بھیجنا وزیر عقل کا اسیر توکل کو مقابلہ کو مقابلہ طمع کے اور خضوع کے غرور کے لئے اور زہد وتقویٰ کو حب دنیا کے لئے اور فنا کو جاہ کے لئے اور خاموشی کو فضول کلام کے لئے۔ ۱۲۱
بھیجنا نفس کا بخشی تکبر کو جنگ کے لئے اور مقابل ہ آنا تواضع کا تکبر سے اور فتح پانی اسلام کی اور بھاگنا شیطان کا اور پکڑا جانا نفس کا۔ ۱۲۲
حکم کرنا روح کا نفس کے قتل کا اور چھڑانا وزیر عقل کا قتل سے اور قید کر دینا اس کو۔ ۱۲۳
خاتمۃ الرسالہ ۱۲۷
۶ مثنوی تحفۃ العشاق (نظم) ۱۲۸
مناجات بجناب الٰہی تعالیٰ شانہٗ ۱۲۹
مناجات دیگر ۱۳۰
نعت شریف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۰
در مدح چار یار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ۱۳۰
در مدح اہل بیت ۱۳۱
تصنیف مثنوی کی وجہ ۱۳۱
رجوع بقصہ ۱۳۳
در بیان محرومی وندامت بر حال خود حسرت مفارقت بزرگان و یاران ۱۳۴
شروع داستان حضرت بی بی تحفہ مغنیہ ۱۳۴
تمیز عشق حقیقی وعشق مجازی وذم عشق مجازی ۱۳۵
داستان وبیان حال حضرت سری سقطیؒ ۱۳۵
کیفیت بیمار خانہ مقولہ سری سقطیؒ ۱۳۸
ملاقات سری سقطیؒ از بی بی تحفہ وبیان حال عشق ۱۳۸
بیان چرواہہ موسیٰ علیہ السلام (تمثیلاً) ۱۳۹
موسیٰ علیہ السلام کا عذر کرنا شبان چرواہہ سے ۱۴۱
بی بی تحفہ مغنیہ کا ذکر اور ان کا ذکر زور وشور عشق ۱۴۱
حکایات بطریق تمثیل ۱۴۳

عنوان صفحہ نمبر

بیان کرنا تحفہ بی بی کا کہ میرا محبوب ومعشوق قادر مطلق ہے یعنی اللہ ہے۔ ۱۴۵
رجوع بقصہ ۱۴۶
حکایت حضرت شیخ منصور ۱۴۷
ملاقات ہونا شیخ سری سقطیؒ کی تحفہ کے مالک سے ۱۴۷
تاجر کا حال بیان کرنا بی بی تحفہ کا ۱۴۸
ظاہر ہونا تحفہ کے عشق کا ۱۴۸
تحفہ کو بیمارستان میں مقید کرنا اور اس کا غلبہ عشق الٰہی ۱۴۹
شیخ سری سقطی کا تحفہ سے اس کا حال پوچھنا ۱۵۰
ذکر عطائے انتہائے الٰہی در عبادت ۱۵۰
سری سقطیؒ کا تحفہ کو خریدنا اور تاجر کا منظور نہ کرنا اور تحفہ کو آزاد کر دینا ۱۵۱
مناجات شیخ سری سقطیؒ در طلب قیمت تحفہ کاملوں کی صحبت کی تائید اور ان کی فرصت کی حرص ۱۵۲
تحفہ کا آزاد ہو کر مخلوق سے بھاگنا ۱۵۴
شیخ اور تاجر اور امیر بن مثنیٰ کا بیت اللہ کو جانا اور امیر کا راستہ میں انتقال ہونا تحفہ کا اور ملاقات ہونا شیخ کی تحفہ سے اور انتقال ہونا تحفہ کا اور تاجر کا۔ ۱۵۵
نظم از جناب مولانا اشرف علی تھانویؒ ۱۵۶
۷ غذائے روح (نظم)
حمد ۱۵۷
نعت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵۷
مدح مبارک ہر چہار خلفاءؓ ودیگر اصحابؓ ۱۵۷
مدح حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانویؒ ۱۵۷
مناجات بجناب باری تعالیٰ ۱۵۹
بیان لطف واحسان حضرت مولانا ومرشدنا قطب میاں ومولوی نور محمد صاحب قدس سرہٗ جو ہمارے شیخ ہیں۔ ۱۶۰
ذوق وشوق محبت الٰہی کا بیان ۱۶۱
کتاب نان وحلوہ مصنفہ بہاؤالدین عاملی جو ہمارے حسب حال ہے ۱۶۲
داستان ندامت کہ عمر بیکار خرچ کی اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ جھوٹا مومن کا شفا ہے ۱۶۲
قطع علائق اور گوشہ نشینی ۱۶۴
ایک جاہل عابد کی حکایت جو غار میں رہتا تھا اور ایک

عنوان — صفحہ نمبر

جوان دنیادار کی ۱۶۴
ان علماء کی مذمت جو امراء سے مشابہت رکھتے ہیں اور فقراء سے دور رہتے ہیں ۱۶۸
متفرق چیزوں کا بیان اور اشارہ قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ۱۶۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حب الوطن من الایمان کی کیا غرض ہے۔ ۱۷۰
ایک حکایت بطور مثال ۱۷۱
عشق کی راہ کی مصیبتیں جو اگرچہ بھاری ہیں لیکن عشاق کے لئے باعث تسکین و راحت ہیں ۱۷۲
دنیا کو ترک کر کے پہاڑ کے غار میں رہنے والا عابد اور خدا کی طرف سے اس کی آزمائش اور نصیحت یعنی ایک کتے سے۔ ۱۷۳
ریاکاروں اور مکاروں کی مذمت جو بڑا لشکر شیطان کا ہے ۱۷۴
حکایت بطور مثال ۱۷۵
ان مدرسوں کی مذمت کہ جن کا مقصد اپنا فضل اور بزرگی ظاہر کرنا اور مخلوق کو دھوکہ دینا ہے ۱۷۵
ان لوگوں کی مذمت جو ہمیشہ اسباب دنیا جمع کرتے ہیں لیکن عقبیٰ سے غافل ہیں ۱۷۶
آخرت کے کاموں کی انجارہی دنیا کے کاموں سے بہتر ہے ۱۷۷
ایک زاہد کا اسیر دنیادار کو تنبیہ ۱۷۸
جو شخص دنیا سے بھاگتا ہے دنیا اس کے پاؤں پڑتی ہے اور جو دنیا کی طرف دوڑتا ہے دنیا اس سے بھاگتی ہے ۱۷۸
ایک صوفی کا ارشاد اپنے مریدوں کی دل جمعی و تسکین کے لئے اور طائروں کا اپنا حال بیان کرنا ۱۷۹
حکایت بطور مثال ۱۷۹
ان لوگوں کی مذمت جو بادشاہوں سے مصاحبت رکھتے ہیں اور اہل سلوک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ یہ محال ہے۔ ۱۸۰
ایک مرد عارف کے سامنے دنیا کا عورت نازنین کی شکل میں آنا ۱۸۱
قصہ دوہنا ایک چرواہے کا آزمائش اور بداعتقادی سے۔ ۱۸۲
ان کی مذمت جو دنیا کی بےلذت چیزوں میں غرق ہیں۔ ۱۸۶

عنوان — صفحہ نمبر

کسی کے برا بھلا کہنے کا خیال نہ کرے بلکہ خدا اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق عمل کرے ۱۸۷
ایک بے وقوف مرد کی حکایت ۱۸۸
خاموشی جو انسان کی تمام عادتوں سے بہتر ہے ۱۸۹
ایک حکایت بطور مثال ۱۸۹
ان لوگوں کی مذمت جو بظاہر فقراء سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن اصل میں وہ شقی ہیں ۱۹۰
حضرت بایزید بسطامی کی حکایت ۱۹۰
خدا کی عبادت صرف خدا ہی کے لئے ہونی چاہئے نہ طمع جنت یا خوفِ دوزخ کے لئے ۱۹۱
محمود غزنوی اور ایاز غلام کی حکایت ۱۹۱
ماسوا کو ترک کر کے محبت الٰہی کی طرف رغبت ۱۹۲
ہر چیز اسم ذات اللہ کا مظہر ہے اور ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کا نام نکالنے کا حسابی طریقہ ۱۹۴
تاریخ وفات شاہ عبدالغنی صاحب دہلویؒ ۱۹۴
۸۔ رسالہ دردِ غمناک (نظم) ۱۹۵

۹۔ گلزار معرفت

التماس جامع اوراق ۲۰۳
مناجات بدرگاہ الٰہی ۲۰۳
چار نعتیہ غزلیں ۲۰۵
عشقیہ و نعتیہ غزلیں ۲۰۷
غزلیات فارسی ۲۱۵
جواب خط سید علی احمد تخلص صلی علی احمد انبھٹوی ۲۱۵
غزل شوقیہ ارکان حج ۲۱۶
عرضی عبداللہ مسکین در مدح شریف عبداللہ ۲۱۶
شجرۂ قادریہ قمیصیہ منظومہ ۲۱۶
رباعی، اور عیدی ۲۱۷

۱۰۔ رسالہ وحدۃ الوجود

آغاز و جواب ۲۱۸
فقرہ دور بطریق انتخاب از مضامین مکتوب ۲۲۰
مختصر حال وصال حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۲۲۳

* * *

ابتدائیہ از مصنف رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعریف کے تمام مرتبے اس یکتا کیواسطے مخصوص ہیں جس کو تمام موجودات پوجتے ہیں اور جو اپنے وجود میں قیدوں سے آزاد ہے اور بڑے مرتبہ والا ہے اور ہر شان کی نعمت ان محترم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے ہے جو دنیا کے وجود کا سبب اور خدا کے سچے قائمقام ہیں خدا ان پر اور ان کے متعلقین اور دوستوں پر باران رحمت کی بارش کرے۔ یہ مذہبی فرض ادا کرنے کے بعد جناب تقدس مآب مجمع الفضائل والمناقب صاحب الشریعۃ والطریقۃ مولنا و مرشدنا و ہادینا میاں جیو نور محمد جھنجھانوی چشتی قدس سرہٗ کا ایک ادنیٰ خادم اور ان کی درگاہِ اقدس کا ایک کمترین خاکروب امداد اللہ فاروقی چشتی باادب عرض کرتا ہے۔ کہ میرے بعض مخلصین و یاران طریقت علی الخصوص میرے عزیز حافظ محمد یوسف نے جو امام العاشقین عارف باللہ کامل اکمل حضرت حافظ محمد ضامن[1] شہید فاروقی چشتی کے لختِ جگر ہیں۔ باصرار کہا اور تحریک کی کہ خاندانِ چشتیہ صابریہ قدوسیہ جن اشغال میں مشغول ہوئے تھے۔ اور جو اذکار و مراقبات ان کے معمول بہا تھے ان کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دیجئے۔ جس پر عمل کیا جائے۔ اور آئندہ کام آئے کیونکہ آپ کے حرم محترم کی جاروب کشی کی وجہ سے ہمارے اور آپ کے درمیان جدائی کی ایک بہت وسیع خلیج ہو گئی ہے۔ کجا آپ کہ حرمین شریفین کی خدمت کر رہے ہیں اور کجا ہم کہ ہندوستان میں پڑے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں تعلیم و تعلم بغیر کتابی صورت کے نہیں ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس کمترین اور نالائق کی کم لیاقتی اس ارشاد کے پورا کرنے سے مانع ہوتی تھی لیکن ان حضرات کے غیر معمولی اصرار سے روتابی کا کوئی موقع نہیں دیکھا اور درگاہِ احدیت سے اعانت کا خواستگار ہوا۔ اور بحکم الٰہی اس کی کتابت پر مامور کیا۔ کیونکہ عادت الٰہی یونہی ہے کہ جس شخص سے لوگوں کو عقیدت ہوتی ہے اس کے زبان و قلم سے لوگوں کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ اسوجہ سے مجھ کو اپنے خاندان کے اکابرین اور پیر و مرشد سے جو کچھ سلسلہ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ کے اذکار و اشغال کے متعلق واقفیتیں حاصل ہوئی ہیں۔ ان کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرتا ہوں شاید میری یہ کوشش بار آور ہو اور جن حضرات کے اصرار نے مجھ کو مجبور کیا ہے ان کو معتد بہ فائدہ اور جو مقصود اس اصرار کا تھا حاصل ہو واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم[2]۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ چونکہ قادریہ حضرات و مشائخ چشتیہ میں بہت بڑا نسبتی اتحاد ہے اسوجہ سے ان دونوں کے اشغال و اذکار تقریباً ایک دوسرے سے مخلوط ہو گئے ہیں اور امتیازی فرق فنا ہو گیا یہانتک کہ ایک دوسرے کے مخصوص اشغال و اذکار میں مشغول ہوتا ہے اور چونکہ مقصود اور مراد دونوں کی متحد ہے اس واسطے میں ان دونوں سلسلوں کے اذکار مخلوط لکھتا ہوں اور مجتہد پر فرق اور امتیاز خود ظاہر ہو جائیگا۔ اور اس کا نام **ضیاء[3] القلوب** رکھا واللہ ولی التوفیق

---

[1] خلیفہ خاص حضرت مرشدؒ۔ [2] اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا ہے [3] ۱۲۸۲ھ نام تاریخی مرغوب دل

مقدمہ

جان تو (خدا تیری طریقہ سلوک میں مدد کرے) اگر کبھی سالک کو خدا کی راہ پر چلنے اور اس کے صراطِ مستقیم پر گامزنی کی توفیق دی جاتی ہے تو اس کا قلب انوارِ ہدایت سے منور کر دیا جاتا ہے۔ اور ضلالت اور گمراہی سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء اس نور کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے دل میں دنیا کی طرف سے نفرت اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور اپنے معاصی کو یاد کر کے عنانِ استغفار ہاتھ میں لے کر غفور رحیم و قبلہ حاجات کی طرف رجوع کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت کامیابی اور فوزِ مرام بغیر کسی مرشدِ کامل کی درگاہ کے جبہ سائی کے حاصل نہیں ہو سکتا ہے تو اسکو بھی چاہئے کہ کسی جامع شریعت و طریقت کی غلامی کا فخر حاصل کرے تا شیطانی وساوس و ہوائے نفسانی سے اسکے التفات اور توجہ سے محفوظ رہ سکے اور اپنے امراضِ باطنی کے لئے اسی حکیمِ صادق کے بتائے ہوئے نسخے کو استعمال کرے کیونکہ جب تک کہ اندرونی امراض (حسد، بخل، غرور، کینہ ریا وغیرہ) کا انسداد نہ ہو جائے گا۔ اور ان کی جگہ اوصافِ حمیدہ (علم، حلم، سخاوت، خاکساری، تحقیرِ نفس، کم خوری، کم آرام طلبی، کم گفتگو وغیرہ) نہ پیدا ہونگے اسوقت تک وصول الی اللہ نہیں ہو سکتا۔ انھیں ضرورتوں کو مدِ نظر رکھ کر کسی مرشد کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنا ضروری کر دیا گیا ہے۔ جنابِ باری نے ایک جگہ فرمایا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا[1] الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ط وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ۝ دوسری جگہ فرماتا ہے وَاتَّبِعۡ سَبِیۡلَ[2] مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ان دونوں آیتوں میں صیغۂ امر مستعمل ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم وجوبی حکم ہے نیز بیعت کرنا اور کسی مرشدِ کامل کی غاشیہ برداری ایک ایسا فعل ہے جو جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف بھی منسوب ہے کلام اللہ میں ہے اِنَّ[3] الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰهَ ایضاً اِذۡ[4] یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ جنابِ رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے اَلشَّیۡخُ[5] فِیۡ قَوۡمِهٖ اَلۡحَدِیۡث و نیز پیشوایانِ اسلام کا ارشاد کہ جو شخص رب العلمین کی ہمنشینی کرنا چاہتا ہے اس کو حضراتِ متصوفین کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ شیوخ قوم نائبین رسول ہیں اس لئے اُن کی

---

[1] اے مسلمانو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو ۱۲ ÷ [2] جس کا میلان میری طرف ہو اس کی اتباع کرد ۱۲ ÷ [3] اے محمدؐ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ دراصل خدا کی بیعت کرتے ہیں [4] جب درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے ۱۲ شہید [5] شیخِ قبیلہ اپنی قوم میں ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں ۱۲ شہید۔

خدمت ضروری ہے ۔

بنابریں جو شخص اپنے تمام وقت کو خدمت میں شیخ کامل کے صرف کردیگا اور اپنے نفس کا اختیار کلی اس کو دیدیگا اس کے متعلق امید قوی ہے کہ ضرور مقصود حاصل ہوجائے ۔ تنبیہ اس وقت ہم طریق سلوک مجمل اور مختصر تحریر کرتے ہیں چونکہ ہر مرض کا علاج جداگانہ ہے اسی وجہ سے امراض قلبی میں طبیب حاذق یعنی شیخ وقت ہر مریض کو علیحدہ علیحدہ دوا تعلیم فرماتا ہے ۔

بنابریں سلوک کے طریقے لاتعداد ہوگئے ہیں ان سب میں تین راستے بہت قریب کے ہیں ۔

پہلا طریقہ صلحاء و اخیار کا ہے

جس میں تمام شرعی فرائض روزہ ، نماز ، تلاوت قرآن مجید ، جہاد حج کو پورا کرنا پڑتا ہے اس طریقہ میں منزل مقصود تک پہنچنے میں دیر ہوتی ہے

دوسرا طریقہ مجاہدات و ریاضت کرنیوالوں کا ہے

اس میں تمام اخلاقی غلطیوں کو اچھائیوں سے اور تمام کجرویوں کو اخلاق حمیدہ سے بدل دیتے ہیں ۔ اس راہ میں اکثر فائز المرام ہوتے ہیں ۔

تیسرا طریقہ اصحاب شطاریہ کا ہے

یہ تمام علائق دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور انسانی صحبتوں سے جدا رہتے ہیں ان کا مطمع نظر سوائے درود اشتیاق ذکر و شکر کے کچھ نہیں ہے ان کے نقطۂ نظر سے کشف و کرامات مستحسن نہیں ہیں اور اپنے وقت کو عــ۵ موتوا قبل ان تموتوا کی استقامت میں صرف کرتے ہیں ۔ یہ طریقہ پہلے دو طریقوں سے زائد جلد مقصد تک پہنچا دیتا ہے اس طریقہ میں کامیابی کے ذرائع دس ہیں

اول توبہ یعنی کوئی مطلوب سوائے خدا کے نہ ہو جیسا کہ موت کیوقت ہوجاتا ہے ۔ **دوسرے** زہد یعنی دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہ رکھے جیسا کہ موت کیوقت ہوجاتا ہے ۔ **تیسرے** توکل یعنی اسباب ظاہری کو ترک کردے جیسا کہ موت کیوقت کرتا ہے **چوتھے** قناعت یعنی جیسا کہ موت کیوقت نفسانی اور شہوانی خواہشوں کو ترک کر دیتا ہے **پانچویں** عزلت یعنی لوگوں سے کنارہ کشی اور انقطاع کرے جیسا کہ موت کیوقت کرتا ہے **چھٹے** توجہ یعنی جسطرح موت کیوقت خدا ہی کیطرف توجہ اور اسکے اغراض متعلق ہوتے ہیں کرے **ساتویں** صبر یعنی تمام نفسانی لذات کو چھوڑ دے جیسا کہ موت کیوقت ہوتا ہے **آٹھویں** رضا یعنی اپنے نفس کی رضامندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضامندی پر رضامند رہے اور اس کے ازلی احکام کا پابند ہوجائے جیسا کہ موت کیوقت ہوجاتا ہے **نویں** ذکر یعنی اللہ کے ذکر کے سوا تمام اذکار کو ترک کردے جیسا کہ موت کیوقت ہوتا ہے **دسویں**

عــ۵ مرنے کے قبل اپنے کو مرا ہوا سمجھو ۱۲

مراقبہ یعنی اپنی تمام قوت واختیار کو چھوڑ دے جیسا کہ موت کیوقت ہوتا ہے پس ہر طالب کو چاہئے کہ پہلے اتباع شیخ سے تمام بداخلاقیوں سے کہ لوازم مادیت سے ہیں اپنے کو محفوظ رکھے اور اپنے کو کمالات و محاسن کا جامع بنائے اور دل میں سوائے خدا کے کسی کے خیال کو جگہ نہ دے۔

فصل طریقہ بیعت میں

پیر کو چاہئے کہ جس وقت بیعت لینے لگے اپنے سامنے مرید کو باادب بٹھائے اور خطبہ ذیل پڑھنا شروع کرے الحمد للہ[لہ] نحمدہٗ[عہ] سے انما یبایعون اللہ تک پڑھکر اپنا ہاتھ مرید کے ہاتھ پر رکھدے اور پھر خود ید اللہ فوق ایدیھم سے بارک اللہ لنا ولکم تک پڑھے اگر مرید ہونیوالی عورت ہو تو بجائے طریقہ مذکورہ کے رومال یا چادر یا پگڑی کا ایک گوشہ اسکے ہاتھ میں دیدے اور ہر مرید سے یہ کہلانا چاہیئے کہ میں تمام ان دینوں سے جو شرک و کفر کے حامل ہیں اظہار بیزاری کرتا ہوں اور اللہ اور اسکے سچے رسولؐ پر ایمان لاتا ہوں اور دین اسلام کو اپنا دستور العمل بناتا ہوں اور اپنے گناہوں پر اظہار شرمندگی کرتا ہوں اور ان سے پرہیز کا عہد کرتا ہوں اور محض خدا کی رضامندی کیلئے دنیا اور اسکے لذات کو ترک کرتا ہوں اسکے بعد پڑھے رضیت باللہ الخ اسکے بعد کلمہ شہادت پڑھے اور کہے کہ میں نے فلاں ابن فلاں پیر کے ہاتھ پر فلاں سلسلہ میں بیعت کی اور دعا کرے بار الٰہا اس سلسلہ کے مقدس حضرات سے مجھ کو برکت اور فیض حاصل کرا دے اور قیامت کیدن مجھ کو انہیں کیساتھ اٹھا اسکے بعد پیر کو مرید کی حیثیت دیکھ کر طریقہ ذکر تعلیم کرنا چاہئے اور پیر کو چاہئیے کہ سلوک طریقت کے آداب اسکو تعلیم کرے اور اس پر نظر التفات رکھے اور اسکے گوش گذار کردے کہ اپنے مقصد میں کامیابی بغیر پابندی شرع کے نہیں ہو سکتی اسواسطے احکام شرع کی پابندی ضروری ہے اور اس کے عقائد کی اصلاح کرے اور بتا دے جو مکاشفہ خلاف شرع ظاہر ہو وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور محرمات سے اجتناب اور کبائر سے پرہیز کی تاکید کرے اور بتا دے کہ تمام اشغال پر احکام شرعی مقدم ہیں۔

[لہ] سب تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم خدا کیواسطے پناہ مانگتے اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے گناہوں کی برائیوں سے کیوں کہ جس کو خدا ہدایت دیتا ہے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو خدا گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی رہبر نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ فرد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے نیز اس کی گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ خدا کے رسول اور اس کے بندے ہیں مسلمانو ایمان لاؤ اور خدا تک رسائی کے وسائل بہم پہنچاؤ اور جہاد کرو خدا کی راہ میں یقیناً تم فلاح پاؤگے اے محمدؐ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں ۱۲ [عہ] خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے جو شخص بیعت توڑیگا اس کا نقصان اس کو خود برداشت کرنا پڑے گا۔ اور جو خدا کے وعدے کو پورا کریگا اسکو بڑا اجر دیا جائیگا۔ اللہ ہم سبکو نفع دے اور بیعت مبارک کرے ۱۲ [سہ] خدا کو اس کے پروردگار ہونے اور اسلام کو دین متین ہونے اور محمدؐ کو رسول ہونے کی وجہ سے پسند کرتا ہوں ۱۲ [عہ]

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔

[عہ] یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا وَنَفَعَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ۔

[سہ] رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

باب ۱ حضرات چشتیہ کے اذکار واشغال ومراقبات کے تفصیلی حالات نو

پہلی فصل

ذکر تلقین میں پیر کو چاہئے کہ ارواح مشائخ کے فاتحہ اور ادائے ختم کے بعد متواتر تین روزوں کا حکم دے اور کہے کہ ان ایام میں کلمہ طیبہ اور استغفار درود شریف کی کثرت کرو اور تیسرے دن آخر شب یا نماز فجر یا نماز عصر کے بعد میرے پاس آؤ اور جب وہ حاضر ہو جائے تو اس کو خلوت میں لیجائے جس میں اس کے مرید کے سوا کوئی نہ ہو اور اسکو دوزانو مؤدب بٹھائے اور پہلے اس کی طرف توجہ کرے تاکہ اس کا ذہن بآسانی اذکار واشغال کو قبول کر سکے ۔

اور توجہ کا طریقہ یہ ہے۔ کہ مرشد پہلے خود تمام خیالات سے خالی ہو جائے اور پھر اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل کرے اور خدا کے اسم ذات کی ضرب اس کے دل پر لگائے اور یہ خیال کرے کہ موجودہ ذکر کی کیفیت میری وجہ سے اس کو حاصل ہو رہی ہے اور یہ ذکر اس کے دل میں سرایت کر رہا ہے اور یہ ضربیں ایک لا سوا ایکبار ہونا چاہئیے تاکہ شوق اور ذکر کی حرارت اس کے قلب پر اثر کرے اور اس کا قلب ذکر سے حرکت کرنے لگے بعد ازیں جو ذکر اس کی حیثیت کے مطابق ہو اس کو دینا چاہئیے اور مرید کو مرشد کے بتائے ہوئے اشغال میں مشغول ہونا اور باطنی اسرار کو چھپانا چاہئیے تاکہ انوار واسرار اس کو حاصل ہو جائیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے۔

کہ دعاؤں اور اذکار کو ایکبار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہئے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ وتاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جسکی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونیکو کافی ہو اور شور وغل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔ مرید کو چاہئے کہ اس حجرے میں پاک وصاف ہو کر داخل ہو اور چار زانو اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تاکہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگِ کیماس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اسکی تحریک وحرارت قلب پر اثر کرتی ہے) کو دبائے اس کے بعد خشوع وخضوع وحضورِ قلب سے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ الخ پڑھے اس کے بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں فکر اور ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت وشدت جہریہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق وانبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول

عہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہ

ہونا چاہئے۔ اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تاکہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تاکہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیا اس پر منکشف ہو جائیں اور عالم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی و شہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کرلے کہ اس کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے[1] کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لئے مخصوص ہے اور اس کے بعد کبھی کبھی ہاتھ اور کبھی پاؤں کبھی سر بلا تحریک حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دنیا اسکو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے۔ تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر و پریشان ہو جاتا ہے مرید کو چاہئے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا۔ اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہو جائیں گے اس ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔

ایک فرقہ کا خیال ہے کہ ذکر کی کثرت کی صورت میں ذاکر خود اور دوسرے لوگ بھی ذکر کی آواز سنتے ہیں۔ بالکل بے بنیاد اور لا اصل ہے کیونکہ ہر ذاکر بھی ذکر کی آواز کو نہیں سن سکتا ہے بلکہ اسی ذاکر میں سننے کی طاقت ہے جو سالک ہو اس ذکر کو اصطلاح صوفیہ میں سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

ذکر کا بیان

ابتدائے کتاب سے اس وقت تک متعدد مرتبہ لفظ ذکر استعمال کیا جا چکا ہے لیکن اب تک یہ نہیں بتایا گیا کہ ذکر کیا ہے۔ ذکر اصطلاح صوفیہ میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان خدا کی یاد میں تمام غیر خدا کو بھول جائے اور حضور قلب سے خدا کی نزدیکی اور معیت حاصل کرے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ [2] انا مع عبدی الخ

---

[1] ذاکر کو چاہئے کہ اس غیر اختیاری حرکت پر متوجہ نہ ہو بلکہ اپنے التفات کو قلب ہی کی طرف رکھے ۱۲

[2] جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں میں اس کیساتھ ہو جاتا ہوں اور جو مجھ کو یاد کرتا ہے میں اس کا ہمنشین اور جلیس ہوں ۱۲

عہ أَنَا مَعَ عَبْدِيْ اِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ وَاَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ۔

اور بحکم سَبِّحُوْہُ[1] بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا پوری توجہ سے یادِ الٰہی میں اس طرح منہمک ہو جائے کہ اپنے نفس سے بالکل بیخبر ہو جائے اور اَلَّذِیْنَ[2] یَذْکُرُوْنَ[ع] اَلْخ کے زمرہ میں داخل ہو جائے اور ذکر اسکی زندگی ہو جائے جاننا چاہئے کہ ذکر کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن مقصود ذکر سے مطلوب کا حاصل ہو جانا ہے تو جس عمل سے یہ فائدہ حاصل ہو جائے وہی ذکر کہا جا سکتا ہے خواہ وہ نماز روزہ ہو یا درود شریف اور دعائیں ہوں لیکن یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ذاکر اپنے کو مٹا نہ دے طالبِ خدا اس کے ذکر میں اس طرح منہمک ہو جائے کہ اپنے کو اور تمام غیر اللہ کو بھول جائے۔ جب طالب اس درجہ تک پہنچ جائے گا۔ تو اخلاقِ حسنہ یعنی زہد، توکل، گوشہ نشینی، قناعت، صبر، تسلیم و رضا خود بخود حاصل ہو جائیں گے، اور اس پر انوارِ الٰہیہ کی اس قدر تجلیاں ہوں گی کہ اس کے حواس خمسہ مغلوب اور مستور ہو جائیں گے۔ اور ذکر و ذاکر دونوں فنا ہو جائیں گے اور صرف مذکور یعنی اللہ ہی رہجائیگا شَہِدَ[3] اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ چونکہ حدیث میں اَفْضَلُ[4] الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ آیا ہے اس واسطے اکثر مشائخ بھی اسی ذکر کی تعلیم دیتے ہیں اب ہم ذکر کے چند مراتب لکھتے ہیں

مراتب ذکر کے بیان میں

ذکر کی چار قسمیں ہیں اوّل ناسوتی جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دوسرے ملکوتی جیسے اِلَّا اللّٰہ تیسرے جبروتی جیسے اَللّٰہ چوتھے لاہوتی جیسے ھُو ھُو اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ زبان کے ذکر کو ناسوتی اور دل کے ذکر کو ملکوتی اور روح کے ذکر کو جبروتی اور ذکر سر کو لاہوتی اور ذکر زبان کو جسمی اور فکر کے ذکر کو نفسی اور مراقبہ کو ذکر دلی اور مشاہدے کو ذکر روحی اور معائنہ کو ذکر سری کہتے ہیں۔

فائدہ۔ ذاکر چاہیئے کہ اس ذکر میں لَا اِلٰہَ کہتے وقت تمام چیزوں کی نفی کر دے اور الا اللہ کہتے وقت تمام اعضائے جسم کو قائم کر دے۔

فصل ذکر جہر نفی و اثبات اور اسم ذات کے بیان میں مع ان بارہ تسبیحوں کے جو حضرات چشتیہ کی معمول ہیں ان بارہ تسبیحوں کے ذکر کا یہ طریقہ ہے کہ تہجد کی بارہ رکعتیں چھ سلاموں سے پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور نہایت خشوع و خضوع سے تین یا پانچ یا سات بار

---

[1] خدا کی صبح و شام تسبیح کرو ۱۲ [2] جو خدا کو اٹھتے بیٹھتے یاد کرتے ہیں [3] خدا نے گواہی دی ہے کہ معبود سوائے اس کے کوئی نہیں [4] چونکہ حدیث میں ہے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ (سب ذکروں میں لا الٰہ الا اللہ کا ذکر افضل ہے)

[ع] اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ ط

ہاتھ اٹھا کر اَللّٰھُمَّ[1] طَھِّرْ قَلْبِی[2] الخ پڑھے اور توبہ و استغفار کے بعد اَسْتَغْفِرُ[3] اللہ[عہ] الخ اکیس بار پڑھ کر درود اَلصَّلٰوۃُ[4] وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ الخ تین بار عروج و نزول کے طریقے پر پڑھے اور چار زانو بیٹھ جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی سے رگِ کیماس[5] کو مضبوط پکڑ لے اور اپنے دونوں ہاتھ زانو پر رکھ دے اور قبلہ رو ہو جائے اور لا الٰہ کہتے وقت کلمہ شہادت کی انگلی اٹھا دے اور الا اللہ کہتے وقت انگلی رکھ دے اور اپنے کو ساکن و مطمئن رکھے اور خلوص نیت اور خوش الحانی سے اعوذ اور بسم اللہ کہکر لَا اِلٰہَ[6] اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہِ تین بار اور کلمہ شہادت ایک بار پڑھے اور اس کے بعد سر کو اتنا جھکائے کہ پیشانی بائیں گھٹنے سے بالکل قریب ہو جائے اور وہاں پہنچنے کے بعد لا الٰہ کہتا ہوا سر کو داہنے گھٹنے کے قریب لائے اور تین ضربیں ایک ہی سانس میں لگائے اور سر کو پیٹھ کی طرف یہ خیال کر کے جھکائے کہ میں نے ماسوائے اللہ کو پس پشت ڈال دیا اور سانس توڑ کر الا اللہ کی ضرب پوری طاقت سے دل پر لگائے اور خیال کرے کہ میرا دل خدا کے عشق و محبت سے لبریز ہو گیا اور موقع نفی میں آنکھیں کھلی اور موقع اثبات میں بند رکھنا چاہئیں اسی طرح دو سو بار کہے اور اسکو چہار ضربی کہتے ہیں اور ہر دس کے بعد مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہ کہے لیکن مبتدی کو الا اللہ کہتے وقت لا معبود اور متوسط کو لَا مَقْصُوْدَ یا لا مطلوب اور کامل کو لا مَوْجُوْدُ اور ہمہ اوست کا تصور کرنا چاہئے اسکے بعد تھوڑی دیر مراقب خیال کرے کہ فیوضاتِ الٰہیہ مومن کے قلب میں ہر وقت حاصل ہوتے رہتے ہیں جاننا چاہئے کہ بائیں گھٹنے میں شیطانی خطرہ اور داہنے میں نفسانی خطرہ اور داہنے شانے میں ملکی خطرہ اور دل میں رحمانی خطرہ ہے پس بائیں گھٹنے پر الا اللہ سے خطرہ رحمانی کا اثبات کرے اور مرید کے غیر عربی ہونے کی صورت میں اس کو اذکار و ادعیہ اس زبان میں تعلیم دینا چاہئے جسکو وہ سمجھ سکتا ہو۔

نفی و اثبات کا دوسرا طریقہ

ہر خطرہ اور ہر خیال کے علیحدہ علیحدہ نفی کرنے سے ایک گونہ باطنی تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے اس واسطے

---

[1] اے اللہ اپنے غیر سے میرا دل پاک کر دے [2] اپنی معرفت کے نور سے میرا قلب روشن کر دے ۱۲ [3] اپنے گناہوں کی بخشش اس خدا سے چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ ثابت اور زندہ ہے ۱۲ [4] صلوٰۃ و سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسول خدا کے دوست اور اس کے نبی [5] جو گھٹنے کے اندر کی طرف ہے [6] کوئی معبود سوا خدا کے نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم خدا کے رسول ہیں ۱۲ ۔

[عہ] اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِکَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا یَا اَللہُ یَا اَللہُ [عہ] اَسْتَغْفِرُ اللہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ [عہ] اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللہِ اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللہِ۔

مرشد کو نفی کلی تعلیم دینا چاہئے تاکہ خطرات کی بالکلیہ نفی ہو جائے چنانچہ متاخرین اسی پر عمل پیرا ہیں کہ لا اِلٰہ میں لا کو پوری طاقت سے کھینچکر اور لفظ اِلٰہ کو داہنے بازو تک لیجا کر سر کو پیٹھ کی طرف تھوڑا سا جھکا کر یہ خیال کرکے کہ میں نے غیر سے اپنے دل کو پاک کرکے اس کو پس پشت ڈالدیا اور پھر اِلّا اللّٰہ کی ضرب بہت زور سے دل پر لگائے اور جو ملاحظات ذکر نفی و اثبات میں پہلے بیان کیے گئے ہیں وہی یہاں بھی ملحوظ رکھے اور ذکر خداوندی کے سوا اور تمام ذکروں (ذکر حبس یا بغیر حبس ذکر جاروب ذکر ارّہ) میں چار زانو بیٹھنے میں اور ان ذکروں کے علاوہ اور ذکروں میں دو زانو بیٹھنا اولیٰ ہے۔

اثبات مجرّد کے ذکر کا طریقہ

ذاکر کو چاہئے اپنی کمر سیدھی کرکے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر دو زانو بیٹھے اور اپنے سر کو داہنے شانے کی طرف لے جا کر اِلّا اللّٰہ کی ضرب دل پر لگائے اور لَا اِلٰہ کہتے وقت لاَ[1] موجود لیسَ مَعَہٗ غیری کا تصور کرے اسی طرح چار سو بار متواتر ضربیں لگائے پھر مثل سابق ایک بار کلمہ شہادت اور تین بار کلمہ طیبہ پڑھ کر تھوڑی دیر مراقبہ کرے اس ضرب کو اصطلاح صوفیہ میں ایک ضربی کہتے ہیں،

اسم ذات کے ذکر کا طریقہ

اس کے بعد قل[2] اللّٰہ ثمّ ذرھم کے مطابق اس طرح ذکر کرے کہ پہلے حرف لفظ اَللّٰہُ کی (ہ) کو پیش اور اس کے بعد لفظ اللّٰہ کی (ہ) کو جزم دے پھر دونوں آنکھیں بند کرکے سر داہنے شانے کی طرف لے جا کر اسمائے صفات امہات کا یقین کرے اور پہلے لفظ اللّٰہ کی ضرب لطیفہ[3] روح پر لگائے دوسری لفظ اللّٰہ کی ضرب فضائے دل پر لگائے اور اس ذکر کو جسے اصطلاح میں ذکر اسم ذات دو ضربی کہتے ہیں چھ سو بار کرے مگر نو دفعہ اللّٰہ اللّٰہ اور دسویں مرتبہ[4] اللّٰہُ حاضِری اللّٰہُ ناظری اللّٰہُ معی میں سے کوئی اللّٰہ کہے مگر اس طرح کہ پہلے دن کے بعد اللّٰہ حَاضِرِی اور دوسری میں اللّٰہ ناظری اور تیسری کے بعد اللّٰہ معی اور پھر ہر دس کے بعد اللّٰہ حَاضری الخ عروج و

---

[1] میرے سوا خدا کے پاس کوئی نہیں ہے [2] اللّٰہ سمیع اللّٰہ بصیر اللّٰہ علیم ہے [3] جو داہنے پستان کے نیچے ہے ۱۲۔

[4] اللّٰہ میرے پاس ہے اللّٰہ مجھ کو دیکھتا ہے اللّٰہ میرے ساتھ ہے ۱۲ شہید عہ ۲ اللّٰہُ نَاظِرِی اللّٰہُ مَعِی

نزول کے طریقہ پر پڑھے لیکن یہ ضروری ہے کہ اس ذکر کے معنی سمجھا جائے تاکہ ذکر کا شوق اور اس میں لطف حاصل ہو۔ اور سستی اور غفلت نہ پیدا ہونے پائے اس کے بعد پھر طریقہ بالا پر کلمۂ طیبہ تین بار اور کلمہ شہادت ایک بار پڑھے پھر سر کو داہنے شانے کی طرف جھکا کر لفظ اللہ کی ضرب متواتر قلب پر لگائے اور تین بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور ایک ایک دفعہ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھکر درود و استغفار گیارہ گیارہ بار پڑھے اور مشائخ سلسلہ کی ارواح پر حضورِ قلب سے ایصالِ ثواب[1] کرے اس کے بعد جتنی دیر چاہے مراقبہ[2] کرے اور جس ذکر[3] میں اس کو لطف آئے صبح تک مشغول رہے اور اگر ہو سکے تو نماز فجر کے بعد مرشد کی خدمت میں حاضر ہو ورنہ ذکر و شغل و مراقبہ میں مشغول ہو جائے یا اپنے پیر بھائیوں کے ساتھ ذکر جہر یا مراقبہ میں حلقہ کر کے شریک ہو لیکن یہ ضروری ہے کہ اِلَّا اللّٰہ میں لفظ اللّٰہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں اِلَّا اللّٰہ کا اعادہ بڑی تعداد میں کرے اور ذکر کرنیکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات طریقت کی ارواح مقدسہ کو ایصال ثواب کرے اور فاتحہ پڑھے اور نذر دے۔

نفی و اثبات کا اس ذکر کے علاوہ دوسرا طریقہ

بفحوائے اِنَّ فِیْ جَسَدِ[ع] آدَمَ الخ چونکہ دل کو سات لطیف چیزوں سے مناسبت ہے اس وجہ سے نفی و اثبات کے ذکر کے بھی سات مرتبے تجویز کیے گئے اور ہر درجہ میں نفی و اثبات ہے پس ذکر زبانی (جو اجسام سے متعلق ہے) میں مرید کو اس طرح مشغول ہو جانا چاہیئے کہ سوائے ذکر کے اور کچھ نہ رہے اور کوئی سانس بغیر ذکر کے نہ نکلے جب سالک یہ حیثیت پیدا کر لیتا ہے تو عالم مادیت سے تجاوز کر کے مرتبہ لطیف پر پہنچ جاتا ہے مرید کو چاہیئے کہ اس ذکر یعنی لَآ اِلٰہَ کے ذکر و فکر میں اس درجہ منہمک ہو جائے کہ بجز اِلَّا اللّٰہ کے اثبات کے تمام چیزوں کی نفی ہو جائے اگر سالک کو یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو وہ مرتبہ نفس سے خارج ہو کر دل کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور چونکہ دل کا ذکر اِلَّا اللّٰہ ہے اسواسطے اسکو

---

[1] کیونکہ ایصال ثواب ایک ایسا عمل ہے جس سے میت کی روح خوش ہوتی ہے اس سے تعلق اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اس ایصال سے اس کا قلب فیوضات شیوخ کا مہبط ہو جائیگا جس سے اپنے مقصود میں کامیابی کی زائد توقع ہے ۱۲ شہید

[2] مراقبہ اصطلاح صوفیہ میں اپنے قلب کو غیر خدا سے صاف و پاک رکھنے اور کسی غیر خدا کا دل میں خیال نہ لانے کو کہتے ہیں اور لغتاً محض گردن جھکا کر بیٹھنے کو کہتے ہیں ۱۲

[3] اگر ذاکر ذکر جہری سے گھبرا جائے تو ذکر خفی کرے اور اس میں بھی لطف نہ آئے تو اور ذکر میں مشغول ہو اگر اس سے بھی دل کو لطف نہ آوے تو مراقبہ کرے ۱۲ شہید

[ع] اللّٰہ حاضری اللّٰہ ناظری اللّٰہ معی [ع] اِنَّ فِیْ جَسَدِ آدَمَ مُضْغَةً وَّفِی الْمُضْغَةِ قَلْبٌ وَّفِی الْقَلْبِ فُؤَادٌ وَّفِی الْفُؤَادِ رُوْحٌ وَّفِی الرُّوْحِ سِرٌّ وَّفِی السِّرِّ نُوْرٌ وَّفِی النُّوْرِ اَنَا

اِلّا اللہ کا تصور حضور قلب سے کرنا چاہیئے اور اپنی ذات وصفات کو جناب باری کی ذات صفات کے ساتھ اس طرح مربوط کردے کہ اِلّا اللہ سے استثنا کی نفی[5] ہو جائے جب سالک یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو مرتبہ دل سے متجاوز ہو کر مرتبہ روح پر پہنچ جاتا ہے اور چونکہ روح کا ذکر اسم کا ذکر ہے اس واسطے سالک کو چاہیئے کہ اسم ذات کے ذکر میں اسطرح متوجہ ہو جائے کہ الف لام جو اللہ پر داخل ہے باقی نہ رہے اور صرف لفظ ہُو رہ جائے اس مرتبہ پر پہنچنے پر سالک سراپا ذکر ہو جائے گا اور مرتبہ روح سے ترقی کرکے مرتبہ سر پر پہنچ جائے گا۔ اور اس کے بعد اس کو ہُو ہُو کے ذکر میں اسقدر منہمک ہو جانا چاہیئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے اور فنا در فنا کے یہی معنی ہیں اس حالت کے حاصل ہو جانے پر وہ سراپا نور ہو جائے گا۔ اور مرتبہ بی یسمع و بی یبصر یعنی اس کو خدا کے ساتھ ایسا تعلق خاص ہو جاتا ہے کہ وہ خدا ہی کی آنکھ سے دیکھتا اور خدا ہی کے کان سے سنتا ہے حاصل ہو جائے گا۔ پھر وہ مرتبہ جس میں عبدیت و معبودیت کی حقیقت بے نقابانہ آشکارا ہو جاتی ہے یعنی مرتبہ عبدیت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے بعد عبادت میں اس کو کماحقہ، مشغول ہونا چاہیئے اور حفظ مراتب اور احکام شریعت کی بجا آوری کرے اور مسند ارشاد پر جلوہ گر ہو کر طالبانِ حق کے لئے راہنما ہو اور ایسی حالت پر اس کی ولایت[1] اور مشیخت[2] مسلم ہو جائے گی۔

فائدہ:۔ وصال محبوب ہونے میں جس قدر دیر ہوتی ہے اسی قدر آتش شوق میں التہاب اور خواہش وصل میں زیادتی ہوتی جاتی ہے اور جو شخص استقلال و مردانگی سے جد و جہد کرے گا اس کے متعلق خدا کے فضل و کرم سے ظفر مندی و کامیابی کی امید ہے۔

پاس[3] انفاس کا طریقہ

انسان کو ہر سانس پر ہوشیار اور بیدار رہنا چاہیئے اور بغیر پاسِ انفاس کی مدد کے انسان کا قلب کدورتوں اور تاریکیوں سے ہرگز صاف نہیں ہو سکتا ہے اور پاس انفاس اصطلاح صوفیہ اس کو کہتے ہیں کہ سانس لیتے اور

---

[1] ولایت خدا ہی میں فنا ہونے اور اپنی بقا کو خدا کی بقا سے اور اپنے ظہور کو خدا کے ظہور سے حاصل کرنے کو کہتے ہیں ۱۲

[2] عالم ملک اور عالم ملکوت میں خدا کے حکم سے تصرف کرنے اور اختیار پا جانے کو مشیخت کہتے ہیں اور مرتبہ مشیخت مرتبہ ولایت سے بالا ہے ۱۲ شہید

[3] پاس انفاس بہت سے طریقوں سے ہوتا ہے بعض لوگ ہر سانس میں اللہ اور بعض ہو الظاہر ہو الباطن یا حی یا قیوم اور بعض حق حق اور بعض یا ہو اور بعض ہو ہو کہتے ہیں لیکن مقصد یعنی وصول سب سے حاصل ہوتا ہے ۱۲ شہید

[5] یعنی نفی کا تصور اس کے ذہن سے جاتا رہے اور صرف اللہ ہی اللہ رہ جائے اور اسی خیال پر ہر وقت قائم رہے ۱۲ شہید ؛

اور سانس باہر کرتے وقت جہراً یا سراً (چپکے سے یا بلند آواز سے) ذکر کرے اور سانس لیتے وقت اِلَّا اللہ کہے صرف سانس سے اور سانس باہر آتے وقت لَا اِلٰہَ کہے، لیکن ذکر سری میں صرف سانس سے ذکر کرے اور سانس لیتے اور باہر کرتے وقت ناف کو دیکھے اور منہ بالکل بند رکھے اور زبان کو ادنیٰ حرکت بھی نہ دے اور اس قدر پابندی اور استقلال چاہیے کہ سانس خود بخود بلا ارادہ ذکر کرنے لگے۔

دوسرا طریقہ سانس باہر کرتے وقت لفظ اللہ کو سانس میں لائے اور سانس لیتے وقت **ھو** کو اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر و باطن ہر جگہ اللہ ہی کا ظہور ہے اور ذکر کی اسقدر غیر معمولی زیادتی کرے کہ سانس ذکر کی عادی ہو جائے اور حالت بیداری و غفلت میں ذاکر رہے اور پاس انفاس سے بہرہ ور ہو اور ماسوائے اللہ سے قلب بالکل صاف ہو جائے چونکہ یہ ذکر قلب کو بالکل صاف اور کدورتوں سے پاک کرکے انوار الٰہی کا مہبط بنا دیتا ہے اسوجہ سے اسکو اصطلاح صوفیہ میں جاروب قلب کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ اگر ذاکر بالکل خالی الذہن اور سادہ دل ہو اور لذت ذکر سے بالکل ناآشنا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ اس کو اپنے سامنے مودب اور دو زانو بٹھا کر آنکھیں بند کرنے اور سر جھکا کر کمر ٹیڑھی کرنے اور سینہ کو مقابل کرنے کو کہے اس کے بعد مرید کی سانس کے ساتھ سانس لے اور جب وہ سانس باہر نکالے تو یہ بھی نکالے اس عمل سے تھوڑی دیر کے بعد خود بخود مرید لرزنے لگے گا۔ یا بیتابانہ نعرہ لگائے گا اور جو ذکر کہ مرشد کے ذہن میں ہوگا بے اختیاری سے کرنے لگے گا۔

مرید غبی کا دوسرا علاج

اگر مرید غبی ہو اور اس کا قلب کسی ذکر سے متاثر نہ ہوتا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ اس کو اس کے اسم مربی کے ذکر کی تعلیم دے اور اس کے اسم مربی کے دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خلوت میں اس کو اپنے سامنے بٹھائے اور خدا کے ناموں میں سے کسی نام کو اپنے ذہن میں لے اور اس کی ضرب مرید کے قلب پر چند بار لگائے اگر یہ اسم اثر نہ کرے تو اسی طرح دوسرے اسم کی ضرب لگائے اور جب تک اسم اثر نہ کرے اسم برابر بدلتا رہے۔ اور جو اسم[لہ] اثر کرے اسی کو اس کا اسم مربی تصور کرنا چاہیے اور اسکا اسم اعظم بھی رہی ہے اور مرشد کو چاہیے کہ اسم کے ذکر کو سہ ضربی یا چہار ضربی کے طریقہ پر تعلیم کرے تاکہ وہ اس کی پابندی

[لہ] تاثیر کی صورت یہ ہے کہ اس کے قلب میں سرد یا لرزہ پیدا ہو جائے یا تمام جسم میں لرزہ پیدا ہو جائے اور اس قدر غلبہ کرے کہ اس سے ضبط نہ ہو سکے ۱۲ شہید

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ……

کر سکے انشاء اللہ تعالیٰ یہ ذکر اسکو فائدہ بخش ثابت ہوگا اور وہ نورِ الٰہی سے منور ہو جائے گا

اسم ذات کے زبانی ذکر کا بیان

ہر طالب کو چاہیے کہ پاس انفاس کے باوجود اسم ذات کا ورد ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ روز کر لیا کرے (یہ مرتبہ انتہائی مرتبہ ہے) اگر اس پر قدرت نہ ہو تو چوبیس ہزار بار ورد کرے اس میں حکمت یہ ہے کہ آدمی دن میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے ہر سانس میں ایک ذکر ہو جائے گا۔ والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات (وہ مرد اور عورتیں جو خدا کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں) کے زمرے میں داخل ہو جائے گا اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم سے کم بارہ[۱] ہزار بار ضرور پڑھ لیا کرے (کہ یہ ادنیٰ مرتبہ ہے) اس ذکر میں ذکر زبانی یقیناً ذکر قلبی کا وسیلہ ثابت ہو جائے گا۔

اور جب زبان و قلب دونوں ذکر کرنے لگیں گے تو ذکر کی ترکیب کامل ہوگی یہ ترتیب تمام سلسلوں میں ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں صرف ذکر قلبی پر انحصار کرتے ہیں اور مبتدیوں کو اسی ذکر سے شروع کراتے ہیں۔

اسم ذات مع الضرب کا طریقہ

اسم ذات کے ذکر کی چار صورتیں ہیں ایک ضربی، دو ضربی، سہ ضربی، چہار ضربی، یک ضربی کا طریقہ یہ آنکھیں بند کر کے داہنے شانے کی طرف سر کو لیجا کر پوری قوت سے لفظ اللہ کی دل پر ضرب لگانا دو ضربی یہ ہے کہ پہلی ضرب روح پر لگائے اور دوسری دل پر اور سہ ضربی یہ ہے کہ پہلی ضرب داہنے گھٹنے پر لگائے۔ دوسری بائیں گھٹنے پر تیسری دل پر چہار ضربی یہ ہے۔ کہ پہلی ضرب داہنے گھٹنے پر لگائے اور دوسری بائیں گھٹنے پر اور تیسری روح پر چوتھی دل پر۔

دوسرا طریقہ

خواہ بیٹھ کر خواہ رو بہ قبلہ ہو کر یک ضربی سے ہفت ضربی تک کریں یک ضربی اور دو ضربی تو طریقہ بالا پر لیکن سہ ضربی اس طرح کہ اول ضرب بائیں طرف دوسری داہنی طرف اور تیسری دل پر لگائے اور چہار ضربی میں داہنے بائیں اور سامنے دل پر بالترتیب لگائے اور پنج ضربی میں داہنے بائیں آگے پیچھے اور دل پر لگائے اور شش ضربی میں داہنے بائیں آگے پیچھے اور اوپر آسمان کی طرف اور دل پر

---

[۱] بعضوں کے نزدیک مرید کو کم از کم چھ ہزار بار اسم کا ورد کر لینا چاہیے ۱۲ شہید

باالترتیب لگائے اور ہفت ضربی میں داہنے بائیں آگے پیچھے نیچے اوپر اور دل پر باالترتیب لگائے ۔ اور ضرب میں فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ جدہر منہ پھیرو ادھر ہی خدا ہے ۔ کا تصور کرے اور مستغرق ہو جائے اس ذکر سے ذاکر ہی خوب لذت آشنا ہے احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا اگر آیت مذکورہ کے تصور کے ساتھ یہ ذکر پوری توجہ اور مکمل طریقہ سے کیا جائے تو استغراق اور محویت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور ہر شے سے ذکر کی آواز سنائی دینے لگتی ہے اور اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں جو خدا کی حمد کی تسبیح نہ کرتی ہو، کی کامل تصدیق ہو جاتی ہے ۔

چہار ضربی کا دوسرا طریقہ

قرآن شریف یا کسی بزرگ کی قبر کو سامنے کرکے رو بہ قبلہ بیٹھے اور پہلے داہنی طرف اور پھر بائیں طرف اور پھر قرآن شریف یا قبر پر اور پھر قلب پر ضرب لگائے اس ذکر سے معانی قرآنیہ کا انکشاف[1] اور کشف القبور حاصل ہو جائے گا ۔

اسم ذات قلندری کا طریقہ

اگر سالک مقام ہویت پر پہنچنا چاہتا ہے تو اس ذکر کی ہمیشگی کرے اور گوشہ نشینی اختیار کرے اور چار زانو بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کے بیچ میں سر کرکے ناف پر اللہ کی ضرب لگا کر سر کو بلند کرے اور گھٹنوں کو محکم پکڑے اور دل پر ہو کی ضرب لگائے اور گر اسی طرح ذکر میں مشغول رہے گا تو خدا کے بہتر اوصاف اس میں پیدا ہو جائیں گے یہ ذکر اکثر مشائخ کا دستور العمل رہا ہے ۔

ذکر جاروب کا طریقہ

بائیں گھٹنے سے لَا اِلٰہَ شروع کرے اور سر کو داہنے گھٹنے پر لاکر داہنے شانے کی طرف لیجائے اور تھوڑا سا کمر کی طرف جھکا کر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب بہت زور سے دل پر لگائے اس ذکر میں دو زانو بیٹھنا چاہیے ۔

ذکر حدادی کا طریقہ

طریقہ بالا پر سانس کو زور سے کھینچکر لَا اِلٰہَ کا دور داہنے شانے تک پہنچا کر دونوں گھٹنوں سے

---

[1] اس انکشاف سے اس پر قرآن کے معانی بالکل ظاہر ہو جائیں گے جس سے اس کے ایمان میں اور زائد تقویت حاصل ہو جائے گی ۱۲ شہید

کھڑا ہو جائے اور ہاتھ بلند کر کے پوری قوت سے ۲ الا ۲ اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور بیٹھ جائے اور جس طرح لوہار[۱] کے ہاتھوں کی حرکت ہتوڑا اٹھاتے وقت ہوتی ہے اس طرح ہاتھوں کو حرکت دے۔ تاکہ لطف حاصل ہو شیخ جلال تھانیسری کے متعلق امام ابوالحفص سے مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے میرے شیخ نے پسندیدہ ذکر مجھ کو تعلیم فرمایا ہے دیکھا گیا ہے کہ یہ ذکر انسانی طاقت سے باہر ہے لیکن خدا کے فضل سے یہ آسان ہو جاتا ہے۔

ذکر ارّہ کا طریقہ

سانس کو الٹا کر کے پوری طاقت سے لآ اِلٰہ کا ورد داہنے کاندھے تک پہنچائے اور سر کو پیٹھ کی طرف تھوڑا جھکا کر دل پر ا لآ ا اللہ کی ضرب لگائے۔

ذکر آرّہ کا دوسرا طریقہ

پہلے آنکھیں بند کرے اور زبان کو تالو سے ملا کر الٹی سانس میں پوری طاقت سے لفظ اللہ کو ناف سے کھینچکر داہنے شانے تک پہنچائے اور ہو کی ضرب دل پر اس طرح لگائے جس طرح بڑھئی لکڑی پر آرہ[۲] کھینچتا ہے۔ اور برابر سانس کو زور سے جاری رکھے اور صفات[۳] سے اجہات کا تصور کرے اور خیال کرے کہ میں دل پر آرہ کھینچ رہا ہوں۔ اور خیال کرے کہ جسطرح لکڑی کاتتے وقت اس سے برادہ نکلتا ہے اس طرح میرے قلب سے نور کے ذرات نکل رہے ہیں اور بدن میں پھیل رہے ہیں اور جسم سے نکل کر تمام عالم کو گھیر کر میرے اور تمام عالم کے وجود کو مستور کر رہے ہیں۔ اس ذکر میں اتنا مشغول ہونا چاہئے کہ محویت کل اور مشاہدہ تمام حاصل ہو جائے اور ذاکر ہی اس ذکر کے لطف سے خوب واقف ہے احاطہ تحریر میں نہیں آسکتا ہے

فائدہ: - اذکار جہریہ میں غذا کو اسقدر کم نہ کرنا چاہئے کہ ضعف اور لاغری لاحق ہو جائے بلکہ صرف چوتھائی معدہ کو خالی رکھنا چاہئے اور کھانے میں روغنیات اور مغزیات کا استعمال کرنا چاہئے تاکہ دماغ کو خشکی اور یبوست کی تکلیف نہ ہو اور راہ سلوک میں سب سے زائد مقدم اور ضروری یہ ہے کہ شیخ سے محبت و اعتقاد کے ساتھ ربط قلبی رکھے ان سب ذکروں سے ذکر دوامی مراد ہے یعنی مرید اپنے کو ہمیشہ ذاکر رکھے

---

[۱] غالباً اسی مناسبت سے یہ ذکر ذکر حدادی کہلاتا ہے ۱۲ شہید [۲] غالباً اسی مناسبت سے اس ذکر کو حضرات صوفیہ ذکر ارہ کہتے ہیں ۱۲ شہید [۳] باری تعالیٰ کے صفات و جہات علم قدرت حیات سمع بصر ارادہ تکوین کلام ہیں۔ ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید۔

اور دنیا کے کاروبار سے قطع تعلق رکھے اور اظہار اور دکھاوے سے نفرت رکھے تاکہ یہ ذکر اس کی روح اور دل کو تازگی بخشے اور اس کا مونس رہے۔

شعر کار کن کار بگذر از گفتار ؛ کاندریں رہ کار دارد کار

دوسری فصل اشغال ذکر کے بیان میں

دل میں دو سوراخ ہیں ایک نیچے کی طرف جس کا تعلق روح سے ہے دوسرا بالائی جو جسم سے متصل ہے جب ذکر جہر میں ذاکر آمد و شد تحت و فوق سے مشغول ہو جاتا ہے تو بالائی دروزہ کھل جاتا ہے۔ لیکن نیچے کا دروازہ صرف ذکر خفی (یعنی حبس دم) ہی سے کھلتا ہے اور اذکار کا اصل الاصول حبس دم ہے۔ حضرات چشتیہ و قادریہ نے اس کو اذکار میں شرط کیا ہے، حضرات نقشبندیہ اس کو شرط تو نہیں کرتے ہیں۔ لیکن اس کی اولویت سے ان کو بھی انکار نہیں ہے منجملہ اس کے فوائد کثیرہ کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ باطنی حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور اندرونی چربی اور رطوبت فاضلہ کی تحلیل ہو جاتی ہے اور وہ رگیں جو قلب سے متعلق ہیں بہت چربی دار ہیں اور چربی ہی کے ذریعہ سے شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے جس وقت دم رک جاتا ہے تو اس کی حرارت سے جب چربی پگھلتی ہے تو دل صاف ہو جاتا ہے اور شیطان کی کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں۔

خطرات فاسدہ کا انسداد جس ذکر سے ہو جاتا ہو اس ذکر کا بیان

شیطان کی صورت بالکل اژدہے کی ہے اور اس کا پھن بہت سخت زہریلا اور خاردار ہے جس وقت مرید کوئی گناہ کرتا ہے یا کوئی حرام چیز کھاتا ہے تو اس کی قوت اور زائد ہو جاتی ہے اور پھن کو اپنے دل کے اطراف میں گھماتا ہے جس سے اس کا زہر قلب میں اثر کر جاتا ہے اور تاریکی اور سیاہی پیدا ہو جاتی ہے اور جب مرید گناہوں سے توبہ کرکے پاس انفاس میں مشغول ہو جاتا ہے تو شیطان ضعیف ہو جاتا ہے اور قلب میں نورانیت اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ جب کوئی برا خیال دل میں راسخ ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہوتا ہو تو اس کے دور کرنے کی یہ صورت ہے کہ دم کو ناف سے کھینچ کر قلب میں روکے اور کلمہ لَا اِلٰہ کو دل سے نکالے اور خیال کرے کہ شیطان جو دل پر اژدہے کی طرح بیٹھا ہے لَا اِلٰہ کی قینچی سے میں نے اس کی دم پکڑ لی اور داہنے شانے تک لائے پھر اِلَّا اللّٰہ کی قلب پر ضرب لگائے اور خیال کرے کہ یہ ضرب شیطان کے سر پر پڑی

اور اس کا سر پاش پاش ہوگیا۔ اور وہ دل سے باہر ہوگیا اسی طرح متواتر ضربیں لگائے اگر خدا نے چاہا۔ تو بہت جلد یہ خیالات فاسدہ دفع ہو جائیں گے اور شیطان ہلاک ہوگا۔ اور دل نور ذکر سے منور ہو جائے گا۔ اس ذکر میں ملاحظہ اور حبس دم ضروری ہے اور بے حبس دم کئے بھی یہ ذکر مفید ہوگا مگر کرنا شرط ہے

حبس نفی واثبات کا طریقہ

اس ذکر کو بعض لوگ شغل نفی واثبات کہتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے زبان کو تالو سے لگا کر دم کو ناف سے کھینچے اور دل میں ٹھیرا دے اور کلمہ لَآ اِلٰہ کو بائیں زانو سے شروع کرے داہنے زانو پر لاکر شانے تک دورہ کو ختم کر کے اِلَّا اللّٰہ کی پوری طاقت سے دل پر ضرب لگائے پہلے دن میں دسؔ سانسیں کھینچے اور ہر سانس میں یہ تین مرتبہ کرے اس کے بعد روز بروز درجہ ایک ایک دم زائد کرتا رہے اور (اَللّٰہُ وِترٌ یُحِبُّ الوِترَ اللہ طاق ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے) کا لحاظ رکھے تاکہ اندرونی حرارت پیدا ہو اور چربی پگھلے اور خطرات شیطانی دفع ہوں اور اس کو شکست ہو۔ اور جب دم کشی کی عادت ہو جائے گی تو دل پر محویت کی کیفیت ظاہر ہونے لگے گی اور تمام جسم میں حرارت جاری ہو جائے گی اور ہر عضو خود بخود ذاکر ہو جائے گا۔ اور عشق الٰہی کی آگ دل میں روشن ہو جائے گی مگر خطرہ کی مدافعت اور کشش دم کے واسطے یہ ضروری ہے کہ معدہ غذا سے خالی ہو۔ اور ابتدا میں اس کی بہت ضرورت ہے۔

فائدہ:۔ حبس دم میں ٹھنڈی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے مثلاً ٹھنڈی ہوا ٹھنڈے پانی وغیرہ سے بچنا چاہئے کیونکہ خوف ہے کہ یہ ٹھنڈک دل کی گرمی کو ٹھنڈا نہ کر دے اور مرض اور بیماری کے خوف سے گرم چیزوں سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اور نہ اس قدر سیر ہو کر کھائے کہ مضمحل ہو جائے اور نہ اس قدر کم کھائے کہ ضعیف ہو جائے۔

نفی واثبات کے حبس کا دوسرا طریقہ

چاہئے کہ تنہائی میں چار زانو بیٹھ کر آنکھیں بند کر لے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے

---

[1] اس میں بھید یہ ہے کہ ناف جو انسان کے وسط میں ہے اسی طرح نفس کا مقام ہے جس طرح مضغہ صنوبری دل کا پس جب وہاں یہ نفی شروع کی جائے گی اور دماغ تک پہنچائی جائے گی تو جو چیزیں بیچ میں واقع ہوں گی متاثر ہوں گی اور حجاب ان سے اٹھ جائے گا ۱۲ شہید

پاس کی انگلی سے رگ کیماس کو مضبوط پکڑے اور ہاتھوں کو زانوؤں پر رکھے پھر دم کو ناف سے کھینچ کر دل کی طرف لا کر ام الدماغ[1] میں ٹھہرائے اور بغیر زبان کو حرکت دئیے ہوئے غور وفکر کے ساتھ لفظ لَا کو ناف سے کھینچ کر روح کی طرف لا کر لفظ اِلٰہَ کو دماغ تک پہنچا کر باہر لائے اور دل پر اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب لگائے اسی طرح ایک سانس میں پانچ یا سات مرتبہ کہے پھر آہستہ سے سانس باہر کرے اور ہر بار باہر کرتے وقت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (محمد خدا کے رسول ہیں خدا ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجے) کا تصور کرے اور آنکھیں کھول کر لَا مَحْبُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ (کوئی سوا خدا کے پیارا نہیں ہے) کا تصور کرے اور سانس لیتے وقت آنکھیں بند کر لے اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ (کوئی موجود حقیقی سوائے خدا کے نہیں ہے) کا تصور کرے اور آہستگی سے سانس روکے اور اسی طرح ہر دن دس سانسیں لے اور ہر روز ایک ایک بار زائد کرتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ ایک سانس سے ایک سو اکیس مرتبہ ذکر کر سکے اس وقت دروازہ قلب کا کھل جائے گا۔ اور نور مشاہدہ سے قلب منور ہو جائے گا۔

شغل سہ۳ پایہ دورہ چشتیہ کا طریقہ

شغل سہ پایہ یہ ہے۔ اَللّٰہُ سَمِیْعٌ اَللّٰہُ بَصِیْرٌ اَللّٰہُ عَلِیْمٌ (خدا دانا اور بینا اور سننے والا ہے) کا ذکر کرے اس ذکر کو اکثر حضرات مشائخ نے کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھ جائے اور سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (مددگار اور محمود شہنشاہ) کا تصور کرے۔ اور سانس کو روک کر اور ناف سے لیکر ام الدماغ تک پہنچائے جب سانس ام الدماغ میں پہنچے تو اَللّٰہُ سَمِیْعٌ (اللہ سنتا ہے) کہے اور بی یسمع (میرے ہی ذریعہ ۔ سنتا ہے) کا تصور کرے پھر ناف پر اَللّٰہُ عَلِیْمٌ (خدا دانا ہے) کہے اور بی یَنْطِقُ (میرے ہی ذریعہ سے بولتا ہے) کا تصور کرے پھر سے شروع کرے اور ام الدماغ میں اَللّٰہُ عَلِیْمٌ اور ناف پر اَللّٰہُ سَمِیْعٌ عروج ونزول کے طریقہ پر کہے یہاں تک کہ ایک سانس میں ایک سو ایک بار شغل سہ پایہ کرنے لگے تو جمال الٰہی سے فیضیاب ہو جائے گا اور چونکہ اس شغل میں آٹھ چیزوں کا تصور شرط ہے اس واسطے اصحاب شطاریہ اس کو ہشت رکنی بھی کہتے ہیں۔ **شعر**

برزخ وذات وصفات[2] وشد ومد وتحت وفوق   می نماید طالبان وکل نفس ذوق وشوق

اس شغل میں جو احوال منکشف ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا بے ادبی ہے لیکن اس میں تین احوال

---

[2] صفات سے مراد صفات اثبات ہیں جن کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور برزخ سے واسطہ مرشد اور ذات سے اسم ذات مراد ہے ۱۲ شہید

ذاتی ہیں۔ اوّل قرب نوافل، دوسرے قرب فرائض تیسرے نہ قرب نوافل اور نہ قرب فرائض بلکہ سالک کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعین عین ذاتِ باری کا تعین ہے۔

فائدہ:۔ قرب کی دو قسمیں ہیں قرب نوافل اور قرب فرائض۔ قرب نوافل اس کو کہتے ہیں کہ سالک سے انسانی صفتیں زائل ہو جائیں اور خدائی اوصاف حاصل ہو جائیں جیسے قم باذنِ اللہ کہہ کر کسی مردے کو زندہ کر دینا اور پھر اس کو ہلاک کر ڈالنا اور بہت دور کی بات سن لینا یا دور کی چیز کا معائنہ کر لینا اور قرب فرائض اس کو کہتے ہیں کہ انسان تمام موجودہ چیزوں کے ادراک سے فنا ہو جائے اور اس کی نظر میں سوائے وجود الٰہی کے کچھ باقی نہ رہے اور فنا فی اللہ کا یہی مطلب ہے اور یہ قرب فرائض کا ثمرہ ہے۔

شغل سُلطاناً نصیراً کا طریقہ

خواجہ معین الدینؒ سے روایت ہے کہ اس شغل کے فوائد بہت ہیں خصوصاً خطرات کے انسداد میں عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ صبح شام کو رو بہ قبلہ دو زانو بیٹھے اور اطمینان خاطر سے دونوں آنکھیں یا ایک آنکھ بند کر کے دوسری آنکھ سے ناک کے نتھنے پر نظر ڈالے اور بغیر پلک جھپکائے جس طرح چراغ یا ستارہ کی روشنی کو دیکھتا ہے غیر معین نور کا تصور کرے اور استغراق اس پائے کا کہ وہ محو ہو جائے ابتدا میں تو آنکھوں میں ضرور تکلیف ہوگی اور پانی بہے گا۔ لیکن چند دن کے بعد جب عادت پڑ جائے گی تو یہ تکلیف جاتی رہے گی اور اس کو اپنی صورت جس طرح آئینہ میں نظر آتی ہے نظر آنے لگے گی اور نور الٰہی سے منور ہو جائے گی۔ اور لطف و مذاق اس کی حیثیت کے مطابق ہو جائے گا۔

شغل سُلطاناً محمُوداً کا طریقہ

جس طرح سلطاناً نصیراً کے ذکر میں نتھنوں پر نظر رکھتے ہیں اسی طرح اس شغل میں دونوں بھوؤں کے بیچ میں نظر رکھتے ہیں اس شغل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کو اپنا سر نظر آنے لگتا ہے اور جب سر نظر آنے لگتا ہے تو عالم بالا کے حالات سے مطلع ہو جاتا ہے

شغل سلطان الاذکار کا طریقہ

سالک کو چاہیے کہ تنگ و تاریک حجرے میں جس میں شور و غل کی آواز نہ آتی ہو داخل ہو کر درود

استغفار اور اعوذ و بسم اللہ پڑھ کے اَللّٰہُمَّ اَعْطِنِیْ[عہ] نُوْرًا (اے اللہ مجھ کو نور دے اور میرے واسطے نور کر دے اور میرا نور بڑھا دے اور خود مجھ کو نور کر دے) تین بار حضور قلب اور تصور سے کہے اس کے بعد لیٹ کر یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر اپنے بدن کو ہلکا کرے اور مردہ تصور کرے اور از سر تا پا متوجہ اور باہمت ہو جائے اور جب سانس لے تو اللہ کا اور جب سانس باہر نکالے تو لفظ ہو کر تصور کرے اور خیال کرے کہ سانس لینے اور باہر کرتے وقت ہر ہر بال سے لفظ ہو نکل رہا ہے اور اس ذکر میں اس طرح منہمک ہونا چاہئے کہ اپنا خیال بھی جاتا رہے اور ہو الحی القیوم (خدا زندہ اور قائم ہے) کا ہر وقت تصور قائم کرے اس کا نتیجہ چند روز کے بعد یہ ہوگا کہ جسم کا ہر ہر رواں اور ہر ہر بال ذاکر ہو جائے گا اور انوارِ تجلّی سے منور ہو جائے گا۔

ذکرِ سلطان الاذکار کا طریقہ

حواس[1] خمسہ کو روئی یا انگلی سے بند کر کے دم کو ناف کے نیچے سے کھینچ کر ام الدماغ میں روکے اور وہاں سے دلِ مدوّر میں لیجا کر اسم ذات کے ذکر قلبی کے ساتھ قلب صنوبری سے آواز حدیث کے سننے کے ضمن میں اس نقطہ درخشندہ کے خیال میں جو دل مدوّر میں ام الدماغ میں واقع ہے بعضے اس کو لطیفہ اخفیٰ کہتے ہیں شغل رکھے یہاں تک کہ یہ نقطہ اس قدر وسیع اور چوڑا ہو جائے کہ تمام جسم منور ہو جائے اور اس کے بعد عرش سے زمین تک مخفی نور ہی نور دکھائی دے اور اس نور میں حق اور ملائکہ کی صورتیں دکھائی دینے لگیں۔ جب سالک اس طریقہ کو حاصل کر لیتا ہے تو اپنی حقیقت کو وجود عالم میں متصرف خود دیکھنے لگتا ہے اس مقام میں سالک کو اپنی صفات کو صفات باری سمجھنا چاہئے وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ (خدا جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے)

شغل سرمدی[2] کا طریقہ

طریقہ بالا پر آنکھوں اور کانوں کو انگلیوں سے بند کرے اور حواس[3] خمسہ کو جمع کر کے خیال کرے کہ دماغ کے اوپر سے پانی گرنے کی آواز آرہی ہے اور اس کے سننے میں پوری ہمت سے مشغول ہو کسی نے کہا ہے۔

---

[1] بلکہ بہتر یہ ہے کہ ذاکر کسی حوض میں غوطہ لگا کر اس عمل پر عامل ہو ۱۲ شہید

[2] بعض لوگ اس ذکر کو بجد و سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں ۱۲ شہید۔ [3] حواس خمسہ دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے اور چھونے کی قوت کو کہتے ہیں ۱۲

[عہ] اَللّٰہُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔

شعر در راہ عشق وسوسہ اہرمن بسے است ؛ ہشدار و گوش دل بہ پیام سروش دار

اور کسی وقت اس سے غفلت نہ کرے چند دن میں اس آواز کو اس قدر قوت حاصل ہو جائے گی کہ بغیر کان بند کئے یہ آواز سنائی دے گی اور کوئی شور و شغل نہ مانع ہو سکے گا اور جب یہ ذکر تمام بدن میں سرایت کر جاتا ہے تو تمام جسم سے گنبد کی ایسی آواز آنے لگتی ہے اس آواز کو اصطلاح صوفیہ میں صوت حسن و ہمس کہتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے **وخشعت**[عہ] **الاصوات**۔ الآیۃ (خدا کے لئے آوازیں پست ہو گئیں تو تم سوائے پست آواز کے کچھ نہیں سنتے ہو) بعض لوگ کہتے ہیں یہی آواز تھی جو موسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ السلام) نے درخت سے اپنے تمام جسم میں سنی تھی اور یہ آواز ان پر وحی کے نزول کی دلیل تھی۔ اور اولیائے کرام بھی اس آواز سے الہام کا فخر حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی کبھی آواز سے وصال حق حاصل کیا ہے۔ یہ آواز پابندی سے غالب ہو جاتی ہے اور کبھی گھنٹے کی ایسی آواز آنے لگتی ہے حضرت حافظؒ فرماتے ہیں **بیت**

کس[۱] ندانست کہ منزل گہ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

اور کبھی دوسرے[۲] قسم کی آواز سنائی دیتی ہے یہ ذکر مکمل حاصل ہو جانے کے بعد سلطان ذکر ہو جاتا ہے۔ اور کڑک اور گرج کی آواز ظاہر ہوتی ہے اور تمام جسم کانپنے لگتا ہے اور بے خودی اور محویت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کبھی چاند سورج اور بجلی کی روشنی کی طرح روشنی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن سالک کو ان انوار کی طرف متوجہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ نور ذات[۳] کی طرف خیال رکھنا چاہئے۔

شغل بساط کا طریقہ

ام الدماغ میں آفتاب کی طرح ایک منور نقطہ ہے جس کو دل مدور اور حضرات صوفیہ اس کو اخفیٰ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ شغل حضرت معین الدین چشتیؒ کو آں حضرت **صلعم** سے بلاواسطہ پہنچا ہے اور اسی

---

[۱] کسی کو نہیں معلوم کہ اس شوخ کے رہنے کی جگہ کہاں ہے بعض وقت صرف گھنٹے کی آواز آتی ہے ۱۲ شہید

[۲] کبھی بھڑ کی اور کبھی طائر کی اور کبھی ڈھول کی طنبورے کی یا اور کبھی دیگچی کے ابلنے کی آواز اور اسی طرح کی مختلف آوازیں گوش زد ہوتی ہیں ۱۲ شہید

[۳] اس مقام کو اصطلاح صوفیہ میں کشاکش کہتے ہیں جب سالک اس مقام سے ترقی کر جاتا ہے تو کشاکش دنیا سے گویا نجات پا جاتا ہے۔ شیخ عبدالقدوسؒ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ کو یہ تین سال میں حاصل ہوا تھا اور یہ چار برس سے کم میں حاصل نہیں ہو سکتا

[عہ] وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۔

شغل کی برکت سے معین الدین چشتیؒ کو باطنی معراج حاصل ہوئی تھی اسی بنا پر کہا جاتا ہے اَلعلم نقطة (علم ایک نقطہ ہے) اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے اور زبان کو تالو سے لگا کر ام الدماغ میں روک کر گردہ ہو ہو کو سرمئی سرخی مائل آفتاب کی طرح خیال کرے کہ یہ تمام جسم کو پھیلا کر حاوی ہوگیا ہے۔ گویا اس کا جسم فنا ہوگیا ہے اور اس کی جگہ پر گردہ ہو (کہ بے جہت اور بے کیف ذات کا عین ذات ہے) قائم ہوگیا اور اس مرتبہ فنا کا نام رویت تجلیٔ ذات اور لاہوت محمدی ہے۔ اس شغل میں اگر زرد نور دکھائی دے تو نور نفس و ناسوت اگر سرخ دکھائی دے تو نور ملکوت اور اگر سبز نظر آوے تو نور جبروت اور اگر سیاہ نظر آئے تو نور لاہوت ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ خدا کی عنایت ہے جس پر چاہتا ہے کرتا ہے۔

تیسری فصل ان انوار و مراقبات کے بیان میں جو ذکر اور مراقبہ کی حالت میں ظاہر ہوتے ہیں

مراقبہ کا طریقہ۔ جب انوار جہریہ و سریہ سے سالک منور ہوجاتا ہے۔ اور اس کی رگ و پے میں ذکر سرایت کرجاتا ہے اور ایک محویت اور بے خودی پیدا ہوجاتی ہے تب اس کو مراقبات کی تعلیم دی جاتی ہے اور مراقبہ کی چند قسمیں ہیں جن سے طالب کو فائدہ ہو اور جو اسے منزل مقصود تک پہنچائے اس پر عمل کرے اس میں سے چند ہم بیان کرتے ہیں۔

مراقبہ کا طریقہ

دوزانو (جس طرح نماز میں نشست ہوتی ہے) بیٹھ کر سر کو گھٹنے پر رکھ کر قلب کو غیر اللہ سے بالکل خالی کرکے خدا کی درگاہ میں حاضر کرے اور تعوذ یعنی (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) اور تسمیہ یعنی (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کے بعد اَللّٰہُ حَاضِرِیْ، اَللّٰہُ نَاظِرِیْ، اَللّٰہُ مَعِیْ۔ کہہ کر مراقب ہوکر اس کے معنی کا تصور کرے اور خیال کرے کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور ہمیشہ میرے ساتھ ہے اس خیال میں اس قدر منہمک ہوجائے کہ غیر خدا کا یہاں تک کہ اپنا بھی خیال دل سے نکل جائے اور اگر یہ خیال تھوڑی دیر میں زائل ہوجائے تو یقین کرنا چاہئے کہ مراقبہ نہیں ہے ابتدا میں مراقبہ میں زحمت ہوتی ہے لیکن عادت ہوجانے پر کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس سے رجوع مشکل ہوجاتا ہے۔ لیکن اس

---

[1] جو چیز مطلوب حقیقی، تک پہنچانیوالی ہو اس کے خیال رکھنے کو مراقبہ کہتے ہیں تو مراقبہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مدنظر رکھنے کو کہتے ہیں اور مراقبہ خاص یہ ہے کہ خدا کی ذات میں اس قدر فکر کرے کہ اپنے سے بے فکر اور بے خبر ہو جائے ۱۲ شہید

مرتبہ تک رسائی تدریجاً ہوتی ہے اس وجہ سے ابتدا میں عاجز ہو کر چھوڑ نہ دینا چاہئے۔

شعر
ہمہ کارے[۴] کہ ہمت بستہ گردد ؛ اگر خارے بود گلدستہ گردد

دوسرا مراقبہ

جن امراض قلبی کی وجہ سے دل غیر خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے ان کے اسباب تین ہیں ایک حدیث نفس یعنی بقصد اپنے دل سے جلوت اور خلوت میں باتیں کرنا۔ دوسرے خطرہ جو بلا قصد دل میں پیدا ہو جاتا ہے، تیسرے نظر بغیر یعنی کثیر التعداد چیزوں کی واقفیت ان امراض کا اصلی علاج شغل باطنی ہے۔ لیکن اس کی چند صورتیں ہیں حدیث نفس کی صورت میں اسم ذات اور خطرہ میں اسمائے صفات الٰہیات کا دل میں تصور کرے اور دل کی توجہ مرشد کی طرف رکھے۔

مراقبۂ رویت

خدا کی رویت کا تصور کرے اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی (کیا نہیں جانتا ہے کہ خدا دیکھتا ہے) پر غور کرے اور اس پر یہاں تک مواظبت کرے کہ اس صورت کے دیکھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

مراقبہ معیت وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔ (جہاں کہیں تم ہو خدا تمہارے ساتھ ہے) معنی کے ساتھ تصور کرے اور یقین کرے کہ خلوت و جلوت بیماری صحت غرض ہر حالت میں خدا میرے ساتھ ہے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے

مراقبہ اقربیت

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (ہم انسان کے رگ گلو سے بھی زائد قریب ہیں) پر تصور معنی کے ساتھ غور کرے اور اس خیال میں محو ہو جائے کہ خدا مجھ سے قریب ہے۔

مراقبۂ وحدت ہمہ اوست اور ھو الاول ھو الاٰخر (اس کا وجود ہر جگہ جلوہ فرما ہے اور ابتدا اور انتہا میں وہی ہے) زبان سے کہے اور تصور کرے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جائے۔

مراقبۂ فنا کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ الاٰیۃ۔ (دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں اور بزرگ خدا باقی رہے گا۔ کے معنی کے تصور

---

[۴] جو کام ہمت کے ساتھ کیا جائے اس میں اگر کانٹے ہوں گے تو گلدستے ہو جائیں گے ۱۲ شہید

[۵] كُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ط

کے ساتھ خیال کرے کہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور ذات باری جو بے عیب ہے ہمیشہ رہیں گی اور چشم دل سے دیکھے اور اس خیال میں محو ہو جائے تاکہ اس کے معنی اور بھی منکشف ہو جائیں اور اس کے وجود کو فنا اور علم و عقل کو اضمحلال حاصل ہو۔

دیگر مراقبات بہت ہیں

جیسے اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (جدھر منہ پھیرو ادھر ہی خدا ہے) اور کَانَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا (خدا تمہاری حالتوں کا معائنہ فرماتا ہے) اور وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (خدا ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے) اور فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (خدا تم میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔

دوسرا مراقبہ

بعض لوگ آنکھ کھول کر آسمان کی طرف یا اپنے سامنے دیکھتے ہیں اور پلک نہ بند ہونے کی کوشش کرتے ہیں اس شغل میں انوار الٰہیہ متجلی ہوتے ہیں اور ایک پلک سے آگ نکل کر تمام جسم کو گھیر لیتی ہے اور عشق خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ مراقبہ ہوا[1] کہلاتا ہے۔ بعض حضرات نظر ہوا پر کر کے مدتوں عالم تحیر میں رہتے ہیں

مراقبہ ۔ تنگ و تاریک حجرے میں بیٹھ کر آنکھ کھول کر ہوا میں ایک جگہ دیکھے اس سے انوار الٰہی ظاہر ہوں گے اور وصال حق نصیب ہوگا۔

مراقبہ ۔ بعض لوگ خاموش رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ میں موجود نہیں ہوں بلکہ اسی کا وجود ہے اگر پوری توجہ سے اس پر غور کرے گا تو جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ[2] کے مطابق خودی کا خیال دل سے نکل جائے گا۔ اور یہ راستہ بہت قریب کا ہے۔

مراقبہ ۔ بعض لوگ ذات باری کو صاف اور روشن پانی کا دریا تصور کرتے ہیں اور اپنے کو اس دریا کا قطرہ خیال کرتے ہیں اور اس میں مستغرق ہو جاتے ہیں

مراقبہ ۔ بعض اس نور مطلق کو نور غیر متناہی کا دریا فرض کرتے ہیں اور اپنے کو اس دریا کا ایک قطرہ مستہلک خیال کرتے ہیں۔

---

[1] ہوا میں سر عظیم یہ ہے کہ مستقیم اور مستدیم ہے اور قول اللہ کا فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ اسی کلام کا ہمسر ہے اور ہوا عالم خدا اور عالم صفات ہے کون و مکان و کوان یعنی منزہ ہزار عالم اسی ہوا میں ہیں اور ہوا سے گذر کر سبحان و لامکان ہے جس کا۔ الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اور تو ہوا کہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ہوا کیا چیز ہے ۱۲ ارشاد الطالبین [2] حق آگیا اور باطل فنا ہوگیا ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید ؒ

مراقبہ بعض اس کو ظلمت محض اور اپنے کو تاریکی میں زائل ہو جانے والا سایہ تصور کرتے ہیں غرض یہ مثالیں اس وجہ سے فرض کی جاتی ہیں تاکہ مادی اور کوتاہ عقلیں اس کو تصور کر سکیں ورنہ ذات مطلق جو بے کیف و بے چون اور تمام دنیاوی لوازم سے خالی ہے اور اس سے کوئی نسبت بھی نہیں رکھتی ہے۔ ان تمثیلات سے پاک اور بری ہے **تعالیٰ[1] اللہ عن ذالک علواً کبیرا** اور ان تمام حیلوں اور طریقوں سے غرض اپنے موہوم ہستی کو فنا کرنا ہے کیونکہ یہ وجود عین حقیقت کے مشاہدہ سے سالک کو روکتا ہے جس قدر سالک استغراق اور محویت کی زیادتی کی وجہ سے اپنی ذات سے فنا ہو جاتا ہے اسی قدر وصال حق نصیب ہوتا ہے۔ غرض سالک کو اپنے افعال و صفات اور وجود کو جناب باری کے صفات افعال اور وجود سمجھنا چاہیئے اور اسی میں مستغرق رہے تاکہ اس کی حقیقت اس پر منکشف ہو جائے اور منزل مقصود تک پہونچ جائے۔

فائدہ۔ جب مذکورہ بالا اذکار جہریہ اور سریہ سے مرید ترقی کر جاتا ہے اور درجہ کمال کو پہونچ جاتا ہے تو اس پر معنوی و حقیقی (جس کو ذکر روحی اور سری اور ذکر مشاہدہ و معائنہ کہتے ہیں) منکشف ہو جائے تو وہ اس مقام میں غلبۂ نور اور خدا کی عظمت سے بیہوش[2] ہو جائے[3] گا۔ ہوش میں آنے پر سالک کو اپنے کو عاجز اور کم حیثیت سمجھنا چاہیئے اور ترقی کا آرزومند ہونا چاہیئے اس کے بعد نور جمالی ظہور فرمائے گا اس نور کا غلبہ اس کے حواس خمسہ کو بیکار اور مضمحل کر دے گا۔ اور باطنی آنکھ کے غلبہ کی وجہ سے اس نور کو ظاہری آنکھ سے دیکھے گا۔ اگر یہ اس کے دل میں ٹھیر جائے گا۔ اور قرار پکڑلے گا۔ تو اس کا ارادہ اور کام خدا کا ارادہ اور کام ہو جائے گا۔[4] **وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ**[5] دیکھنا سننا غرض اس کے تمام افعال خدا ہی سے ہوں گے اور تمام چیزوں میں خدا کے وجود کو پائے گا۔

---

[1] خدا ان تمام چیزوں سے بالاتر اور پاک ہے ۱۲ شہید [2] بے ہوشی کی دو حیثیتیں ہیں ایک تو بے حس و ادراک ہو جانا اور دوسرے نیند یا نشہ کی کیفیت کا پیدا ہو جانا ۱۲ شہید [3] جب حضرت موسیٰ کے ایسے جلیل القدر رسول ایک ادنیٰ تجلی میں بے ہوش ہو کر پہاڑ پر گر پڑے تو یہ بیچارہ کس طرح متحمل ہو سکتا ہے اس کا تو بے ہوش ہو جاتا اور ہوش و حواس کا زائل ہو جانا یقینی ہے مولانا محمد صبغت اللہ صاحب شہید لکھنوی فرنگی محلی ۱۲ [4] تمام موجودات کو خدا گھیرے ہوئے ہے یعنی دنیا اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے اور اس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں ہے اور تم جہاں کہیں اور جس حالت میں ہو خدا تمہارے ساتھ ہے ۱۲ شہید

[5] اس مقصد کو شیخ المتصوفین حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنے شعر میں یوں ادا کیا ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتر است معرفت کردگار۔ یعنی سبز درختوں کے چھوٹے چھوٹے پتے عقلمند اور سالک کی نظر میں خدا کی جاننے کے ایک ایک دفتر ہیں وہ انہیں پتوں میں خدا کو دیکھتا ہے یہی ہمہ اوست کے معنی ہیں ۱۲ شہید

اور اس کی توجہ خدا ہی کی طرف ہوگی یہ مرتبہ قرب نوافل و مقام مشاہدہ کا ہے اور اس کی کوئی حد نہیں ہے اس میں سالک بنی[ف] ہوئی چیزوں سے بنانے والے یعنی خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جب سالک اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے۔ اور اس میں کمال حاصل کر لیتا ہے اس کو مجذوب کہنے لگتے ہیں۔ اور وَبِیْ[ف۱] یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَبِیْ یَمْشِیْ وَبِیْ یَعْقِلُ مَا رَاَیْتُ شَیْاءً اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ

شعر۔
علم حق[ف۲] در علم صوفی گم شود ؞ ایں سخن کے باور مردم شود

اس مرتبہ میں انوار تجلی کبھی اجسام کی طرح سالک پر ظاہر ہوتے ہیں تو اس کو چاہئے کہ ان انوار کو انوار الٰہی خیال کرے اگر اس حالت پر سالک ٹھہر جاتا ہے تو وہ اس سے بلند مرتبے میں پہونچ جاتا ہے اور تجلی ذاتی اس کے قلب کو حاصل ہوتی ہے اس تجلی میں اس نور کو بے نظیر و بے مثال دیکھے گا اور خدا کے وجود کو جانے گا۔ اور جناب باری کو بے حجاب دیکھے گا۔ اور اس سے یا اور دوسروں سے جو افعال و اوصاف صادر ہوں گے ان کو جناب باری کے اوصاف و افعال خیال کرے گا۔ جو عالم سے ظاہر ہوتے ہیں یہ مقام قرب فرائض کا ہے اس مرتبہ میں کمال حاصل کر لینے کے بعد سالک مجذوب سالک کہلاتا ہے یعنی صفات باری اور اس کی ہستی کو دنیا کی ہر چیز میں مشاہدہ کرتا ہے مَا[ف۳] رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتَ اللّٰہُ فِیْہِ اس مشاہدہ کی کوئی حد نہیں ہے اگر اس مرتبہ سے مزید ترقی حاصل ہو اور تجلی ذات یا تجلی صفات خدا کے فضل سے اس پر ہوں تو اس کو ان تجلیات میں مستغرق ہو جانا چاہئے اس تیسری مرتبہ میں سالک ہمہ تن صانع ہو جائے گا اور کوئی صنعت نہ رہے گی اور اَلَا[ف۴] اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْئٍ مُّحِیْطٌ کا اس سے ظہور ہوگا اور مَنْ[ف۵] عرف نفسہ فقد عرف ربہ کا اسرار اس پر منکشف ہو جائے گا۔ اور خدا کی ہستی کے سوا اس میں کچھ نہ رہے گا۔ اور فنا ہو جائے گا اور[ف۶] کل شیئٍ ھالکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ کا اس پر ظہور ہوگا۔ اور حق محض باقی رہ جائے گا۔ اگر اس جگہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ کا تصور[ف۷] کرے گا نور روح کو جو خدا کا نور ذاتی ہے۔ بے نقاب دیکھے گا اور رَاَیْتُ[ف۸] رَبِّیْ بِرَبِّیْ ؞

[ف] حاشیہ صفحہ گزشتہ پر دیکھئے۔ [ف۱] یعنی میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے دیکھتا ہے بولتا ہے پکڑتا ہے چلتا ہے اور ادراک کرتا ہے میں کوئی چیز نہیں دیکھتا جس میں خدا کا جلوہ دکھائی نہ دے ۱۲ شہید [ف۲] خدا کا علم اس کے علم میں غائب ہو جاتا ہے یعنی دونوں علم مخلوط ہو جاتے ہیں لیکن اس کہنے کو ہر شخص یقین نہیں کر سکتا ۱۲ شہید [ف۳] میں نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس میں خدا کا جلوہ نہ دکھائی دے ۱۲ شہید [ف۴] آگاہ ہو جاؤ کہ خدا تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے سب چیزیں اس کے قبضہ اقتدار میں ہیں ۱۲ شہید [ف۵] جس نے اپنے کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو جان لیا خود انسان خدا کی صنعت اور خدا کی قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے اس وجہ سے اگر اپنی حالت پر غور کرے گا تو اس پر قدرت (باقی صفحہ ۴۴ پر

اس پر شاہد ہے سالک خدا کو اس کے نور ذات کے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور اپنے کو درمیان میں نہیں پاتا اور اسی کو فنا کہتے ہیں۔

فنا کے مراتب کا بیان

فنا کے چند درجے ہیں اور ہر ایک درجہ کی ایک معین حد ہے (جس طرح ذکر جسم، ذکر نفس، ذکر دل، ذکر روح، ذکر سر، ذکر کے پانچ درجے ہیں (جن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے)۔ اسی طرح پر فنا کے بھی پانچ درجے ہیں۔ اول مرتبہ غلبۂ ذکر ربانی (جس کو ذکر جسمی کہتے ہیں اس کے غلبہ کی وجہ سے برے اخلاق (جو نفس امارہ کی صفتیں ہیں) صفات حمیدہ (جن کا شرع نے حکم دیا ہے) میں فنا ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ ذکر فکر ہی کے غلبہ سے (جس کو ذکر نفسی کہتے ہیں) نفسانی خواہشیں[سے] اور (جو نفس لوامہ کی صفتیں ہیں۔ وہ امکانی خواہش ہیں فنا ہو جاتی ہیں تاکہ وہ احکام شرع کی مضبوطی سے پابندی کر سکے اور مکاشفہ اور الہام کا طریقہ (جو نفس ملہم کا مقام ہے منکشف ہو جاوے، تیسرے ذکر قلبی کے غلبہ کی وجہ سے موجودات کے اوصاف و افعال موجود مطلق (یعنی اللہؒ) کے اوصاف و افعال میں فنا ہوں تاکہ ہر شئے میں افعال حق کا جلوہ نظر آئے اور اطمینان قلبی (کہ نفس مطمئنہ کا مقام ہے) حاصل ہو جاوے، چوتھے ذکر روح کے غلبہ میں (جس کو مشاہدہ کہتے ہیں) کثرت خدا کی یکتائی میں فنا ہو جائے۔ یہاں تک کہ سالک کے مشاہدے میں ذات مطلق کے مشاہدہ کے سوا کچھ نہ ہو یہ مرتبہ مشاہدہ کا ہے۔ پانچویں ذکر سری کی زیادتی میں جو لذت اذکار اور معائنہ اور خلق سے نفرت کرنے کو کہتے ہیں۔ خود سالک ذات مطلق میں فنا ہو جائے یہ معائنہ ہے اور رضائے سالک یہی ہے کہ اپنے وجود کو کسی سبب سے اپنے میں نہ پائے پھر کیونکہ اگر پائے گا تو فنا فنائیت بھی فنا ہو جائے گی اور فناء الفناء کا مصداق بنے گا اس مقام میں علم سالک اور اس کی ذات وغیرہ کچھ باقی نہیں رہتی لی[۹] مع اللہِ وَقتٌ وقت کی طرف اشارہ ہے۔

(بقیہ ص۳۴) کے اسرار منکشف ہو جائیں گے اور وہ اپنے صانع کو دریافت کر لے گا ۱۲ شہید ۶ہ تمام موجود چیزیں مٹ جائیں گی لیکن خدا موجود بھی فنا نہ ہوگا ۱۲ شہید ۷ہ اس وقت بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا اور پہلی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوا ۱۲ شہید ۸ہ میں نے اپنے پروردگار کو اپنے پروردگار سے دیکھا ۱۲ شہید

[سے] یعنی نفس جس کے اثر سے انسان برے کاموں میں مشغول ہو جاتے اور اپنے پروردگار کو بھول جاتا ہے تو مر جاتا ہے اور انسان کو بھی ایسی خواہش نہیں کرتا جو ناجائز اور مذموم ہو بلکہ اس کی خواہشیں وہی ہوتی ہیں جو خدا کی خواہشیں ہیں ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید

اور مَنْ رَّآنِي[1] فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ کا ظہور ہوتا ہے۔

شعر تو در[2] یں گم شو کہ توحید ایں بود گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

سالک اس مرتبہ میں سیر الی اللہ جو اس کا مقصد ہے اور سیر فی اللہ جس کا اس کو تصور ہے تمام کرکے مقصد اصلی حاصل کرکے تمام موجودات کی علت اپنے ظہور کو جانتا ہے یعنی وجود سالک بالکل فنا ہو جاتا ہے حضرت بایزید بسطامیؒ اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ میں جبتک غائب تھا اسے ڈھونڈتا تھا اور اپنے کو پاتا تھا اس وقت تیس سال سے جب اپنی تلاش کرتا ہوں تو خدا کو پاتا ہوں اس مرتبے کی تجلی اگر سالک پر ایک بار بھی پڑ جائے تو ولی کامل ہو جائے مگر یہ مرتبہ بہت کم ظاہر ہوتا ہے بعض حضرات کے نزدیک ایک ہفتہ میں یا دو لمحہ یا ایک دن میں ایک دو لمحہ ظاہر ہوتا ہے تین دن یا کم زیادہ اور یہ عارف کی حالت پر مبنی ہے جیسی حالت ہوگی ویسی ہی فنائیت ہوگی ہر شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ جب سالک کو خدا اس مرتبہ فنا سے بقا دینا چاہتا ہے تو اپنے نور سے باقی رکھتا اس مرتبہ کو جمع الجمع کہتے ہیں اور یہ مقام بڑی حیرت کا ہے اور اسے آخری مقام کہتے ہیں ؛

فائدہ۔ بقا باللہ رجوع الی البدایت کا نام ہے یعنی بدایت میں مبتدی کی نظر مظاہر پر سطحی پڑتی ہے اور یہ مقام باعث بہت بڑی غلطی کا ہوتا ہے اور اپنی بیخودی اور تعینات کے فنا ہو جانے کے بعد پھر تعینات کی طرف رجوع کرتا ہے اس وقت سب سے پہلے ذات مطلق پر نظر پڑتی ہے اس کے بعد ذات مطلق کے نور سے تعینات مظاہر کو دیکھتا ہے اگرچہ تعین کے اعتبار سے دونوں مرتبے ایک ہی ہیں لیکن فرق ظاہر ہے تو عارف ہر حالت اور ہر وقت میں خدا کے وجود کا تصور کرتا ہے اور کوئی چیز اس کو خدا کے دیکھنے سے اور خدا کا دیکھنا اور دوسری چیزوں میں دیکھنے سے نہیں روکتا ہے کیونکہ عارف حقیقت انسانی تک جو کہ الوہیت ہے" پہونچ گیا۔ جس طرح الوہیت کے واسطے وجوب و امکان برابر ہیں اسی طرح عارف کے لئے حق خلقت حق سے کوئی حاجب نہیں۔ وَمَا رَأَيْتُ شَيْئًا اِلَّا وَرَأَيْتُ اللّٰهَ فِيهِ اور اس کو خلق معدوم محض اور خدا موجود مطلق معلوم ہوتا ہے اور خدا کے علم کے ذریعہ سے اپنے کو مطلق قید میں آیا ہوا تصوّر کرتا ہے اور قیود کی وجہ سے اپنے کو بندہ سمجھتا ہے۔ اور کہہ اٹھتا ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس مرتبہ میں خدا کا خلیفہ

---

[1] جس نے مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً خدا کو دیکھ لیا ہے ۱۲ شہید

[2] تم اپنے وجود کو خدا کے وجود میں فنا کردو کیونکہ توحید کے معنی یہی ہیں پہلے فنا کو فنا کردو کیونکہ تفرید یہی ہے ۱۲ شہید

ہو کر لوگوں کو اس تک پہونچا تا ہے اور ظاہر میں بندہ اور باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس مقام کو برزخ البرازخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب و امکان مساوی ہیں کسی کو کسی پر غلبہ نہیں مَرَجَ[1] البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان اس مرتبہ پر پہونچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے۔ اور سخر[2] لکم ما فی السموٰت و ما فی الارض کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ ذی اختیار ہو جاتا ہے اور خدا کی جس تجلی کو چاہتا ہے اپنے اوپر کرتا ہے اور جس صفت کے ساتھ چاہتا ہے متصف ہو کر اس کا اثر ظاہر کر سکتا ہے چونکہ اس میں خدا کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور خدا کے اخلاق سے وہ مزیّن ہے اور اس نے جمال اسبغ[3] علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ کو دیکھا ہے اور نورٌ علیٰ نور ہو گیا اس وجہ سے حال اس کے تابع ہو گیا ہے۔

قطعہ

ہیچ[4] کس ایں درد را درماں نیافت ہیچ کس ایں راہ را پایاں نیافت
اے برادر بے نہایت درگہیست ہرچہ بروی می رسی بروی مایست

فائدہ۔ سالک کو ذکر زبانی و دلی میں تنہائی اور مجمع میں باآواز اور بلا آواز رات دن مشغول رہنا چاہیئے تاکہ اپنے کو اور اپنے ذکر کو بالکل بھول جائے اور محو کر دے انشاء اللہ ذاکر کے دل پر لاتعداد انوار و اسرار الہٰی جلوہ فرما ہوں گے اور ان انوار کی روشنی میں جمال کا لطف اور تجلّی حق حاصل ہو گی اور اپنے مقصد میں کامیابی ہو گی۔

فائدہ۔ مگر اس جگہ ہوشیار رہنا چاہیئے اور مراقبہ کرنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نور کی طرف متوجہ ہو جائے جو مطلوب نہیں ہے اور لطف اٹھا کر خسارہ اٹھائے اور رشک معشوقیت سے جل جائے اگرچہ خدا کے انوار صرف جلالی نہیں ہیں جمالی بھی ہیں مگر حفظ مراتب ضروری ہے اور اچھے بُرے میں امتیاز کرنا چاہیئے ورنہ کفر اور زندیقیت کا ڈر ہے لہٰذا اچھے بُرے انوار کے علامات اور آثار جاننا چاہئیں۔

اچھے اور بُرے انوار آثار کی کیفیت

جب سالک کا دل خدا کا ذکر کرنے لگتا ہے اور ذکر تمام اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے

---

[1] جو دو دریا ایک دوسرے سے ملتے ہیں انکو ملا دیا ان کے بیچ میں ایک پردہ یعنی حد ہے جس سے تجاوز نہیں کر سکتے ہیں ۱۲ شہید

[2] جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے اس کو تمہارے قبضہ اور تمہارے اختیار میں کر دیا ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید

[3] خدا نے اپنی ظاہری اور پوشیدہ نعمتیں تم کو عنایت فرمائیں ۱۲ مولانا صبغت اللہ شہید

[4] اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے اس راستہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اس درگاہ کی کوئی نہایت نہیں جس پر تم پہنچو اس پر رک نہ جاؤ یعنی خدا کے عشق کا کوئی علاج سوائے (باقی صفحہ ۳۷ پر)

بھوک زیادہ ہو تو کھا دل کے کباب
پیاس غالب ہو تو دے آنکھوں سے شراب
حالکو اس کے کوئی اگر پوچھتا
ہنس کے رو دیتا نہ تھا کچھ بولتا
میر کے لڑکے کو جب پہنچی خبر
اسکی بیماری کی پھر تو جلد تر
جا مری جانب سے یوں اکبار کہہ
کیا ہے بیماری تجھے اے یار کہہ
یوں جواب اس سوختہ جان نے دیا
تیری الفت میں مرا دل پھنس گیا
جان لے القصہ میرا بیگماں
جسم تڑپے ہے یہاں اور جاں وہاں
میر کا لڑکا یہ سن کر ناز سے
بول اٹھا کیا جانے کس انداز سے
گر ترا دل مجھ پہ یوں مائل ہے اب
بھیجنے میں کون چیز حائل ہے اب
جا کے نوکر نے پیام جاں فزا
میر کے لڑکے کا عاشق سے کہا
بعد لمحہ بے طلب تو گھر میں آ
اور طبق پوشیدہ لیجاتا اٹھا
بعد اک ساعت کے نوکر میر کا
حسب فرمودہ پسر اندر گیا
ہے طبق رکھا ڈھکا اوپر رومال
اور زمین پر ہے پڑا وہ نونہال
۱۸ اور کہا سب اس سے جا کر ماجرا
میر کے لڑکے نے پھر سنکر ذرا
دیکھتے ہی اک لگی سینہ پہ چوٹ
ہوگیا اسکا بھی دل بس لوٹ پوٹ
دیکے دل آرام اس کو ہوگیا
جب گیا پہلو سے دشمن ہوگیا
سنتے ہی خادم گیا واں جلد تر
اور اس جاندادہ کی لایا خبر
رکھ کے سر زانو پہ بیدم ہوگیا
سانپ کے کاٹیکے جوں چپ سوگیا
ہوگیا وہ جاں بحق تسلیم آہ
سنکے اسکی بھی ہوئی حالت تباہ
فائدہ کیا اس پشیمانی سے اب
چلگیا جب تیر ہٹ سکتا ہے کب
لیکے مسکیں نے اشارہ دلربا
دیدیا دل کرکے پہلو سے جدا
دلدیا لاکھوں خریدے ہمنے دماغ
اک کلی دیکر لیا پھولوں کا باغ
خلق دے مخلوق پر جان بے عنا
عشق خالق میں نہ ہو کیونکر فنا
شمع پر پروانہ ہو جل کر فنا
عاشقان حق نہ ہو کیونکر فنا
حسن یوسف عکس حسن حق ہے یار
حسن حق پر کیوں نہ ہو عاشق نثار
گوئی شو میگر دہد پہلوئے صدق
غلط غلطاں و زخم چوگان عشق
نے کبھی ہنستا نہ کرتا بول چال
غم کے کونے میں پڑا رہتا نڈھال
اندر اندر کھا کے رنج یار سخت
رفتہ رفتہ ہوگیا بیمار سخت
جھٹ بلا کر ایک خدمتگار کو
یوں کہا جا پوچھ اس بیمار کو
آکے خدمتگار نے بعد از سلام
میر کے لڑکے کا پہنچایا پیام
تیری فرقت میں ہوا بیمار میں
اب کوئی دم کا ہوں مہماں یار میں
لوٹکر کے میرزادے کا غلام
آیا اور بیمار کا لایا پیام
یعنی نوکر کو کہا جا جلد تر
کہدے اس دلدادہ سے اس طور پر
دل ترا رہتا ہے گر مجھ بن اداس
بھیجدیتا کیوں نہیں دل میرے پاس
سن کے عاشق نے پیام دلربا
ٹھہر دروازہ پہ نوکر کو کہا
وہ طبق سربستہ لیجا کر ضرور
جلد رکھنا میرزادے کے حضور
جا کے دیکھا ہے طبق رکھا ڈھکا
اور زمین پر اک طرف لڑکا پڑا
وہ طباق اسجا سے جلدی سے اٹھا
میر کے لڑکے کا جا آگے دھرا
اس طبق کو دیکھا جو رومال اٹھا
دل تڑپتا پایا اس میں برملا
وہ تو دل کو دیکے راحت پاگیا
دلکو اس کے بھی مگر تڑپا گیا
پھر کہا خادم کو جلدی دوڑ کر
جا کے اس جانباز کی لا تو خبر
یعنی وہ دلدادہ لڑکا مر گیا
جانکو جاناں پہ قرباں کر گیا
عشق اپنا کام کر کے چل گیا
گلبن نوبرئے گل میں مل گیا
اپنے کہنے سے پشیماں ہو کے وہ
ہوگیا بیہوش بس رو رو کے وہ
عاشق صادق تھا اور اہل کمال
دیدیا دلبر کو جو دل بے ملال
اک اشارے میں دیا دل بیخلل
کرگیا اس شعر پر گویا عمل
جبکہ ہو عاشق مجازی کا یہ حال
کیوں نہ مٹے جاں عاشقان ذو الجلال
عشق مولیٰ کچھ نہیں لیلیٰ سے کم
کیوں نہ ہوں مجنوں میں اسیر یکقلم
حسن یوسف پر زنان مصر مست
ہو کے کاٹیں جائے لیموں اپنے دست
عاشقان صورت و وہم و خیال
کب ہوں مثل عاشقان ذو الجلال
عشق حق میں تو جو دے اک جانکو
پاوے بدلا دس سے لیکر سات سو

عشقہائے کز پے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود
پھر تڑپ کر گر پڑی بے ہوش ہو
آہ بھر کر رہ گئی خاموش ہو
شیخ نے اسکو پکارا اے کنیز
بولی لبیک اے سری باتمیز
نام جو لیتی ہے میرا بر ملا
مجھ کو جانے ہے کہاں سے تو بتا
غم میں اس کے عشق کے کھیلی ہے نرد
آپکو کھو کر کے پایا اس کو فرد
شیخ بولے مانا میں عاشق ہے تو
پر بتا ہے کون تیرا ماہرو
کونسے محبوب کی عاشق ہے تو
کونسے مطلوب کی شائق ہے تو
کون سے ہے شعلہ رو کی سوختہ
ہے تو کس تیر نگہ کی دوختہ
کونسے ہے سرو قد کی پائمال
عشق میں کس ماہ کے ہے تو ہلال
زخم خوردہ ہے تو کس چوگان کی
گیند کی جوں ہے جو غلطاں ہر گھڑی
حضرت تحفہ بغم پر سینہ چاک
کہہ چکی جب یہ حکایت دردناک
بعد ساعت کے جو آیا اسکو ہوش
پھر وہی نعرہ تھا اور جوش و خروش
یوں کہا پھر شیخ نے اسے باادب
کیا مرا جانے ہے تو نام و لقب
بولی جیسے دوست کو جانا ہے یں
اس سے اس کو خوب پہچانا ہے میں
کھل گئے سب دل میں اسرار جہاں
ہے نہ کوئی بھید اب مجھ سے نہاں
کر ذرا روشن ترا ہے کون ماہ
کونسے بت نے تری ماری ہے راہ
کونسے دلدار پر مائل ہے تو
کسکی تیغ ابرو کی کمال گھائل ہے تو
ہے تو کس شیریں دہن کی تشنہ لب
ہے تو کس چاہ ذقن میں غرق اب
پیچ میں آئی ہے کس کاکل کے تو
ہے فتنہ میں پیچ بتا کس تل کے تو
کونسے شمشاد کی قمری ہے تو
کونسے آزاد کی قیدی ہے تو
کون سے گل کی ہے تو بلبل بتا
کون ہے محبوب تیرا گل بتا

بیان کردن بی بی تحفہ معشوق و محبوب خود را کہ محبوب من معبود برحق و قادر مطلق است

عرض کی تحفہ نے اے قطب زماں
ہے مرا محبوب خلاق جہاں
یعنی جس نے کر دیا ہے بے قصور
حرف رد سے دونوں عالم کا ظہور ۱۹
عشق سے پر جان جسنے دی مجھے
یاد میں اپنے بہر موکی مجھے
مجھ کو اپنے سے آشنا سا کر دیا
نور عرفاں سے مرا دل بھر دیا
خالق کونین پر عاشق ہوں میں
مالک دارین کی شائق ہوں میں
دل دہندہ ہی کی دلبر وہ ہوں میں
اپنے اسجاں بخش کی مردہ ہوں میں
ہوں دہندہ آبرو کی اشک ریز
اپنے عزت بخش کی ہوں خاک بیز
اپنے اسیر آب سرد گل ہوں میں
گاہ قمری اور گہے بلبل ہوں میں
جسکی وحدت کی ہے کثرت جلوہ گاہ
جسکی یکتائی کا شہد اللہ گواہ
ہے وہی معبود برحق میرا دوست
ہے وہی موجود مطلق میرا دوست
ہے مرا محبوب مطلوب و حبیب
جو ہے مجھ سے بھی بہت میرے قریب
جسکی پی کر کے مئے حیرت زمین
ہے پڑی بدمست بیجان و خبر یں
جسکے جام عشق سے ذرات مست
فرش تا عرش موجودات مست
ہے جو محبوبان عالم پر یہ نور
ہے اسی کی پرتوہ کا سب ظہور
دلربا جسنے دیا دل اس کو میں
آپ کو چھوڑا گئی مل اس کو میں
اپنی ہستی بخش پر ہوں میں فنا
ہیر ہستی میں ہے وہ جلوہ نما
اپنے ہوں افروختہ پر سوختہ
اپنی شادی پر ہوں غم اندوختہ
ہے مرا محبوب دو عالم کا رب
جسکی پاکی بولتی ہے خلق سب
ذات برحق بادشاہ بیبدل
فرد مطلق لایزال و لم یزل
ہے مرا محبوب سر کن فکاں
جان عالم جان جاں روح جہاں
ہے مرا معشوق وہ بلاشبہ شک
عشق میں جسکے ہے سرگرداں فلک
ہے نشہ میں جسکی عبدیت کے چور
آدم و جن و ملک حور و قصور
ہے وہی دلبر مراد ہی حبیب
اور سوا اسکے نہیں کوئی حبیب
حسن محبوبان عالم سربسر
عکس حسن حق ہے یوں خود سنگ پر

جس براندودہ ہے یہ خوبی خلق
عکس محبوبی ہے محبوبی خلق
اڑ گیا جب زر ہوئی ظاہر مسی
اسکے عاشق پر جب آتی ہے ہنسی
سایہ اپنے اصل کو جب چلگیا
خاک میں عشق مجازی رل گیا
ہووے گر عاشق مجازی کو کچھ عقل
ساتھ اس سایہ کے کرتا ہے نقل
سایہ تو جا اصل میں اپنے ملا
عشق حقیقی اسکو حاصل ہوگیا
جب حقیقت دیکھ لی اندر مجاز
تب حقیقی عشق میں کر ترک و ناز
یعنی جب معشوق اسکا مر گیا
بے وفائی اپنی ظاہر کر گیا
ہوگئی باہر بدن سے روح جب
ہوگیا عشق مجازی سرد سب
چشم و گوش و چہرہ سب موجود ہے
عشق تھا جس پر کہو وہ کیا نہی شے
پرتوہ حسن حقیقی کا وہ تھا
جس پہ یہ عاشق ہوا تھا مبتلا
پرتوہ جب اصل کو اپنے گیا
رہ گیا عاشق بچارہ دیکھتا
کھلگئی جب آنکھ تب فریاد کی
عشق ناقص میں عمر برباد کی
اصل اور سایہ میں سمجھا کچھ نہ فرق
چھوڑ دریا کو ہوا قطرہ میں غرق
دیکھ کرکے عکس خود دیوار پر
غش کیا اور کی نہ سورج پر نظر
آئینہ میں دیکھ کر عکس حبیب
اصل صورت سے رہا تھا بے نصیب
جب خیال ماسوا باطل ہوا
عشق حقیقی تب اسے حاصل ہوا
عشق بر مردہ نباشد پائدار
عشق را برحی و بر قیوم دار
عشق زندہ در روان و در بصر
میشود ہر دم زغنچہ تازہ تر
عشق مردہ پر نہیں ہے پائدار
زندہ اور قائم کا کر عشق اختیار
عشق زندہ کا ہو ہردم تازہ تر
دل میں اور آنکھوں میں باصد کروفر
ماسوا حق کے جو کچھ موجود ہے
شکل ہستی ہے ولے نابود ہے
بند کر آنکھوں کو کر دل سے نظر
ہے وہی محبوب ہر جا جلوہ گر
غیر ہی کب ہے وہ ہے موجود یار
اول و آخر نہان و آشکار
ہے حقیقت میں نہیں جز ذات ایک
دو نظر آتے ہیں احول کو ولیک
۲۰ احولی کو دور کرکے کر نظر
ہے وہی خورشید ہر جا جلوہ گر
ہیں اسی دریا کی سب موجیں ضرور
گرچہ یہ رنگا رنگ ہے ان کا ظہور
شمع گر لاکھوں تجھے آویں نظر
ایک ہی جب نور ہر جا دے نظر
ہے ہزاروں آئنوں میں شکل ایک
عقل اس کثرت سے حیراں ہے ولیک
آئینوں کو دیکھ کرکے رنگ رنگ
عقل جزوی اس تکثر سے ہے دنگ
پوچھے آئینوں کی کثرت سے تو گر
حق کے اسماء و صفات ہیں جلوہ گر
دس عدد ہوں یا ہزار ہوں یا کہ ہو
ہر اک ان کا ایک سے خالی نہو
وہ نہیں جسمیں نہیں وہ جسمیں ہو
وہ بھی ہے ناچیز اسے اعداد جو
یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے ہیں نہ تو
ہے وہی نور منزہ چار سو
ذرہ کہ دو نہ بڑھ اور دو نجان
جان اسمیں آپکو محو نہان
اس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں میں
ہے یہی بہتر کہ چپ رہتا ہوں میں
ہے ہمائے وحدت اب پرواز پر
آوے کب دام سخن میں اسے پدر
قطرہ میں دریا سماوے کس طرح
ذرہ میں خورشید آوے کسطرح
باد اندر مشک آسکتی ہے کب
آگ پنبہ میں سما سکتی ہے کب
کوہ کو کیونکر اٹھاوے برگ کاہ
نور میں ظلمت کو ہو کسطرح راہ
شیخ سری یہ سخن تحفہ ہے سن
رہ گئے حیران وششدر ہے سخن

رجوع بقصہ

سنکے اس سے بیدل میٹھے کلام
قند وحدت سے ہوئے شیریں کام
کرکے اس سے گوہر معنی بگوش
شربت توحید کو پی کر کے نوش
یوں کہا قیدی تجھے کس نے کیا
روئی اور رکھ ہاتھ یہ دلبر کہا
جاہلوں نے کرکے باہم مشورہ
بند مجھ آزاد کو بس کر دیا
بعد ازاں اک ادھر کو گر پڑی
شیخ نے جانا گئی مر اس گھڑی
ہوش جب آیا تو پھر اس نے پڑھے
چند شعر اپنے مناسب حال کے
دیکھ اس کی حالت مضطر کو شیخ
اور سن کر قصہ بے سر کو شیخ
صاحب بیمار خانہ سے کہا
مہر حق کر اس دلبہ کو رہا

اس گرفتار محبت کو تو چھوڑ
آہوئے صحرائے وحدت کو تو چھوڑ
قید سے تو چھوڑ اس بے قید کو
تا ترے برلاوے حق امید کو
کر تو آزاد دو عالم کو آزاد
دو جہاں میں تا کرے حق تجھکو شاد
سنکے اسنے طوق اور زنجیر توڑ
انکے کہنے سے دیا تحفہ کو چھوڑ
پھر کہا یوں شیخ نے اے خستہ جاں
اب چلی جا تیرا دل چاہے جہاں
عرض کیا تحفہ نے اے والا گہر
میرے جانیکا ٹھکانا ہے کدھر
قید میں ظاہر کی ہیں کیا قید ہوں
قید باطن کی دلے پابند ہوں
شیر معنی ہو نہیں آزاد دو کون
بند کرسکتا ہے اب مجھ کو کون
طوق زنجیر اور یہ زنداں میرے اب
اک اشارہ میں فنا ہوتے ہیں سب
کیا نہیں تم نے سنا اے خوشخصال
قید میں منصور کی قوت کا حال

حکایت حضرت شیخ منصور رحمہ اللہ

قید میں جسدم کیا منصور کو
فانی حق غرق بحر نور کو
ساتھ اس کے تھے تین سو اور چند
اپنے اپنے جرم کی شامت سے بند
بولا منصور ان کو تم سے بند توڑ
تم اگر چاہو تو دوں میں سبکو چھوڑ
یوں کہا سب نے یہ گر ممکن ہے جو
کیوں نہیں دیتے خلاصی آپ کو
یوں کہا مجھ کو شریعت کا ہے پاس
قید حق میں ہوں نہیں مجھ کو ہراس
ہاں اگر چاہو تو دوں ہیں تمکو چھوڑ
اک اشارے میں تمہارے بند توڑ
پھر اشارہ جو کیا انگشت سے
بند دست و پا سے انکے گر پڑے
قیدیوں نے آپکو دیکھا جو خاص
بند اور زنجیر سے بالکل خلاص
عرض کی سب نے کہ اے شیخ بلند
کس طرح جائیں در زنداں ہے بند
اور ہیں درباں دروں پہ مستعد
پہرے اور چوکی کے اوپر مستعد
یوں کہا منصور نے پھر کیا ہے ڈر
کہہ کے یہ ادھر کی سوئے زنداں نظر
شیخ کے کرتے ہیں زنداں پر نظر
ہو گئے پھٹکر کے دیوار دنمیں در
پھر کہا اب جاؤ تم سارے نکل
اپنے اپنے گھر کو جاؤ بے خلل
بولے سب تم کیوں نہیں چلتے ہو گھر
یوں کہا جانا ہے مجھ کو دار پر
ہے مرے سینہ میں اک سر نہاں
دار پر جاکر کروں گا میں عیاں ۲۱
بعد اس کے حکم سے دل دار کے
ٹکڑے ٹکڑے ہونگے جسم زار کے
اس طرح میں بھی ہوں حکم حقمیں بند
امر تلخ اسکا ہے مجھ پر مثل قند
میرے پیارے نے مجھے اے ہوشمند
کردیا ہے بند میں بندہ کے بند
اس مرے محبوب نے کردی مجھے
اپنے اک بندے کی بس بندی مجھے
اس کی مرضی پر رہونگی دلسے بند
ہو جدا میرا بیاں گر بند بند
گر مرا مالک ہو راضی جاؤنگی
ورنہ صابر ہوں نہ میں گھبراؤنگی
شیخ سری نے کہا ہنسکر کہ یوں
ہے عجب تو نکتہ داں اے ذوفنوں
اس سخن سے ہوگیا اب آشکار
میں ہوں مجنوں اور تو ہے ہوشیار

ملاقات شدن شیخ سری سقطی از تاجر مالک تحفہ

شیخ اور تحفہ بہم آپس میں باز
کررہے تھے گفتگوئے راز و ناز
تاجر دل خستہ سینہ سوختہ
پشت خم غصہ سے سینہ دوختہ
آگیا باہر سے اندر ناگہاں
جانب زنداں بندی بے اماں
آکے داروغہ نے یوں اس سے کہا
ہے کہاں تحفہ کہا اندر ہے جا
پاس اس کے بیٹھے ہیں حضرت سری
سنکے یہ خوش ہوگیا وہ اس گھڑی
شیخ کو دیکھا تو بس خرم ہوا
فکر سے تحفہ کے دل بے غم ہوا
بولا برکت سے دعا کی ان کی اب
مشکلیں آسان ہونگی میری سب
بعد تسلیم و ادب ہو چشم تر
رکھدیا پھر شیخ کے پاؤں میں سر
شیخ بولا ہوش کر اے باتمیز
مجھ سے سو درجہ ہے بہتر یہ کنیز
ہے ادب مجھ سے گدا کا بے شمار
شاہ معنی کو کیا ہے دشوار
لائق تعظیم پر تو ہو ستم
اور ہو نالائق معظم محترم
ابلہاں تعظیم مسجد می کنند
در جفائے اہل دل جدی کنند
کب سے مسجد جز درون اولیا
کیونکہ ہے واں جلوہ فرما کبریا

کی نظر بندی ہے اے دانائے راز
باز کو پشہ کہیں پشہ کو باز
ہے عجب دنیا کا یہ برعکس کار
خار کو جانے ہیں گل اور گل کو خار
چاہ کو جانے ہیں راہ اور رہ کو چاہ
شاہ کو مسکیں کہیں مسکیں کو شاہ
نیک کو جانیں ہیں بد اور بد کو نیک
ایک کو سمجھیں ہیں سو اور سو کو ایک
غم کو شادی جانیں اور شادی کو غم
نم کو دریا سمجھیں اور دریا کو نم
خوار کو سلطان سلطاں کو ذلیل
دانا کو نادان اور ناداں کو عقیل
سہل کو مشکل کہیں مشکل کو سہل
اہل کو نااہل نااہلوں کو اہل
عاقلوں کو جانتے مجنون ہیں
اور جو ہیں مجنوں انہیں عاقل کہیں
خلق جسکو جانتی سردار ہے
پیش اہل دل ذلیل و خوار ہے
اور جسے سمجھیں ہیں سب خوار و ذلیل
ہے حقیقت میں وہی شاہ جلیل
اس کنیزک کو کہ ہے سلطان جان
کس لئے رکھا ہے خوار و مستعان
کیوں کیا اس گلبدن کو خوار و زار
کیوں کیا اس آئینہ کو پر غبار
جان کو اپنی ستاتا ہے کوئی
خاک میں زر کو ملاتا ہے کوئی
کیوں اس آزاد دو عالم کو کیا
قید میں اسکا سبب مجھ کو بتا
کر بیاں اس کی حقیقت مجھ سے تو
اول اور آخر سے یکسر مو بمو
حال کیا رکھتی تھی اور کیدھر رجوع
یہ جنوں اسکو ہوا کیونکر شروع
ہو گئی ہے کب سے یہ زحمت اسے
کتنی مدت سے ہے یہ حالت اسے
اشک سے لعل و گہر کرکے نثار
شیخ سے کی عرض تاجر نے کہ یار

بیان نمودن تاجر حال تحفہ را رحمہا اللہ

سنیئے مجھ سے قصۂ تحفہ بہوش
عشق کے کیجے در تحفہ بگوش
سنیئے ساتھ اس کے کہانیکو مری
اس بلائے ناگہانی کو مری
کان دیجے تا مرے دلکا دھواں
نکلے راہ گوش سے کچھ تو اس آں
ایکدن پھرتا تھا میں بغداد میں
آگیا اک کوچۂ بیداد میں
۲۲ خلق کا دیکھا وہاں اک اژدہام
گر رہی تھی قند پر جیسے ہوام
ایک سے پوچھا میں کیوں ہے یہ ہجوم
ہے کہا اک فتنہ تحفہ کی دھوم
بکتا ہے اک شاہد خورشید فام
جنتی تحفہ ہے تحفہ اس کا نام
دیکھ اس کو شمع رو و گلبدن
سب گئے ہیں بلبل و پروانہ بن
وصف اس گلرو کا جب مجھ پر کھلا
دل میں پھول اسکی تمنا کا کھلا
جلوہ آں ماہرخ از راہ گوش
برد از تاجر روان و عقل و ہوش
الغرض میں بھی عزیمت کو بڑھا
بہر تسخیر پری آگے بڑھا
دیکھا رخ اسکا تو پایا جلوہ گر
کاں سے بہتر ملی مجھ کو نظر
نور کا پتلا عجب دیکھا عیاں
جسکی ہے تعریف میں قاصر زباں
ہیں خریدار اسکے صدہا پیش پا
قیمت اس کی کرتے جاتے ہیں رسوا
سب سے آگے بڑھ کے آخر میں کہا
اس کی قیمت دونگا میں سب سے سوا
یاں تلک لایا کہ جو اندر شمار
آئے درہم اسکی قیمت بیس ہزار
لے لیا میں مول آخر کو بجاں
فتنہ دوراں آشوب زماں
آیا خوش ہو کر کے پھر میں جلد تر
خانہ ویراں گر کو لیکر اپنے گھر
خوبی و حرفت کا تھا بس اسکے غل
خاطر عالم رہی تھی اسپہ ڈھل
سر سے پا رکھتی تھی زیبائی پنا
پر عیاں چہرے سے سودائی پنا
شوق کی پیکر کے اکدن بنگ کو
تھی لگی گانے بجانے چنگ کو
تھا زباں پر یہ کہ ہے فریاد رس
کون تجھ بن بیبس و بیکس کا کس

اظہار شدن عشق تحفہ و زور شور اد

چارۂ بیچاری کا بیکس کا رفیق
مایہ بے مایہ کا بےبس کا شفیق
دستگیر ناتواں عاجز نواز
مستغیث عاجزاں چارہ ساز
دل دہندہ بیدلاں عاشق نواز
مرہم زخم دلان پاک باز
مرے دلبر مرے جانکے حبیب
ہے مرے نزدیک دور ونکے قریب
پردۂ دلمیں مرے لی تو نے جا
خلق کے در پر مجھے دی تو نے جا
پر ہے تیرے عشق سے سب تن مرا
خلق کے ہاتھوں میں ہے دامن مرا

بندگی تیری ہے میری زندگی
غیر کا کر دفع بند بند گی

ہے قسم تیرے جمال پاک کی
دام غم میں تیرے جیسے میں پھنسی

دوجہاں کا دل سے میرے غم گیا
تخم الفت تیرا دل میں جم گیا

ہر رگ و پے میں سمایا ہے تو ہی
غیر کی مجھ میں نہ گنجائش رہی

بیکسوں کا تو ہے کس بیکس ہوں میں
دستگیری کر کہ بس بیبس ہوں میں

ہاتھ سے اس کے تو کر مجھ کو خلاص
کر مجھے اپنے کرم سے اپنا خاص

کہہ کے یہ پھر بے تحاشا رو پڑی
کھول دی مژگاں سے مرجان کی لڑی

بعد ازاں اٹھ کر کے توڑا ساز کو
اور کیا رونا شروع اور ہائے ہو

ماسوا کی آرزوئیں توڑ دیں
آرزوئیں دل سے اپنے چھوڑ دیں

جو کوئی اس محفل دلکش میں تھا
تا بجز اور ساتھ اسکے سب چھوٹا بڑا

بول اٹھا ہر ایک کسی سودا سے آ
سر میں اس زیبا کے سودا پڑ گیا

تیر عشق پھینکا کسی خوش ماہ نے
زخم کھایا اسکی جا آگاہ نے

عشق کا مارا کسی نے اس کو تیر
پار دل کے ہو گیا سینہ کو چیر

لیک کی ہر چند سب نے با ہنر
جستجو اسباب کی ادھر ادھر

پر ہوا روشن نہ وہ ہے کون ماہ
کونسے بت نے ہے مارا اس کو آہ

ماری تیغ عشق کس معشوق نے
زخم دل کھایا جو اس معشوق نے

گذرا اس حالت میں اسکو ایکسال
کھانا اور پینا تھا اس پر سب وبال

عیش دنکو تھا نہ سونا رات کو
لب یہ خنداں نے زباں سے گفتگو

انس رکھتی تھی غم بے ڈھب سے یہ
بھاگتی تھی مثل وحشی سب سے یہ

تھی گریباں سے عداوت ہاتھ کو
تار دامن میں نہ چھوڑے بات کو

آہ نالہ سے اسے الفت کمال
اپنے بیگانوں سے تھی وحشت کمال

شور افغاں کی کبھی تھی دھوم دھام
گاہ خاموشی سے رکھتی تھی کلام

گاہ سر رہتی تھی دیواروں سے پھوڑ
گاہ جا جنگل میں دروازں کو توڑ

رات بھر ہنستی تھی یا روتی تھی یہ
مجکو سونے دے نہ خود سوتی تھی یہ

نوچتی تھی گاہ اپنے سر کے بال
گہہ طمانچوں سے کرے تھی منہ کو لال

کام تھا گریہ ہے اسکو روز و شب
جان میری اس سے آئی ہے بلب ۲۳

مقید کردن تحفہ را در بیمارستان و بیان زور شور او در غلبہ عشق الٰہی نو

گرچہ تدبیریں کریں میں سو ہزار
ایکنے بھی پر کیا اس پر نہ کار

جبکہ بگڑا اور بھی اس کا مزاج
بند کرنا ٹھیرا آخر کو علاج

کر کے بس آہن دلی سب نے بذوق
کر دیا اس ماہ کو زنجیر طوق

چشم سے جاری تھا اسکے خونکا نال
پڑھ رہی تھی شعر اپنے حسب حال

اشک آنکھوں میں لبوں پر تھی فغاں
عاشقانہ تھی غزل منہ سے عیاں

جس کا سب مضمون سوز و درد تھا
گریہ و افغان و آہ سرد تھا

جیسے اب تک وہ ہی دیوانی ہے یہ
عقل و حس اپنے سے بیگانی ہے یہ

دشمنی ہے خویش داری سے اسے
ہمدمی ہے آہ و زاری سے اسے

کھانا پینا ترک اس کا ہو گیا
خواب اور آرام اس کا سو گیا

کھا کباب دل لگی ہے بھوک اگر
جب پیاسی ہو پیئے خون جگر

نقل غم اس کا ہے رونا ہے شراب
لوٹنا جگنا ہے بیہوشی ہے خواب

راحت اور آرام اس پر شاق ہے
اور تڑپنے لوٹنے میں طاق ہے

ہے جنوں پر اپنے دیوانی سدا
عقل سے رہتی ہے بیگانی سدا

گر ہنسے تھوڑا بہت روتی ہے یہ
رنج و غم پر اپنے خوش ہوتی ہے یہ

ہو ہے روشن جس جگہ شمع بلا
اپنے دے پروانہ جان کو جلا

غش ہے اپنی بیخودی مستی پہ یہ
مرتی ہے نت نیستی ہستی پہ یہ

ہے محبت اس کو وحدت سے سدا
دشمنی رکھتی ہے کثرت سے سدا

اپنی حیرانی کی یہ مشتاق ہے
شور و غل میں شہرۂ آفاق ہے

اسکی آنکھوں کو ہے نت رونے سے عشق
اشک کو میل خودی دھونے سے عشق
اور جو پوچھو سب مری پونجی ہے یہ
گنج دولت کی مرے کنجی ہے یہ
رکھتا تھا امید تالوں میں بفور
ہم مثل قیمت کے اس پر سود اور
رکھتی ہے ظاہر جو یہ حسن وجمال
اس سے زیادہ اور ہے اسمیں کمال
شیخ بولے اسمیں کیا ہے وہ ہنر
جس سے اسکی ہے یہ قیمت اور قدر
فن موسیقی میں رکھتی ہے کمال
قال سے اسکی ہو عالم اہل حال
ذوق میں آکر کے یہ گاتی ہے جب
مست ہوتے ہیں در و دیوار سب
واسطے نغمہ کے جب کھولے زباں
جاکے آتی ہے تن مردہ میں جاں
ہاتھ میں جب ساز کو لیتی ہے یہ
صوفی اک عالم کو کر دیتی ہے یہ
جب بلند کرتی ہے یہ آواز کو
ہوتی ہے برپا قیامت چارسو
اسکی اس حالت نے اے والاخطاب
کردیا ہے عیش میرا سب خراب
باہمہ حال اسکو میں سوز و دو نار
ہے خریدا دیکے درہم بیس ہزار
کیونکہ رکھتی ہے یہ اک کامل ہنر
جس سے اسکو چاہتا ہے ہر بشر
جس سے زیادہ خلق میں اسکی ہے دھوم
شوق کا خلقت کی ہے اس پر ہجوم
یوں کہا ہے مطربہ گاتی ہے یہ
دل کو اک نغمہ میں لیجاتی ہے یہ
جو کوئی آواز کو اس کی سنے
ذوق سے دو دو پہر سر کو دھنے
لحن داودی اسے حق نے دیا
اور دم عیسیٰ اسے حق نے دیا
بلبل روح اسکا سن آواز چنگ
جائے گلزار ارم کو بیدرنگ
مرغ دل پراں ہو جب کھولے زباں
ہو صدا سے اسکی حیراں کل جہاں
اور سوا اسکے ہیں جو اس میں کمال
اس سے واقف ہے خدائے لایزال

پرسیدن شیخ سری سقطی از تحفہ مطربہ حقیقت حال او

سنکے سری نے کہا تحفہ سے یوں
ہیچ ہے کیا تاجر بیاں کرتا ہے جوں
حال دل کچھ تو بھی کر اپنا بیاں
دست بر دل دیدہ تر کھولی زباں
روئی اور ہنسکر کہا اے شیخ دیں
ہیچ کہا تاجر نے گرچہ ہیچ نہیں ۲۴
کہتا ہے اپنی سمجھ کی ہر کوئی
حال سے میرے نہ واقف ہر کوئی
یعنی ں تق نے مرے دل سے کلام
تھی زباں محبوب اپنی اسمقام
لے لیا بس کو حبہ الفت کو میں
پر نہ چھوڑا اس در دولت کو میں
سب گناہوں کو مرے کرکے معاف
کی عطا جنت مجھے بے اختلاف
فضل سے حق کے ہوئی مقبول میں
سیر باغ وصل میں مشغول ہیں
پھر کئی اشعار عربی کے پڑھے
جنکے معنی میں نے ہندی میں لکھے
بعد فرقت کے ہوئی قربت حصول
کرلیا حق نے مجھے پاک اور قبول
جو کہا مانا میں رغبت سے اسے
ہوگئی حاضر پکارا جب مجھے
ایک جنت کیا جو اس کا ہو رہا
ہوگیا وہ وارث ہر دوسرا
لطف حق نے کرلیا مجھ سے پسند
زہد ناقص تلخ و تیرہ مثل قند

ذکر عطائے بی انتہائے الٰہی در عبادت بندگان خود

زہد نامرغوب ناچیز وحقیر
فضل سے لکھی اسے نعمت کثیر
ہے یہ فضل ولطف اسکی ذات میں
بوتھ لیکر دے ہے موتی ہاتھ میں
سنگریزہ لیکے دے لعل وگہر
لے ہے مشت خاک دے ہے سیم وزر
نے گل پژمردہ دے گلشن تجھے
بدلے اکدن کے دے خرمن تجھے
لیکے تجھ سے کوزۂ آب خراب
جام کوثر دے ہے بامشک وگلاب
سجدۂ سر جو نہیں جز خاک وخوں
بدلے اسکے دے ہے قرب بیچگوں
چشم نم لے دے یم رحمت تجھے
آہ دل لیدے دم وصلت تجھے
لیکے شاخ خشک دے بستان تر
بدلے اک دینار کے دے کان زر
لے دو قطرہ اشک دے دریائے نور
لے ہے گندہ بیر دے حور وقصور
ہیں جو اعمال جوارح خاک باد
لیکے دے نعمائے جنت نامراد
دست تا بال و پر دے اور زباں
دل کے بدلے جان جان کون جان

لطف احساں کا ہو اس سے کب بیاں
بخشدے ادنیٰ کو اک ملک جہاں
تخت پر بخشش کے جو ہو جلوہ گر
بندۂ عاجز کو بخشے تاج سر
پشہ کو شہباز کے دے بال و پر
روبہ مسکیں کو طاقت شیر نر
ذرہ کو خورشید کر دیتا ہے وہ
قطرہ میں دریا کو بھر دیتا ہے وہ
وہ ہوا اس کا جو اب اسکا ہوا
وہ ہوا اسکا تو سب اُسکا ہوا
ہوش کر اے یار بہر وصل جاں
مزرعہ دنیا ہے کچھ بولے یہاں
چند ایام اندر عمر مستعار
کر کے طاعت لے حیات پائدار
وہ حیات جاوداں بے انتہا
گرد جس کے نیستی ہرگز نہ جا
پیش عقبیٰ دنیا اک ساعت ہے بس
ایک ساعت وہ بھی بے راحت ہے بس
ہے کہاں افسوس تیری ہوش و عقل
سانس تیری رائیگاں کرتی ہے نقل
مت گران انفاس خوش کو خوار و زار
غفلت و نسیاں سے بچ رہ ہوشیار
تین دن کے عیش پر مت ہو تو شاد
آخر ہو مثل عقیمہ نامراد
خوش تو سب چھوڑ کر مر جائے گا
جز ندامت کے نہ لیکر جائے گا
تو حیات جاوداں چاہے اگر
پہلے مرنیسے جاگا ورنہ مر
آفریں جاں کو جو اسکی رہ میں جا
مرحبا سر کو جو ہو اس پر فدا
مرنا اس رہ میں ہے رشک زندگی
ہے یہ مرنا زندگی پائندگی
عہد و پیمان ازل کو یاد کر
ذکر حق سے ملک دل آباد کر
غفلت و نسیاں سے رہ تو دور تر
پاس کر انفاس کا اے بیخبر
پاسبان ذکر کا رکھ زور و شور
تا نہ آجائے کہیں غفلت کا چور
ایک دم نسیاں اگر تجھ کو ہوا
عمر کی دولت سے لیجا گا چورا
ایکدم غافل نہ رہ کر ذکر حق
تا نہ آئے غیر ذکر و فکر حق
غیر حق کو دل سے اپنے دور کر
نور کے جلوہ سے دل معمور کر
ذکر کر مذکور تا ہووے عیاں
نی کہ ہو جس ذکر سے جاری زباں
ذکر تن طاعت ہے ذکر دل حضور
ذکر سری نور ہستی سے نفور
۲۵ ہے مشاہدہ حق کا ذکر روح یہاں
رویت اور دیدار ہو اُسدن وہاں
ذکر لفظی عارضی ہے اے عزیز
ذکر روحی جوہری ہے اے عزیز
جبکہ تجھ پر ہو عیاں سلطان ذکر
اس گھڑی ہو سر بسر تو کان ذکر
ذاکر اور مذکور ہو جا ایک بار
غیر حق کی کب رہی باقی شمار
ہو ترے دلمیں جہاں جان عیاں
جسکے اک دریا کا قطرہ یہ جہاں
یہ جہاں نم ہے وہ یم بے انتہا
نم کو ہے اس یم سے بس نشو و نما
پیش خورشید کرم اے جان غم
ہیں یہ دونوں ماہ و خور ذرہ سے کم
الغرض برق تجلی نہاں
پھونک کر دے تجھے بس بے نشاں
بعد اس کے ہو نہیں سکتا عیاں
ہو ترے ہر جز سے جو کچھ عیاں
جب کرے عشق احد دلسے ظہور
میم احمد درمیاں سے ہووے دور
دل سے جسدم عشق کا شعلہ اٹھا
جز احد کے کون اے احمد رہا
بند کر امداد اب آگے زباں
قصہ تحفہ کو کر ہم سے بیاں

رجوع بقصہ و خریدن شیخ سری تحفہ را و منظور نہ کردن تاجر و آزاد کردن تحفہ را

شیخ نے سن دیکھکے حال و قال
پائے جب تحفہ میں سب تحفہ کمال
خاطر نادر میں اپنے باکمال
بو یا ایک اسکی تمنا کا نہال
اور کہا دلمیں کہ لڑکوں سے گہر
مول لینا ہے بہت آسان تر
دونوں عالم سے ہے بہتر یہ گہر
اور ہے تاجر طفل ناداں بیخبر
حقہ پر لعل سر بستہ ہے یہ
لے تو اسکو کھولدے زر کی گرہ
گرچہ تیرے پاس اک درہم نہیں
لطف حق کا بھی مگر کچھ کم نہیں
شیخ نے پھر اٹھ کے تاجر سے کہا
بیچ میں تحفہ کو دو اسکی بہا
بیچتا ہے تو اگر لے تا ہوں میں
جو طلب قیمت کرے دیتا ہوں میں

جسقدر زر چاہئے تجھکو سو لے
لیک تحفہ سیمبر کو مجھ کو دے

عرض کی سنکر کے تاجر نے کہ آہ
ہوگیا ہوں فقر سے میں تو تباہ

میں تو لشکر ہوگیا اس پر فقیر
کب ہے تم پاس اسقدر دولت کثیر

تم ہو خود مسکیں کہاں تم پاس زر
جو خریدو گے اسے لے بہرِ در

جو کہ نقد و جنس میرے پاس تھا
سب کا سب میں اسکی قیمت میں دیا

ہوگیا محتاج سب کچھ صرف کر
نے کنیزک ہاتھ میں ہے اب نہ زر

پر رہا نہ وہ بھی بیکس رہ گیا
مثل عاشق بیدل و بیدل رہا

آہ صد افسوس اب میں کیا کروں
کس سے جا اپنی مصیبت کو کہوں

شیخ نے اس سے کہا ٹک صبر کر
لاتا ہوں میں اسکی قیمت بےخطر

بعد ازاں اٹھکر کے با آہ و بکا
روتے روتے شیخ اپنے گھر گیا

گھر گئے شیخ اور نہ تھا پاس ایک ٹنگ
جز دعا و گریہ و افغان و بانگ

مناجات شیخ سری سقطی در طلب قیمت تحفہ رحمہا اللہ

جا کے بس حیران تنہا بیٹھ کر
رات بھر روئے بصد سوز جگر

عرض کرتے تھے کہ اے پروردگار
حال میرا تجھ پہ ہے سب آشکار

پاس میرے کچھ نہیں پر اے جواد
ہے ترے فضل و کرم پر اعتماد

کردے اسدم اپنی رحمت کی نظر
مجھ غریب و مفلس و نادار پر

کھول گنجینہ کرم کے اپنے در
اور عطا کر تحفہ کی قیمت مجھ کو کر

سرخرو کر مجھ کو تاجر کے حضور
وعدہ کر آیا ہوں میں اس پر ضرور

ہو مرا یا رب تو اب حاجت برار
کر نہ مجھ کو سامنے تاجر کے خوار

بہر حق ہو بحر رحمت موجزن
کر مجھے رسوا نہ اندر مرد و زن

شیخ کی بس عجز و زاری دیکھ کر
آگیا دریا کرم کا جوش پر

لوٹتے تھے شیخ خاک عجز پر
ناگہاں ٹھوکا کسی نے آکے در

کھولا دروازہ تو دیکھا اک امیر
بالباس فاخرہ روئے منیر

ہے کھڑا در پہ باآداب تمام
اور شمع روشن لئے ہمرہ غلام ۲۶

اور کئی ہمراہ خادم با ادب
تھیلیں پُر زر لئے ہاتھوں میں سب

کون ہے پوچھا دیا اسنے جواب
ہو نمیں احمد بن مثنیٰ ایجناب

شیخ نے اس سے کہا اسوقت تو
کیسلئے آیا کہا اے نیک خو

مجھکو اس رات اے ولیِ با خدا
خواب میں یوں پہنچی ہاتف کی ندا

یعنی لیکر چند زر کی تھیلیاں
جا کے سری کی نظر کر اس زماں

دیکے سری کو کر اسکا جی خوشی
جان تو اس کی خوشی میری خوشی

آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں میں
ہو یہ مقبول اب جو کچھ لایا ہوں میں

شیخ نے سن مژدۂ راحت فزا
سجدۂ شکر حق کی نعمت کا کیا

صبح ہوتے ہی ادا کر کے نماز
باہر آئے شیخ با شوق دراز

میر کو لے ساتھ اپنے باشرف
لیگئے تشریف تحفہ کی طرف

ہاتھ احمد کا پکڑ اک آن میں
لیگئے اسکو بیمارستان میں

دیکھا جو صاحب بیمارستان کو
بیٹھا ہے آنکھیں لگائے چارسو

شیخ کو دیکھا تو کہہ کر مرحبا
عرض کی آ دیکھ اب مجھ پر کھلا

یہ کہ درگاہ خدا میں بے گماں
قرب تحفہ رکھتی ہے یہ قدر شاں

غیب سے کل آئی مجھ کو یوں ندا
بے شبہ تحفہ ہے مقبول خدا

چاہتی ہے رب کو وہ اور اسکو رب
فضل رب کا اسپہ ہے ہر روز و شب

ہے خدا کا قرب اسکی جان میں
نور و عظمت اسکو ہے ہر آن میں

شیخ کو دیکھا تو تحفہ رو پڑی
اور یہ کی اس سے مناجات اسگھڑی

یعنی خوش بیٹھی تھی میں اے کبریا
تونے عالم میں مرا شہرہ کیا

حال سے میرے کوئی واقف نہ تھا
وصف کا میرے کوئی واصف نہ تھا

خلق میں مشہور کر کے اے خدا
کردیا مجھ کو بلا میں مبتلا

بند حکم میں ہے جو ہے مشتہر
ہے یہ بند آہن سے بھی بس سخت تر

خلق میں جو ہوگیا مشہور تر
کھل گئے سو آفتوں کے اسپہ در

غیرت و رشک و حسد غصہ و خشم
بغض و حرص و دشمنی کینہ و خشم

ہر طرف سے اس کے اوپر کر ہجوم
آن کر برسے ہے جیسے ابر جھوم
گر تو ان آفات سے چاہے پناہ
دامن عزلت پکڑ اور امن جاہ
مرکز عزلت ہو گمنامی کی راہ
آفت شہرت سے جب پکڑے پناہ
جسنے دیکھی ہو نہ خلوت کی بہار
کیا قدر جانے وہ گمنامی کی یار
شب قدر سے قدر کم ہونیکی پوچھ
عظمت عزلت کو اسم اعظم سے پوچھ
قدر اور عظمت اگر چاہے ہے تو
بیٹھ کر خلوت میں گم کر آپ کو
آگیا تاجر بھی اتنے میں وہاں
آنسوؤنکی سیل چہرہ پر رواں
شیخ بولے غم نہ کر آیا ہوں میں
جس کا تو طالب ہے وہ لایا ہوں میں
شیخ نے پھر پیش کی ہمیان زر
عرض کی تاجر نے ان کو دیکھ کر
میں نہیں دیتا ہوں اس تحفہ کو اب
قیمت اسکی دیسکیگا کوئی کب
قیمت تحفہ ہے بس اس سے سوا
اس سے اسکو کب کروں دلسے جدا
پھر بڑھائے اور درہم چند بار
بڑھتے بڑھتے پہنچے تا چالیس ہزار
رو کے تاجر نے کہی آخر یہ بات
خواب میں حق نے کہا مجکو یہ رات
یعنی ہے مقبول حق تحفہ ضرور
پاس میرے خویش بیگانہ سے دور
جانسے میری طرف مائل ہے یہ
ہے نہ دیوانی بہت عاقل ہے یہ
ہو گیا جب ظاہر اس کا مرتبہ
کر سکے کون اسکی اب بیع و شرا
اب اگر دنیا کی دولت دو تمام
کب قبولوں اسکو میں اے نیکنام
خالصاً للہ اب میں بالیقیں
کر دیا آزاد تحفہ کے تئیں
اور جو کچھ ہے سیم و زر اسکے سوا
وہ بھی میں نے سب فقیروں کو دیا
کر دیا سب کچھ رہ حق میں نثار
تا کروں حاصل رضائے کردگار
حق کی مرضی پر لٹا تاجر نے گھر
باندھ لی مولی کے رستہ پر کمر
میر نے جو حال تاجر کا سنا
ہاتھ سر پر مار کر رونے لگا
اور کہا گویا کہ رب العالمین
خوش مرے اعمال سے ہرگز نہیں
جو رہا محروم اس حرکت سے میں
جل گیا سر تا قدم حسرت سے میں
مجھ سے راضی ہوتا اگر پروردگار
مال میرا ہوتا تحفہ پر نثار
شیخ سے پھر میر بولا بھر کے آہ
تم رہو اسباب کے میرے گواہ ۲۷
پاس میرے مال و زر جتنا ہے اب
خالصاً للہ دیا میں سب کا سب
چھوڑ کر کے حشمت و جاہ و سریر
راہ میں حق کی میں ہوتا ہوں فقیر
الغرض دولت لٹا کر میرے
رکھا بار فقر سر پر میر نے
دل سے اپنی سب مرادیں توڑ کر
باندھ لی مولی کی مرضی پر کمر
پڑ گیا تحفہ کی برکت کا اثر
کر دیا یکلخت سب کو راہ پر
عشق کا تحفہ کے اک شعلہ اٹھا
گھر دئے ہمسایوں کے سب ہی جلا
عشق کے دریا میں خود تھی غوطہ زن
پاس والوں کو بھی لے ڈوبی وہ زن

بیان تاثیر صحبت کاملان و تحریص صحبت و خدمت ایشاں

کر لیا اپنا سا سبکو یک بیک
جو گرے کان نمک میں ہو نمک
خور کا ہو سنگ و شجر میں جب اثر
صحبت کامل نہ دے کیوں کر ثمر
پکڑے خربوزہ سے خربوزہ تو رنگ
رنگ عارف کیوں نہ دے پھر تجکو رنگ
ہوئی بس اکسیر کامل کی نظر
سنگ و آہن جس سے ہووے لعل و زر
تو بھی ہو کامل کا بھائی ہمنشیں
تا وصال حق ہے ہو تو ہم قریں
ہو تو ان شیرونکے قدموں پر نثار
پھر شکار معرفت کا کر شکار
ہووے اُن مرغابیوں کے ساتھ ساتھ
تا کہ ہو حاصل تجھے آبحیات
خاک سے کم ہے جو ہو خاکی کا یار
صحبت نوری سے دیکھے سو بہار
گرچہ ہو تو سنگ و آہن سے تبر
صحبت کامل سے ہو لعل و گہر
ڈھونڈ حق کے یار کو اے مرد کار
تا خدا تیرا ہو یار اور غمگسار
رات اندھیری اور رہ میں گھاٹیاں
بے شمع جانا بلا کی ہے میاں
بحر مقصد بیکراں اور دور راہ
رکھ ستاروں پر نگاہ تا ہو پناہ
خدمت کامل کو کر تو اختیار
دین و دنیا کے ہوں تا سب راست کار
تا توانی بندہ شو سلطاں مباش
زخم خور چوں گوی شو چوگاں مباش

خاک پائے کاملاں ہو اے پسر
بہتر اس سے ہے کہ ہو تو تاج سر

درد کی برکت نے تحفہ کی غرض
کھودیا ان سبکا روحانی مرض

اسکی صحبت نے کیا ایسا اثر
ہو گئے اکسیر سے چوں مثل زر

آزاد شدن تحفہ رضی اللہ عنہا و گریختن او از خلق

تحفہ بندِ بندگی سے جب چھٹی
شیر غراں کی طرح وانسے اٹھی

جسم سے پوشاک پھر کر کے جدی
تن پہ اک کملی پرانی ڈال لی

سب لباس فاخرہ تن سے نکال
ٹاٹ کا ٹکڑا لیا اک سر پہ ڈال

جائے اطلس کر لیا تن پر پلاس
ترک دل سے کر دیا راحت کا پاس

عقل کی چادر کو کر کے چاک چاک
عشق کی لی ڈال اپنے سر پہ خاک

پہن عریانی کا اک کرتہ لیا
مفلسی و فقر کا توشہ لیا

اشک کے دانوں کی لی تسبیح بنا
اور عصائے آہ ہاتھوں میں لیا

باندھی بیتابی کے پٹکے سے کمر
اور مصلی عجز کا مونڈھے پہ دھر

درد و رنج و غم کو کر اپنا رفیق
پکڑا شہر نامرادی کا طریق

اور کیا آنکھوں سے جاری بحر خوں
شیخ سرّی نے کہا پھر اس سے یوں

وقت ہنسنے کا ہے نے رونے کا اب
کر دیا آزاد حق نے تجھ کو جب

آہ بھر کر عرض کی تحفہ نے یوں
واسطے اپنے نہ روؤں نے ہنسوں

اس سے اسپر روتی یا ہنستی ہوں میں
واسطے اسکے ہی جاں کھوتی ہوں میں

بھاگتی ہوں اس سے میں اسکی طرف
اور رونا اس سے ہے اس پر صرف

چاہتی ہوں اس سے اسکو خاص تر
دل سے مائل ہوں میں اسپر سر بسر

جبتلک اس تک نہیں پہنچونگی میں
جان کو اپنی یونہی کھوؤنگی میں

جبتلک ہوگا نہ دلبر کا وصال
پائے فرقت میں رہونگی پائمال

ماہی بے آب کو کب ہو قرار
ہو نہ جبتک بحر تک اس کا گزار

۲۸ ہو قرار و صبر کب بلبل کو آہ
جبتلک دیکھے نہ روئے گل کو آہ

تا نہ دیکھونگی لب دندان یار
میں رہونگی خون دل سے اشکبار

تا نہ دیکھوں شعلہ رخسار ماہ
میں رہونگی غم سے جل جل کر تباہ

اسکے سودائی محبت میں تباہ
جان اور تن کو کروں گی میں فدا

تا نجاؤنگی میں اس گلگوں سے مل
غنچہ ساں پرخوں رہے گا میرا دل

گرچہ ہے دلبر مرا ہر لحظہ پاس
لیک مستسقی کی کب بجھتی ہے پیاس

گرچہ ہے ہر دم نیا جلوہ وصال
پر ترقی پر ہے عاشق کا خیال

اے برادر بینہایت درگہی است
ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

کہہ کے یہ اور اٹھکے بازاری و آہ
چھوڑ کر سبکو لیا جنگل کا راہ

وانسے دامن جھاڑ کر وہ چاک جیب
ہو گئی مثل پری اکدم میں غیب

شیخ اور تاجر وغیرہ بعد ازیں
باہر آئے دیکھا تحفہ کے تئیں

ڈھونڈا ہر چند سب نے اسکو جابجا
پر نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا

چھوٹے ہے جیسے قفس سے جانور
اڑ گئی جھٹ ہوتے ہی گھر سے بدر

ملگیا خشکی سے ناگہ حسب خواہ
ماہی بے آب کو دریا کا راہ

روح صالح تن سے جوں فرقت کرے
ٹھہرتی ہے کب وہ جنت سے ورے

بلبل بیکس جو تھی پنجرہ میں واہ
کھلتے ہی کھڑکی لیا گلشن کا راہ

دام میں قید آہوئے وحشی جو تھا
بند کھلتے ہی ہوا مثل ہوا

رفتن شیخ و تاجر و امیر احمد بن مثنی بہ بیت اللہ و انتقال کردن امیر در راہ مکہ و ملاقات شدن شیخ از تحفہ و انتقال نمودن تحفہ و تاجر

اب نشاں اسکا کہاں پائے ہو تم
وہ ہوا صحرائے لق و دق میں گم

جب نہ تحفہ کا پتہ ان کو ملا
کر دیا پھر عزم بیت اللہ کا

شیخ و تاجر میر تینوں ہو بہم
متفق ہو کر کیا قصد حرم
مر گیا ان میں سے رستہ میں امیر
حسرت و درد و الم کا کھا کے تیر
میر نوان سے گیا مر راہ میں
شیخ و تاجر پہنچے بیت اللہ میں
اک صدا پر درد آئی کان میں
جس سے جوں نس انکی پڑا آجانمیں
اے مرے معبود اے محبوب دل
اے مرے مقصود اے مطلوب دل
رہنمائی تجھ سے ہے گمراہ کو
دے ہے آگاہی تو جان آگاہ کو
پیاس تیرے شوق کی رکھتا ہے جو
تیرے آب وصل بن کب سیر ہو
جو کہ غم سے تیرے ہے پر اضطرار
بے ترے دیکھے اسے ہو کب قرار
جا کے دیکھا اکطرف اک خستہ تن
سر بسجدہ خاکمیں ہے نعرہ زن
سر اٹھا کر اس نے دیکھا شیخ کو
اور کہا اے شیخ سری خوش تو ہو
سن کے بولی لا الٰہ الا ھو
جہل ہو بعد علم کے اے نیک خو
تم گئے کیا بھول اے سری مجھے
میں ہوں تحفہ مول لیتے تھے جسے
شیخ نے دیکھا جو اسکو غور کر
مثل تنکہ ہو گئی ہے سوکھ کر
ہو گئی ہے زہد سے جیسے خیال
ہے گل پژمردہ کانٹے کی مثال
ہو گیا قامت الف سے اسکا نوں
مار مردہ کی طرح کاکل نگوں
شیخ نے تحفہ سے پوچھا اے قمر
نخل تنہائی سے پائے کیا ثمر
تجھ کو تنہائی میں کیا حق نے دیا
کر بیاں کچھ لطف وصف کبریا
عرض کی تحفہ نے اے والا قدر
شب قدر نے چھپ کے پائی کیا قدر
میں وہ پایا خاک میں عزلت کی رل
خاک سے پاتا ہے جوں ہر تخم پھل
سیم و زر کے جوں مجھے لے نکتہ سنج
ملگیا کان نہاں سے ایک گنج
لاکھ میں سے اک کرم اسکا ہے یہ
دی ہے اپنے قرب میں مجھ کو جگہ
دفع درد و غم مرا سب کر دیا
عشق سے اپنے مرا دل بھر دیا
شیخ نے اس سے کہا یوں وہ امیر
دے تھا جو قیمت میں تیرے زر کثیر
یوں کہا تحفہ نے وہ نیکو سرشت
ہیگا ہمسایہ مرا اندر بہشت
حق نے بخشا ہے اسے وہ مرتبہ
آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا
جب نہ پایا تحفہ جاں کاہ کو
چلدئے پھر تینوں بیت اللہ کو
دولت دنیا بھی کرکے سبغناہ
جاں بھی جانِ آفریں پر کی نثار
ایکدن باشوقِ دل اور سینہ صاف
کر رہے تھے کعبہ کا طواف
تھا یہ اک مضمون اس نالہ کیساتھ
یعنی کہتا ہے کوئی بیدل یہ بات
ہے چراغ شب سیہ روزوں کا تو
شادی دل ہے شب اندوزں کا تو
درد ہے تیرا شفا بیمار کی
زخم تیرا ہے دوا دل زار کی
عاشق حق نت ہے دنیا میں مریض
آہ و درد اسکی دوا ہے بے نقیض
سنکے اس سے شیخ مضمون دعا
مثل سیل اشک اس جانب چلا
سنکے اسدم شیخ کی آواز پا
چونک اٹھی یکبارگی وہ پارسا
شیخ نے پوچھا کہ تو کون ہے بتا
جسکے نالہ سے مرا دل خوں ہوا
رحم حق تجھ پر ہو ہے حیرت کی جا
آشنا کے بعد ہو نا آشنا
میں ہوں تحفہ جسکو کی تمنے رہا
پائی پردہ سے تیرے میں سو نوا
ہے پڑی اک غار میں وہ خاک تن
خاک میں غلطاں ہے اسکا تن بدن ۲۹
سر و سیمیں قد ہوا اس کا خلال
بدرِ تن گھٹ کر ہوا مثلِ ہلال
قطرۂ خوں تھے ہزاروں چشم پر
ہو لبوں پر آہ و نالہ پر شرر
کیا ہوا حاصل تجھے کہہ بعد ازاں
خلق سے ہو کر کے خلوت میں نہاں
جب سے چھوڑا دوستوں اور شہر کو
تو نے کیا دیکھے کرم حق کے کہو
اسم اعظم سے تمہیں ہوگا عیاں
کیا ملی عظمت اسے ہو کر نہاں
قدر و قیمت پائی میں چھپنے میں یوں
لعل و گوہر کوہ کے کونے میں جوں
خلق سے جسدم ہوئی ہوں میں نہاں
جو نہاں تھا ہو گیا مجھ پر عیاں
تخت پر اپنی محبت کے بٹھا
تاج الفت کا مرے سر پر دھرا
قربت حق سے ملے انست مجھے
غیر اسکے سب ہے وحشت مجھے
تھا مرے ہمراہ عرب کی راہ میں
مر گیا غم سے وہ تیری چاہ میں
حق تعالیٰ کی مرا الفت میں وہ
ہمقریں ہیگا مرا جنت میں وہ
شیخ بولے وہ کریم بے ریا
خطِ آزادی تجھے جس نے دیا

تاجر دل خستہ الفت میں تری
چار چشم ہے شوق زیارت میں تری
ہے طواف اندر تری امید پر
لگ رہی ہے ہر طرف اس کی نظر
سنکے تحفہ نے دعا اک دل میں کر
مرگئی رکھ کر در کعبہ پہ سر
دم میں بھر کر سانس ٹھنڈا مرگئی
عشق کے سب کام پورے کرگئی
جان مت دی جان اسنے رائیگاں
جان جاناں پر فدا کی اسنے جاں
عمر طاعت میں گزاری یار کی
مردوار آخر کو جاں بھی وار کی
چھوڑ کراسے دل یہ رویہ شانگی
سیکھ لے اس زن سے تو مردانگی
غم تو اپنا کر نہیں گر تجھ کو غم
جائے ماتم ہے نہ جس جا میں ہو غم
آگیا تاجر بھی ناگہ اس گھڑی
دیکھا تحفہ کو کہ ہے مردہ پڑی
بیدلی سے وہ بھی گرکر خاک پر
مرگیا تحفہ کے رکھ پاؤں پہ سر
جان دی بیساختہ مثل پتنگ
ساتھ اس شمع کے جلکر بیدرنگ
دیکھ کر یہ حال بولے شیخ یوں
انا للہ الیہ راجعون
بعدازاں تجہیز اور تکفین کر
خاک میں دونوں کو سونپا سربسر
شیخ نے دونوں کا کر گور و کفن
بعد راہی ہوئے سوئے وطن
رحمت حق ہو جیو شام و سحر
ان شہیدوں کی روان پاک پر
رحمت حق ہو سدا ان پر نثار
دے جگہ ہم کو بھی رب انکے جوار
بارہ سو تھے اور اکاسی سال ہجر
ہو چکا جب حضرت تحفہ کا ذکر
ہو چکی جب مثنوی تحفہ تمام
تحفۃ العشاق رکھا اسکا نام

تمت بالخیر

ازجناب عالم لوذعی وفاضل یلمعی جناب مولانا مولوی اشرفعلی صاحب مدرس اوّل ۳
بدست آمد

آہ کہ وہ یار مرا یار نہیں
آہ وہ دلبر مرا دلدار نہیں
آہ مجھے جس نے لیا پھیر دیا
آہ مرا کوئی خریدار نہیں
آہ جو لے ہے مجھے پھینکے ہے وہیں
آہ کوئی مجھ سا بھی بس خوار نہیں
آہ جسے دل دیا بس رنج لیا
آہ کوئی یار وفادار نہیں
آہ سنے کون مرا درد و غم
آہ بجز غم کوئی غمخوار نہیں
آہ کہوں کس سے میں احوال دل
آہ کوئی محرم اسرار نہیں
آہ مصیبت مری پھر کون سنے
آہ مرا یار ہی جب یار نہیں
آہ اے امداد نہ کر آہ آہ
آہ ہی سر قابل اظہار نہیں

غذائے روح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

کس سے ہو حمد و ثنا اُس ذات کی
کُن سے پیدا جسنے موجودات کی

اُس وجود پاک کی ہو حمد کب
جلوہ گر ہے جس سے موجودات سب

قدرتِ حق یہ ہے جس سے دو جہاں
ہو گئے دو[۲] حرف سے کُن کے عیاں

حکم کاف و نوں کے ہوتے ہی ہوا
کُن سے یہ کونین کا نقشہ بنا

ہے منزہ وہ تو از کون و مکاں
اُسکے پر اوصافِ قدرت ہیں عیاں

یا الٰہی تو ہے بیچون و چگوں
راہ اپنی کا مرا ہو رہنموں

ہے تو ہی پروردگار دو جہاں
ہے تو ہی پیدا کنندہ انس و جاں

خوانِ الوان عام ہے سب پر ترا
شکرِ احساں پر کروں تیرا سدا

ہم سے طاعت کب تری آوے بجا
ہاں مگر ہو لطف کچھ ہم پر ترا

تجھکو جو لائق ہے اطاعت اے خدا
ہووے شاید جب کسی سے کچھ ادا

نعت شریف حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نام پیغمبر سے اے امداد آ
کر نواب کام و زباں شیریں ذرا

نام پاک اُنکا ہے احمد مجتبےٰ
ہیں وہ مقبولِ جنابِ کبریا

کس سے ہووے نعتِ ختم المرسلین
جز بذاتِ پاک رب العالمیں

ذاتِ احمدؐ ہے وہ بحرِ بیکراں
جسکا اِک قطرہ ہے یہ کون و مکان

۲ ذات پاک احمدؐ ہے والشمس والضحےٰ
جسکے یہ ذرے ہیں سارے اولیا

ہے سزاوار اُسکو تاجِ سروری
زیب اُسے ہے خلعتِ پیغمبری

سرورِ عالم محمدؐ شاہ دیں
پیشوائے اوّلین و آخریں

حکم اُن کا ہے جہاں میں سر بسر
وہ یہاں آئے ہیں سب سے پیشتر

ذاتِ پاک اُنکی نہ پیدا ہوتی گر
ہوتے کب ارض و سما جن و بشر

اسپہ پڑھ امداد تو لاکھوں صلوٰۃ
تجھکو ہو جسکی شفاعت سے نجات

آل اور اصحاب جتنے ہیں تمام
پڑھ تو انپر سو درود اور سو سلام

مدح مبارک ہر چہار خلیفہ و دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم

شہسوارانِ جہاں مردانِ دیں
چار یار مصطفےٰ اہلِ یقیں

اوّلاً ابو بکر صدیقؓ اہلِ دیں
دوسرے عادل عمرؓ والا یقیں

تیسرے عثمانؓ با حلم و حیا
چوتھے ہیں حضرت علیؓ شیر خدا

اور سب اصحاب اُنکے ذی علوم
ہیں ہدایت کے فلک پردے نجوم

صدق اور عدل اور شجاعت اور حیا
ہے انہی چاروں سے دیں کو ارتقا

اُن سے راضی ہے خدائے دوسرا
اور خوش ہیں انسے حضرت مصطفےٰ

تو بھی جان و دل سے اے امداد اب
رہ فدا اُنپر سدا ہر روز و شب

جو کوئی بد اعتقاد اُن سے ہوا
ہے وہ مردودِ جنابِ کبریا

اس داستان میں تبرکاً حضرت پیر و مرشد برحق عارف نور مطلق شیخ المشائخ والا اولیا حضرت مولانا و اولانا قطب میان دوآب نور الاسلام حضرت خداوند میاں جیو نور محمد جھنجھانویؒ

نام سے مرشد کے اے امداد آ دے زبانِ دل کو اب کچھ ذائقا
ماہیِ دریائے توحیدِ خدا مظہرِ حق مصدرِ سرِّ خدا
شاہِ دیں سرخیل جملہ اولیا تاج بخشِ اصفیا دا تقیا
رہنمائے زبدۂ اربابِ علم رہبرِ ہر قدوۂ اصحابِ علم
اخترِ چرخِ ہُدا ماہِ عطا بحرِ علم معرفت نجم الہُدا
یعنے پیر اور مرشد اور مولی مِرے حضرت نور محمدؐ نیک پے
ہیں وہ بیشک مظہرِ انوارِ حق سر سے پا تک مصدرِ انوارِ حق
سارے عالم پر ہے اُس کا پرتوا کون سی جا وہ نہیں جلوہ نما
خاص جلوے کی چمک جسپر پڑی چرخ غیبی کا ہوا ماہِ جلی
پرتوا اُس نور کا جس پر پڑا ہوگیا ذرّے سے خورشید ضیا
آگے اُنکے ذرّوں کے ذرّہ مثال ہے وہ خورشیدِ فلک بے قیل و قال
اِن میں اُن میں فرق ہے بس بیشمار اِن سے حاصل کارِ خیر اور اُن سے یار
دیکھ لے ہے چشم دل کی کھول کر ہر جگہ نورِ محمدؐ جلوہ گر
عکس سے اُس نور کے تا اے پسر روئے جاناں پر پڑے تیری نظر
گرچہ یاں سے کر گئے ہیں انتقال فیض باطن ہے دلے اُنکا بحال
اب تو بے شک وہ سراسر نور ہے نور ہے سایہ سے بالکل دُور ہے
جب ہوا پیدا وہ نورِ معرفت شبلیِ دوران ادہم کی صفت
بارہ سو انسٹھ ۱۲۵۹ میں کر کے انتقال اِس جہاں سے جا ملے با ذوالجلال
مولد و مرقد شریف اُن کا پسر خلق میں روشن ہے جوں شمس و قمر
شہر جھنجھانہ ہے اک جائے ہُدا مسکن و ماوا ہے اُس جا آپ کا
متصل اُس شہر کے اے نیک نام ہے عجب دلچسپ درگاہِ امام
پاس اُس مرقد کے قبلہ رخ بنی ہے زیارت گاہ میرے پیر کی
اعتقادِ دل سے جو جاوے وہاں اُسپہ سب اسرار باطن ہوں عیاں
کرتے ہی زیارت مزارِ پاک کی ہوویں ظاہر اُسپہ اسرارِ خفی
سرورِ عالم شہِ دنیا و دین عاشق و معشوق ربّ العالمیں
واقفِ اسرارِ حق دانائے راز بے نیاز عالم سے حق سے بانیاز
پیشوائے شاہ شاہانِ جہاں مقتدائے جان جانانِ جہاں
حامیِ دینِ متیں خیر الامم دافعِ بدعات وکینِ کفر و ظلم
قبلۂ ارباب و اصحابِ یقیں کعبۂ عُبّاد و زُہّاد اہل دیں
حضرت نور محمدؐ اولیا پیر و مرشد ہیں مرے اور رہنما
دیکھ ٹک جلوہ ذرا اُس نور کا جس سے ہیں پُر نور بہر دوسرا
جسکے سر پر خاص سایہ اُس کا ہو ملک غیبی کا ہوا سلطان وہ
چشم رحمت سے نظر جس پر کرے قطرے سے دریا ہو وہ پل مارتے
پرتوؤں کا اُسکے کیا ہووے بیاں ہے ہر اک اُنمیں سے خورشید جہاں
کیونکہ ہیں یہ سب کے سب خورشید جاں اور وہ ہے آفتاب آسماں
روشنی انکی سے ہے دنیا کا کار نور سے اُنکے ہو حاصل روئے یار ۳
چاہیئے تجھکو اگر وصلِ خدا سایۂ نور محمدؐ میں تو آ
الغرض جو راہِ حق مطلوب ہے جا قدم لے دوڑ میرے پیر کے
بلکہ سو چند اس سے ہے نور و ضیا کیونکہ پردہ جسم کا بھی اٹھ گیا
سالِ تاریخ اور تولد اور وفات اُنکی دونوں مجھسے سُن اے نیکذات
ہجرتِ نبوی کا اَے فرخندہ فال بارہ سو ۱۲۰۱ پر تھا زیادہ ایک سال
جسکو ہووے شوق دیدارِ خدا اُنکے مرقد کی کرے زیارت وہ جا
گر نہ آوے تجھکو کوری سے نظر پوچھ لے مجھ سے تو اب اے بے خبر
مولدِ پاک آپ کا ہے اور مزار اس جگہ تو جان لے اے ہوشیار
سید محمود ہے نام شریف ہے مکاں وہ بس عجیب و بس لطیف
اُس جگہ ہے مرقدِ پاکِ جناب سر جھکاتے ہیں جہاں سب شیخ و شاب
دیکھتے ہی اُس کے مجھ کو ہے یقیں اُسکو ہو دیدار ربّ العالمیں
کیوں پھرے ہے جا بجا سر مارتا سایۂ نور محمدؐ میں تو آ

جو نہ ہو قدرت تجھے اُس نور تک
اُسکے خلفا سے تو جا دامن سے لگ
ہیں بہت اُنکے خلیفہ اور مُرید
پا سکے ہے اُنکو کب تو اے سعید

ہیں مُرید اور طالب اُنکے بیشمار
جنکی برکت ہے جہاں میں آشکار
لیک اُن کا مرتبہ دیکھے ہے وہ
چشمِ بینا دل مصفا جسکے ہو

اُن کا رتبہ کب تجھے آوے نظر
ہو رہا ہے تو تو بالکل بے صبر
الغرض گر تجھکو اب منظور ہے
دُوں پتا بعضوں کا ان میں سے تجھے

طالبِ صادق ہے جو تو اے میاں
دُوں پتا خانہ کا میں اُنکے نشاں
راہِ حق تجکو اگر مطلوب ہے
قصبۂ تھانہ بھون کی راہ لے

ہیں خلیفہ آپکے چند اک وہاں
نور سے جن کے ہے روشن سب جہاں
فیض اُنکا عام ہے اک خلق پر
چھوڑ گھر اور جلد لے جا اُنکا در

صحبت اُنکی جان پارس اے فنا
جنکے ملنے سے ہو مس خالصِ طلا
ہے نگہ میں اسقدر اُن کی اثر
سنگریزے جس سے ہوں رشکِ قمر

دیکھتے ہی اُنکے دم میں اے اخی
سو برس کا بُت پرست ہو وے ولی
اس طرح کے چھوڑ کر مردانِ مرد
چھانتا پھرتا ہے کیوں عالم میں گرد

ہیں خلیفہ اُنکے گرچہ بے شمار
لیک اُنمیں ہیں ۲دو اعلیٰ باوقار
اُن میں سے دو شخص ہیں اہلِ ہُدا
ماہِ برجِ معرفت شمس الضحیٰ

نیّرِ بُرجِ کرم ماہِ عطا
گوہرِ دُرجِ نعم بحرِ سخا
صاحبِ ارشاد و تلقین و ہُدا
عاشقِ حق نائبِ خیر الورٰی

عالم و زاہد ولی اہلِ مقام
متقی و پارساؤ نیک نام
یعنے ہیں حافظ محمد ضامن اب
فیض کی طالب ہے جن سے خلق سب

دوسرے شیخ محمد مولوی
علم و زہد اُن کا ہے عالم پر جلی
بحر ہے مواج دونوں علم کا
ظاہری و باطنی با اہتدا

وصف ان کا ہو سکے کس سے ادا
بحرِ عرفاں کے ہیں دونوں آشنا
مجمع البحرین ہیں عرفان کے
جن سے باغِ دو جہاں سرسبز ہے

۴ دیکھنے کو حق کے یہ آنکھیں ہیں دو
بے حجاب ہو دیکھ ان سے یار کو
دیکھنے کو مصحف رخسار جہاں
چشمۂ عینک ہیں دونوں یکساں

ملکِ غیبی کے ہیں ۲دو شمس و قمر
نور سے دیکھ اُنکے روئے سیمبر
شمع ۲دو ہاتھوں میں دیدی ہیں ترے
راہ سیدھی آپ تو اب دیکھ لے

اسپہ بھی پھر تو اگر اندھا رہے
قعر گمراہی میں بیشک جا پڑے

مناجات بجناب باری تعالےٰ

اُن کی برکت سے مجھے بھی یا خدا
اپنے کوچہ کا ذرا راستہ بتا
ساتھ کا میرے ہر اک واصل ہوا
کوئے فرقت میں رہا میں ہی پڑا

میں بھی تو اُس نور کا سایہ ہوں آہ
دُور مجھکو ڈال کر مت کر تباہ
گرچہ نالائق ہوں بدکار اور بُرا
کفش بردار ہوں مگر اُس نور کا

نیک ہوں یا بد بھلا ہوں یا بُرا
تیرا کہلا کے کہاں جاؤں خدا
مت اُٹھا ذلت سے اس در سے کہیں
دوسرا در مجکو اب ملتا نہیں

اپنی رحمت سے بلا یا دُور کر
پر نہ چھوڑوں گا کبھی میں تیرا در
مجھ سے ہیں بندے ترے بے انتہا
پر نہ مجھکو تجھ سوا ہے دوسرا

دیکے عزت پھر مجھے مت کر تو خوار
اور نہ کر ذلت گنہ سے شرمسار
مت مسلط مجھ پہ کر شیطان و نفس
ہاتھ سے تیرے ہو جو ہو وے اور بس

تجھ سے ہی شرمندگی بس ہے مجھے
پر نہ کر شرمندہ آگے اور کے
شامتِ اعمال سے اپنے مگر
ایک مدت تک رہا ہوں دور تر

ہو کے قائل اپنی تقصیرات سے
اب جو آیا ہوں تو مجکو بخشدے
کیا کروں میں عذر تقصیرات کا
تیرے آگے عجز و زاری کے سوا

آہ و زاری سے اُٹھا دستِ دُعا
مانگتا ہوں تجھ سے تجکو اے خدا
تجکو ہی تجھ سے طلب کرتا ہوں میں
اور کی خواہش نہ اب کرتا ہوں میں

نے گدائی تاجداری چاہئے
پر ترے کوچہ کی خواری چاہئے
کر مجھے یوں اپنی الفت سے تو مست
جس سے ہو ویں سب خیال غیر پست

دے مجھے اب ہوش یارب اسقدر
غیر تیرے جو ہو دل سے دُور ہو
دے تڑپ ایسی تو اپنے عشق کی
دَرد وغم کو اِسقدر یارب عطا
کر عنایت بیخودی اَب مجھ کو دو
خاک راہِ دردمنداں کو مجھے
تاکہ کر دوں غرق اس میں غیر کو
داغ دل سے کر مجھے باغ و بہار
زنگ غیر آئینہ دل سے دُور کر
جام وحدت سے مجھے یوں مست کر
دے رہائی مجھکو یارب آپ سے
ہر رگ و پے میں سماوے شغل جاں

تجھپہ دیوانہ رہوں آٹھوں پہر
تیری الفت سے یہ دل معمور ہو
ایک دم آرام ناپاؤں کبھی
جو کہ دیکھے مجھ کو دے آنسو بہا
آپ کو کھو کر مَیں پاؤں آپ کو
جان بریاں چشم گریاں کر مجھے
ماسوا دلبر کے جو کچھ ہو سد ہو
تاکہ آوے سبر کو وہ گلعذار
تاکہ دیکھوں اُسمیں رُوے سیمبر
حرف غیریت کا ہو دلسے بدر
آپکو میں اپنے پاؤں آپ سے
دُور ہو حرفِ دوئی ازور میاں

ذکر ہووے نورا ہوئے سدا
فکر باطل دل سے میرے دور ہو
شغل ہووے دَرد وغم کے جام سے
سینہ بریاں چشم گریاں جاں بلب
دَرد الفت دے وہ اب دل کو میرے
دے وہ گریہ کو مرے شورائے غفور
کر عطا ایسی طپش دل کو مرے
خانۂ دل کو مرے ویران کر
دامِ الفت میں پھنسا کر جلد تر
دوست سے کر پُر مرا یوں لحم و پوست
کر جگہ دلبر کی یوں دل میں مرے
ماؤ من کا مرض دل سے دور ہو

فکر ہووے نوری ہووے سدا
مظہر انوار سے پر نُور ہو
ایکدن بیٹھوں نہ میں آرام سے
عشق میں کھینچوں سَدا رنج وتعب
دَرد میرے کو دَوا ہو دَرد سے
جس سے ہو جا چشم طوفاں کا تنور
ماسوا جاناں کے سب کو پھونکدے
گنج الفت اسمیں بھردے سربسر
دو جہاں کی قید سے آزاد کر
پوست سے باہر نہ نکلے غیر دوست
غیر کی اُسمیں نہ گنجائش رہے
توہی تو باقی رہے تن نور ہو

اس میں بیان ہے لطف اور احسان کا حضرت مولانا و ہادینا و مرشدنا قطب میاں دوآب نور الاسلام حضرت خداوندم مولوی نور محمدؒ قدس سرہ کا کہ اوپر مجھ ناکارہ بیچارہ بدراہ روسیاہ امداد اللہ چشتی نوری عفا اللہ عنہ کے ہے ۵

جلوۂ نورِ محمدؐ نے اَب آ
دیکھکر اُس شعلۂ رُو کی بہار
دیکھتے ہی لالۂ رُخ کی پھبن
تھی شبِ معراج نے وہ زلف تھی
ایک چشمہ بھی جو اُس سے کھول دوں
گر دکھاؤں اُسکا دُرِ شاہوار
یہ رہے نہ وہ رہے نہ میں نہ تو
اس جگہ خاموش رہنا چاہیئے
لطف و احسان اُسکا لکھ سکتا ہے کب
خوش زمانہ تھا کہ اِس ہجران میں

دو جہاں سے مجھ کو فارغ کر دیا
ہر بُنِ مُو سے مرے نکلے شرار
داغِ دل سے ہو گیا باغ و چمن
جو تجلّی اُس نے پائی نور کی
غرق اُس میں دونوں عالم کو کردوں
دو جہانکو اُسپہ کر ڈالوں نثار
ہُو ہی ہو باقی رہے خُود ہو ہی ہُو
سرّ باطن مت زباں پر لایئے
سر قلم کا بھی قلم اِس جا ہے اَب
مجھپہ جو جو گذرے تھا اُس آن میں

خود دکھا برق تجلی کا جلال
اُن شراروں کو اجازت دُوں اگر
پھنسکر اُسکی زلف میں امدؔاد میں
بحر عرفاں لطف سے اس نور کے
اک حباب اُس بحر کا ہے یہ سما
جو دکھاؤں اُس تجلی کی چمک
بل نہ حرف ہُو رہے پھر جان تو
رکھ قدم امدؔاد اِس جا تھام تھام
دیکھ یاں مت مار دم امدؔاد اَب
پھرتا تھا صحرا بہ صحرا کُو بہ کُو

خرمنِ تن میں مرے دی آگ ڈال
خاک کر دیں ماسوا کو پھونک کر
دونوں عالم سے ہو آزاد میں
موجزن امدؔاد کے سینہ میں ہے
اک ذرّہ ہے یہ خور اُس نور کا
پھونکدے ماہی سے لیکر ماہ تک
ہُو ہی ہو باقی رہے خود ہُو ہی ہُو
غور فہم عام پر کر والسّلام
بندہ ہو کر حق سے کر حق کو طلب
اپنے اُس دلبر کی کرتا جستجو

ذوق شوق محبت الٰہی کا بیان

اے خدائے مالکِ ہر دو سرا
درد فرقت سے مرا دل ہے بھرا
تیری دوری سے بہت بیتاب ہوں
رنگ پرخوں ماہی بےآب ہوں
بیقراری ہے بہت اے کبریا
ڈھونڈھنے تجکو کہاں جاؤں بتا
تو ہی بتلا آپ اپنی مجھ کو راہ
جس سے پہنچوں تجھ تلک اے بادشاہ
بن بلائے تیرے اے شاہِ جہاں
تجھ تلک میں پہنچ سکتا ہوں کہاں
واسطے اپنے ذرا صورت دکھا
تاکہ جی قیدِ دوئی سے چھوٹ جا
اس دوئی نے کر دیا دور اسقدر
آپ کی بھی میں نہیں رکھتا خبر
بحرِ وحدت سے مجھے لاکر یہاں
ڈالا یوں کثرت میں اے جانِ جہاں
دور کر کے مجھ سے کثرت کے حجاب
جلوۂ وحدت دکھا جلدی شتاب
تاکہ قید ما و من سے چھوٹ کر
اصل سے اپنے کہیں پاؤں خبر
پھر میں اپنا اس کو کر کے راہبر
تجھ تلک پہنچوں کہیں اے باخبر
وہ بھی تو اک وقت تھا اے کبریا
جز وجودِ پاک کے کوئی نہ تھا
بحرِ وحدت میں یہ جاں تھی غوطہ زن
کچھ دوئی کا تھا نہ واں رنج و محن
ملک میں ہستی کے اے امداد آ
گم کیا ہے آپ کو تو نے بھلا
قید ہستی میں پھنسا تو اس قدر
اصل کی اپنی نہیں تجھکو خبر
عہد و پیماں جو کئے تھے تو نے واں
کچھ بھی ان سے یاد رکھتا ہے یہاں
عہد و پیمان توڑ کر اے بے وفا
جس لئے پیدا کیا تھا تجھکو یار
وہ کیا ہرگز نہ تو نے اختیار
۲ راہ سے بے راہ تو اب ہوگیا

بھائی نے یہ مضمون کتاب نان و حلوا کا کہ تصنیف بہاؤالدین عاملی کی ہے جو مطابق اپنے حال کے تھا لکھا

٦

سن تو اے شکنندۂ راہِ قدیم
اور اے گم کردہ راہِ مستقیم
گوش جاں سے سن تو بلبل سے ذرا
یار کی باتوں سے یہ کہتی ہے کیا
ہے یہ بلبل یار کے گلزار کی
پوچھ باتیں اس سے اس دلدار کی
آفریں اے بلبلِ بستانِ جاں
کہہ مرے دلدار کی تو داستاں
آفریں اے بلبلِ دستان سے
آفریں اے قاصدِ بستانِ سے
قاصدا جلدی خبر مجھ کو سنا
کہتا ہے حق میں مرے کیا دلربا
مجھ سے راضی بھی ہے وہ دلبر بتا
اور مائل بھی ہے کچھ سوئے وفا
یا ہمیشہ ہجر پر مسرور ہے
سچ بتا جو کچھ اسے منظور ہے
آفریں اے پیکِ فرخ فالِ من
آفریں اے مایۂ اقبالِ من
آفریں اے بلبلِ خوش خواں تجھے
ماسوا سے کر دیا فارغ مجھے
ہیں نوائیں کیا تری آتش بھری
آگ جس سے یوں مرے دل میں لگی
سوزِ دل سے میری با آہ و فغاں
ہر بنِ مو سے نکلتا ہے دھواں
آفریں اے ہدہدِ شہرِ سبا
آفریں اے قاصدانِ دلربا
آفریں اے طوطیٔ شکر شکن
تجھ پہ ہو قربان میرا جان و تن
کہہ تو پھر مجھ سے ذرا حالِ صنم
لے گیا تحقیق دل سے رنج و غم
نجد کے یاروں کی دے مجھ کو خبر
تاکہ ہو دیں مست سب دیوار و در
پھر سنا بہرِ خدا اے نامہ بر
زمزم و خیف و منا سے کچھ خبر
ہے دل و جاں دونوں غم میں مبتلا
تاکہ چھوٹیں سنکے حالِ دل رُبا
مسکن و ماویٰ سے پھر میرے ذرا
دے خبر بہرِ خدا بہرِ خدا
پھر کہوں کچھ یار بے پرواہ سے
کس لئے مجھ سے وہ اب ناراض ہے
کیوں خفا مجھ سے ہوا وہ بے سبب
عہد و پیماں توڑ کے کیوں یکلخت سب
کہہ ذرا بہرِ خدا اک حرف تو
از زبان آں نگارِ تند خو
جس سے ہو تسکین کچھ دل کو مرے
وہ بیاں کر جس سے ہوں قرباں ترے
ایکدن وہ تھا کہ ہم اور وہ صنم
مثلِ بو و گل تھے آپس میں بہم
ایکدن وہ تھا کہ ہم سے دلربا
گاہ خوش ہوتا تھا اور گاہے خفا
خوش وہ دوراں تھا کہ گاہے از کرم
مارتے راہِ وفا میں تھے قدم

آخرش اک شب بصد رنج والم
جاں بلبوں پر حسرتِ گفتار سے
فتنۂ ایام و آشوبِ زماں
ناگہاں در سے مرے وہ بے حجاب
بے محابا پاس میرے آن کر
آتشِ فرقت میں تیری دل کا حال
بیٹھ کر اک دم سرِ بالین پر
میں نے تب اُس سے کہا اے خوش ادا

میں کردں تھا گوشہ میں یادِ صنم
دل بھرا نومیدیٔ دیدار سے
خانہ سوزِ صد چومن بسمخان وماں
لب گزاں ڈالے ہوئے رُخ سے نقاب
پوچھنے مجھ سے لگا وہ باخبر
کیا ہے کچھ تو منہ سے تو اپنے نکال
اٹھ گیا بے ساختہ وہ باخبر
پھر میں کب دیکھونگا تجھ کو یہ بتا

سر بزانوئے غم سے اُس کے بیٹھ کر
وہ قیامت قامتِ پیماں شکن
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ مہرِ منیر
زلف مشکیں دوش پر ڈالے ہوئے
یہ کہ اے شیدا دلِ محزوں مرے
میں کہا اُس سے قسم اللہ کی
ساتھ اپنے لیگیا وہ خود پرست
یہ لگا کہنے مجھے دیکھے گا تو

کھینچتا تھا دل سے آہِ پُر شرر
آفتِ دوراں بلائے مرد و زن
خود بخود ہوتا ہے یاں رونق پذیر
اور نگہ سے کار عالم کا کئے
دے بلاکش عاشقِ مفتوں مرے
جان اب مجھ میں نہ کچھ طاقت رہی
عقل و دیں میرا وہ سارا ایک لخت
خواب میں اپنے پھر آدھی رات کو

یہ داستان بیچ بیان تاسف اور ندامت اور صرف کرنے عمر کے بیچ اس چیز کے کہ کہ نفع نہ دے قیامت کو اور بیچ معنوں اور غرض قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سُؤرُ المؤمنین شفاءٌ یعنے جھوٹا مومن کا شفا ہے

عمر گذری ساری قیل و قال میں
اے ندیم اب کفش پا سے دُور کر
اور پلا جلدی سے مجھ کو وہ شراب
دے شراب ایسی مجھے اب جلد تر
وہ پلا مجھ کو تو اب بہر خدا
اُٹھ توجہ کر ذرا بہر خدا
تنگ ہے افسوس وقتِ عمر اب
علم رسمی دُور کر مجھ سے اخی
دل کو کرتا ہے یہ مردے سے تبر
علم کا بر تن زنی مارے بود
علم سے کرلے صفائی دل کی یار
عاشقی کا حکم حق ہے اور درست
ہو نہ جس دل میں محبت کا اثر

پھنس رہی غفلت سے اس حنجالیں
بہر موسیٰ ہے وہ آتش جلوہ گر
غیر حق ہو جس سے جلکر سب کباب
مست ہوں پینے سے جسکے اس قدر
تاکہ فارغ ہوں زقیدِ ماسوا
کرتا ہے تسبیح اس کی دل مرا
حیف ہے صد حیف کھوئی عمر سب
عمر علمِ رسم میں گذری مری
کچھ نہیں حاصل ہے اس سے جز خطر
علم کاں بر دل زنی یارے بود
ہے وہی پھر تیرا یار و غمگسار
اور سوا اسکے ہیں سارے علم سست
ہے خدا کی مار اُس پر بیشتر

اے ندیم اب بہر حق اٹھ تو سہی
دے مجھے اب وہ شراب شعلہ زن
وہ شراب اب مجکو دے تو اے لبیب
جس طرف دیکھوں اٹھا کر کے نظر
اور مئے خمر الحنا ہے لاؤ تم
خوف مت کر ابتو اے صاحب شعور
آہ صد افسوس یہ عمرِ عزیز
علمِ رسمی سارا قیل و قال ہے
طبع کو افسردگی بخشے مدام
خرچ تو نے علم تن پر کیا
علم حق ہے جان علم و عاشقی
جسکے دل میں ہو نہ الفت یار کی
جسکے دلمیں ہو نہ مہر گلرخاں

کچھ نہیں طاقت ہے اب مجکو رہی
جس سے جلکر خاک ہو تن اور بدن
راہ بر ہو جو کہ در راہِ حبیب
کچھ نہ آوے غیر دلبر کے نظر
چھوڑ پیالوں کو لگا دو منہ سے خم
کیونکہ ہے اللہ تو ربِ غفور
کھوئی اپنے ہاتھ سے ہو بے تمیز
اُس سے کچھ حاصل نہ خط اور خال ہے
مولوی کا یاد رکھ پھر یہ کلام
ہو گیا حق میں وہ تیرے اژدہا
مالقی ہے مکر ابلیسِ شقی
ہے بلاشک وہ تو قابل نار کی
کہنہ ابنہ ہے وہ پُرازا ستخواں

راز باطن اس سے کب تجھ پر ہو باز
گو ترے شاگرد ہوں سو فخر رازی[1]
جو کوئی قربان نہ ہووے یار پر
اسکے لائق ہے جدا ہو تن سے سر
جس کسی کے ہو نہ دلمیں مہر یار
اُسپہ لائق ہے کہ ہو پالاں کا بار
علم دیں ہے فقہ و تفسیر و حدیث
جو سوا اُس کے پڑھے ہو وہ خبیث
سُن تو اس ہفتے میں اے مردِ خدا
اب پڑھے گا علم بتلا کون سا
یہ علوم اور یہ خیالاتِ صُوَر
فضلۂ شیطان ہے یہ سنگ پر
دل کو علمِ عشق سے خالی اگر
دیکھتا ہے بے حیا ٹک غور کر
حیف ہے رکھتا ہے جو تو اے دغل
سنگِ استنجا، دیو اندر بغل
چند خوانی حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں راہم بخواں
علم معقولات بے بنیاد ہے
مغز کو خالی کرے گا تا بکے
دل کو روشن کر بانوار جلی
کیوں بنا ہے کاسہ لیسِ بوعلی
ان کو جو پڑھتا ہے تو اے زشت خو
خوک اور کتوں کا جھوٹا کھاتا تو
۸ سورِ ارسطالیس سورِ بوعلی
کب شفا حضرت نے فرمایا اخی
کھالیا ہے زہر اگر تو نے ذرا
جا کے کھا تریاق تا ہووے شفا
کب تلک افسوس زاری بیشمار
شرم کر حق اور نبیؐ سے اتنو بار
کب تلک اِس مکر باطل میں بھلا
تو رہے گا مبتلا اے بے حیا
سُن دف و نے سے وہ گل مردِ عرب
کہتا تھا کیا خوب از رُوئے طرب
تھا عرب میں ایک مردِ خوش ادا
عشق سے رکھتا تھا وہ کچھ ذالقا
اور کہتا تھا یہ خوش الحان سے
یعنے اس مضمون کو جی جان سے
کچھ کیا حاصل نہ تم نے زینہار
جز خیال اور وسوسہ اے نابکار
جق جق و لق لق میں یہ عمرِ عزیز
تو نے کھوئی رائگاں اے بے تمیز
ذکر میں اور فکر میں غیروں کے آہ
جان اور تن کو کیا ناحق تباہ
ہے تمہارا ذکر در غیر الحبیب
کچھ نہیں عقبیٰ میں اب تمکو نصیب
ساقیا یک جرعہ از جامِ قدیم
دے نواب امداد کو بہر کرم

علم رسمی گو تو کیسا ہی پڑھے
راز باطن اُس سے کب تجھ پر کھلے
جو نہ ہووے مبتلائے ماہ رُو
نام اُسکا لوح انسانی سے دھو
الغرض اس علم رسمی میں اخی
کھو چکا تو عمر اپنے کام کی
عمر سے تیری کوئی پوچھے اگر
سات دن باقی ہیں اسمیں شک نہ کر
فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم
ہندسہ یا رمل یا اعداد رسوم
جو ہو دل خالی ز عشقِ دلبراں
سنگِ استنجا شیطاں اُسکو جاں
سنگِ استنجا شیطاں ہے وہ دل
دل نہیں پر ہے سرشتِ آب و گل
لوح دل سے فضلۂ شیطان دھو
اے مدرس درسِ عشق ہم بگو
پڑھ چکا تو حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیوں کو بھی تو جاں
بحث نحو و صرف میں کی عمر صرف
اتنو فضلِ عشق سے پڑھ یک دو حرف
فخر رازی اور ارسطو بوعلی
ہیں یہ باطل اور اُن کے علم بھی
سرورِ عالم شہِ ہر دوسرا
کہتا ہے مومن کے جھوٹے کو شفا
جھوٹے میں مومن کے ہوتی ہے شفا
کافروں کا جھوٹا ہے زہر اور بلا
سینہ اپنا جا کے تو صد چاک کر
دل کو تو آلودگی سے پاک کر
کب تلک بیہودگی سے گفتگو
تو کریگا اب بتا اے زشت خو
فکر اِس کی کر جو تیرا یار ہو
درد و غم کا تیرے حامی کار ہو
گوش جاں سے سُن ذرا اے نیکخو
قول اِک مردِ عرب کا مجھ سے تو
ایک دن فرحت سے وہ بے رنج و غم
دائرہ اور نے بجاتا تھا بہم
ہو ولے تم قوم اے مردانِ کال
مدرسہ میں رہ کے یوں لیل و نہار
جو کہ کرنا تھا کیا تم نے نہ کام
عمر باتوں میں گئی ناحق تمام
پر کبھی تم نے نہ ذکر اُسکا کیا
جس نے یہ تم کو دیا ذہن و ذکا
چھوڑ کر کے تم نے کوچہ یار کا
لے لیا ہے آہ رستہ نار کا
لوح دلسے دھو اُسے اے نیکذات
علم جو دیوے نہ عقبیٰ میں نجات
تا کرے شق پردۂ پندار کو
یار کی آنکھوں سے دیکھے یار کو

---

[1] مراد ازاں امام حجۃ الاسلام فخر الدین رازی، مستند تا آمدم کہ در دل تو محبت گلرخاں نخواہد بود سر باطن منکشف نخواہد شد اگر مثل فخر الدین رازی ہزار تلمیذ تو بودند ۱۲

یہ داستان بیچ قطع علائق اور گوشہ نشین ہونے خلائق سے ہے

جسکو دے توفیق رب العالمین
ہو وہ قیل و قال سے عزلت گزیں
تجکو خلوت میں ہے عزت اے فتا
اختلاط خلق سے ڈھونڈے ہے کیا
جو ملے گوشہ سے عزت برملا
خلق کے ملنے سے پھر حاصل ہے کیا
دامن عزت سے پا مت کر بدر
کیوں پھرے ہے چوں گدایاں دربدر
گوشۂ خلوت میں تو بیٹھا اگر
پھر قدم ہرگز کبھی باہر نہ کر
جو تو دیو نفس سے پاوے اماں
جا پری کیطرح سے ہو جا نہاں
جس طرح پریاں جو رہتی ہیں چھپی
دیو کے ہاتھوں سے رہتی ہیں بچی
اس طرح جب دور ہو تو خلق سے
نفس اور شیطاں کے ہاتھونسے بچے
کب حقیقت سے کھلے گا تجھ پہ در
تو مجازی سے نہ گذرے گا اگر
ہووے حاصل کب تجھے راہ خدا
جب تلک چھوڑے نہ دینا کا مزا
جو تو چاہے عزت دنیا و دیں
خلوتے از مردم دنیا گزیں
جس نے پایا کچھ بھی خلوت کا مزا
ہو گیا وہ دو جہاں کا پیشوا
جب ہوئی پوشیدہ سب سے لیل قدر
ہو گئی وہ رشک صد خورشید و بدر
چھپ رہی ہے جو شب قدر اے فتا
اسلئے مقبول ہے پیش خدا
ہے نہاں جو اسم اعظم اسلئے
سارے ناموں کا وہی سردار ہے
ہو تو گر عالم سے پنہاں اے ولی
لیل قدر اور اسم اعظم ہے تو ہی
بیٹھ جا گوشہ میں اے فرزانہ مرد
اور جمیع ماسوا اللہ سے فرد
گنج مقصد ہے یہ خلوت اے پسر
لیک علم اور زہد ہوویں جمع گر
علم بن مت بیٹھ گوشے میں فتا
اسمیں ذلت ہے تجھے بے انتہا
اور برا ہے علم بھی بے زہد کے
تو سمجھ اس کو ذرا اے نیک پے
اسپہ یاد آیا مجھے قصہ لطیف
غور سے سن اسکو اے مرد شریف

9

حکایت ایک عابد جاہل کی کہ غار میں رہتا تھا اور جوان دنیادار کی

تھا کسی جا ایک مرد خوشخصال
عالم و فاضل ولی صاحب کمال
عالم و زاہد سخی اہل کرم
متقی و پارسا و محتشم
رکھتا تھا گھر میں وہ اپنا اک پسر
صورت ظاہر میں مانند قمر
گرچہ ظاہر میں تھا از بس خوبرد
لیک باطن میں تھا بد اور زشت خو
ناخلف تھا حد سے زیادہ وہ پسر
رنج تھا اس بات سے اس شیخ پر
الفت پدری سے پر اے نیک پے
علم کی تعلیم کرتا تھا اسے
اپنی کم بختی سے لیکن وہ پسر
بھاگتا تھا پڑھنے سے ادھر ادھر
کرتا تھا صحبت بدونکی اختیار
نیک باتوں سے اسے آتی تھی عار
کہتا تھا جس بات سے اسکا پدر
کرتا تھا برعکس اس کے وہ پسر
آخرش اک روز تنگ ہو کر کہا
باپ نے اس کے کہ سن اے بیحیا
ہو کہ تجکو لکھنا اور پڑھنا نہیں
دور ہو جا پاس سے میرے کہیں
میں نہیں دیکھا ہے تجھ سا ناخلف
گاؤ خر بھی تجھ پہ رکھتے ہیں شرف
ایسے نالائق سے کیا امید ہے
دین و دنیا میں نہ کام آوے مرے
دور ہو گھر سے نکل اے بیحیا
نوکری کر جا کہیں اور کھا کھلا
بے حیائی سے یہ بولا وہ پسر
ہے خوشی میری بھی یوں ہی اے پدر
عرض کی اسنے کہ حضرت خوب ہے
جلد مجھ کو آج رخصت کیجئے
ایک گھوڑا خوب سا لے دیجئے
اور خرچ راہ کچھ دید یجئے
تا کے جبتک میں کہیں نوکر نہ ہوں
قوت بسری اس سے میں اپنی کروں
سنکے اسکے باپ نے پھر جلد تر
کر دیا تیار اسباب سفر
ایک گھوڑا جو کہا تھا لے دیا
اور خرچ راہ بھی کچھ دے دیا
اور کپڑوں کے کئی جوڑے بنا
ساتھ اسکے کر دیئے اور یوں کہا
جا ترا حافظ خدا اے بدگہر
پھر قدم ہرگز نہ رکھیو تو ادھر
ہو کے رخصت باپ سے راہی ہوا
پھر نہ منہ اسطرف کو اسنے کیا
شہر شہر و دربدر پھرنے لگا
نوکری کی جستجو کرنے لگا

رفتہ رفتہ آخرش وہ نوجواں
اک شہر کے بیچ پہنچا ناگہاں
کہتے ہیں اُس شہر میں تھا اک امیر
صاحبِ حشمت امیرِ بے نظیر
اُس امیرِ نیک کی اے خوش ادا
نوکری کا تھا قلم جاری سدا
دیتے تھا عرضی نوکری کی اُسکو جو
اُسکو نوکر اپنا کر لیتا تھا وہ
عرض کی اُس نے جوں ہی جا کر کہا
نام اُس کا جھٹ سواروں میں لکھا
ایک مدت تک سواروں میں رہا
ہوتے ہوتے عہدہ پھر بڑھنے لگا
پھر جو کی قسمت نے اُسکی یاوری
فوج ساری کا ہوا افسر یہی
چند عرصہ میں ہوا وہ نوجواں
صاحبِ حشمت امیرِ کامراں
عیش اور عشرت میں وہ رہنے لگا
بے غم و بے رنج و بے محنت سدا
ایک مدت تک رہا اس رتبے پر
جب تلک چاہا خدا نے وہ پسر
اُس بسر کی جس گھڑی اے نیکنام
عیش و عشرت کی ہوئی مدت تمام
کی قضا نے جو نظر نوعِ دگر
دم کے دم میں ہوگیا زیر و زبر
نے رہا لشکر نہ وہ فوج و سپاہ
نہ وہ دولت نہ وہ حشمت نہ وہ جاہ
نہ قلعہ نہ محل نہ وہ بارگاہ
دم کے دم میں ہوگیا بالکل تباہ
پھرتا تھا صحرا بہ صحرا در بدر
فقر و فاقے سے وہ لے خستہ جگر
پھرتے پھرتے الغرض با سوز و درد
اک شہر کے بیچ جا نکلا وہ مرد
دن کو تو اُس شہر میں پھرتا رہا
رات کو جا ایک مسجد میں پڑا
تا مسافر جان کر اُس شخص کو
دے کھلا کھانا کوئی مردِ نکو
الغرض کی رات مسجد میں بسر
ہوگئی اتنے میں صبح جلوہ گر
صبح ہوتے ہی وہ مردِ بے نوا
باہر آ مسجد کے در پر ہو کھڑا
سوچنے دلمیں لگا اپنے جواں
یا الٰہی اب بتا جاؤں کہاں
تھا اسی حالت میں وہ مردِ گدا
دیکھتا کیا ہے کہ اک خلقِ خدا
۱۰ پہن کر پوشاک اور گھر سے نکل
جاتی ہے جنگل کو دوڑی بے خلل
اپنے اپنے گھر سے ہر اک مرد و زن
جانبِ صحرا رواں ہے بے محن
اس جواں کے دلمیں یہ آیا خیال
دیکھ تو تو بھی ذرا چلکے حال
ہو رہا ہے آج صحرا میں یہ کیا
بے محابا جو ہر اک جاتا ہے چلا
کہہ کے یہ اور اُٹھ کے وہ مردِ خدا
ساتھ اُن لوگوں کے آخر ہوگیا
عنقریب اُس شہر کے اک کوہ تھا
اسمیں اک درویش رہتا تھا سدا
غار کے اندر ہی اندر وہ گدا
رات دن کرتا عبادت کو ادا
حق تعالیٰ اُسکو قدرت سے مدام
بھیجدیتا تھا اُسی جا پر طعام
اسلئے اُس غار سے باہر اخی
وہ فقیر ہرگز نہ نکلے تھا کبھی
اُس کا بعد اک سال کے معمول تھا
غار سے باہر نکل کر بیٹھتا
تھا معین ایک دن ہر سال میں
باہر اُس دن آتا تھا ہر حال میں
کوہ کی چوٹی پہ جا کر بیٹھتا
آپ کو دکھلانا سب کو دیکھتا
خلق اُسکے دیکھنے کے واسطے
جمع ہوتی تھی تلے اُس کوہ کے
منزلوں سے آتی تھی خلقِ خدا
اُسکی زیارت کیلئے اُس دن سدا
تھا وہ دن عالم میں گویا روزِ عید
واں کا جانا سمجھے تھا ہر اک سعید
اور کچھ خیرات بھی کرتے تھے واں
لائق اپنے ہر کبیر و ہر جواں
الغرض اُس دن اُسی معمول پر
جمع خلقت ہو رہی تھی بیشتر
یہ جواں بھی تھا وہیں حیراں کھڑا
دیکھئے ہوتا ہے یاں کیا ماجرا
اتنے میں اک شور خلقت سے اُٹھا
آئے حضرت سامنے دیکھو ذرا
دیکھ کر درویش کو اُس کوہ پر
دُور سے کرتا تھا زیارت ہر بشر
اور طلب کرتے تھے اُس درویش سے
بس دعائے خیر سب چھوٹے بڑے
اپنے اپنے مدعا کے واسطے
لوگ اُس سے ہی دعا کرواتے تھے
اور درویش بھی با التجا
اُن کے حق میں مانگتا حق سے دعا
الغرض اُس دن صبح سے تا بشام
تھا رہا اُس کوہ کے گرد اژدہام
شام کے ہوتے ہی وہ پیرِ ہدیٰ
اُٹھ وہاں سے غار کے اندر گیا
خلق ساری اپنے گھر گئی
رہ گیا واں وہ جوانِ اجنبی
سوچنے جی میں لگا اپنے جواں
میں بھلا اے دل بتا جاؤں کہاں
آدمی ہر ایک اپنے گھر گیا
تو کریگا شہر میں جا کر کے کیا

گر بسر جیوں توں یہاں بس رات کو
صبح کو پھر دیکھئے جو ہو سو ہو
کہہ کے یہ اور ہاتھ رکھکر زیر سر
پڑرہا جنگل میں تنہا خاک پر

جب گئی تھوڑی سی رات اسکے تئیں
دلمیں اُسکے یہ خیال آیا وہیں
کیوں پڑا تنہا یہاں اے پُرخلل
اٹھ کے اس درویش کی خدمت میں چل

گر تجھے کچھ عقل ہے اے ہوشیار
کر تو درویشوں کی خدمت اختیار
صحبتِ درویش سے مسرور رہ
اور ساری خلق سے بس دور رہ

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنت ست
دشمنِ ایشاں سزائے لعنت ست
دوست درویشوں کا ہووے جنتی
دشمن اُنکا ہے بلاشک دوزخی

چلکے اُس درویش کی خدمتمیں اب
سیکھ کچھ راہِ خدا اے بے ادب
واسطے دنیا کے کیوں اے بیخبر
ٹھوکریں کھاتا پھرے ہے دربدر

کیا ہے حاصل رنج لیجانا تجھے
آخر اک دن یار مرجانا تجھے
آخرت کے کام سے غافل نہ ہو
دولتِ دنیا پہ تو مائل نہ ہو

دلمیں اپنے پختہ کر کے یہ خیال
غار کی جانب چلا گھوڑے کی چال
اعتقادِ دل سے وہ اے نیک پے
جاکے قدموں پر پڑا درویش کے

دیکھکر درویش بولا اے جواں
کیا ترا مطلب ہے کہ مجھسے بیاں
عرض کی اُس نے کہ اے پیر ہدا
ہے مجھے مطلوب اب راہ خدا

اور مجھ کو چاہئے ہے کچھ نہیں
راہِ حق بتلایئے میرے تئیں
یہ کہا درویش نے اے نوجواں
گر یہی منظور ہے تو رہ یہاں

میری خدمت میں رہا کر تو سدا
تا ترا مقصود بر لاوے خدا
بے کئے خدمت کوئی پاتا نہیں
خدمتی محروم اب جاتا نہیں

ہر کہ خدمت کرد اُو مخدوم شد
ہر کہ خود را دید اُو محروم شد
جس نے خدمت کی ہوا مخدوم وہ
کی خودی جس نے رہا محروم وہ

جو تجھے خدمت پسند آئی تری
ایکدم میں تجھکو کردونگا ولی
جہل سے اپنی وہ درویشِ غبی
آپ کو سمجھے تھا عالم اور ولی

جہل سے بدتر نہیں ہے کوئی شے
جہل کفر و شرک کی بنیاد ہے
جہل سے دلمیں نخوت اور غرور
رہتا ہے جاہل سدا رحمت سے دور ۱۱

جہل تن میں اک بلائے جان ہے
آدمی جاہل بھی کچھ انسان ہے
ہو سکے جتنا تو رہ جاہل سے دور
جاہلوں پر ہو غضب حق کا ضرور

تو بھی اے امداد اگر ہے ہوشیار
صحبتِ جاہل نہ کرنا اختیار
تیر کے مانند تو جاہل سے بھاگ
جاہلوں کی ہووے صحبت مثلِ آگ

ہو یہاں جاہل سے اکثر کام بند
آخرت میں اُسکا ہو انجام بد
جبتلک زندہ ہے جاہل خوار ہے
عاقبت اُسکا ٹھکانا نار ہے

جہل سے اپنے گدا نے آہ آہ
غیر کو ناحق کیا یارو تباہ
جہل کا اُسکی کروں میں گر بیاں
قہقہہ مارے ہر اک پیر و جواں

الغرض پھر وہ جواں باصد خوشی
پڑرہا خدمت میں اُس درویش کی
پاس اُس درویش کے رہنے لگا
اُسکے کہنے پر عمل کرنے لگا

جو کہ فرماتا تھا پیر اُسکے تئیں
جان و دل سے جھٹ وہ کرتا تھا وہیں
ایک مدت جب گئی اُس کو گذر
پاس اُس درویش کے اے بہرہ ور

ایک دن درویش نے اس کو اخی
سامنے اپنے بٹھایا باخوشی
ہر طرح کی گفتگو کرنے لگا
اُس جواں سے وہ فقیر بینوا

اُس جواں نے خوش جو پایا پیر کو
عرض کی اُسنے کہ اے فرخندہ خو
ہو جو گستاخی مری اِسدم معاف
عرض خدمت میں کروں میں صاف صاف

یہ کہا درویش نے اے نوجواں
جو ترا دل چاہے کہ مجھ سے بیاں
عرض کی اُسنے کہ یہ جو آپ کی
آنکھ پر ہے موم کی ٹکیا لگی

اس کو تم وقتِ وضو اور غسل کے
دور کیوں کرتے نہیں ہو آنکھ سے
دوسرے یہ ناک میں بتی جو ہے
اسکے رکھنے کا سبب بتلایئے

دونوں باتوں کا مجھے دیجے جواب
تاکہ ہو موقوف دلکا پیچ و تاب
یہ کہا درویش نے اے یار غار
جب کہ کی میں نے فقیری اختیار

یہ کیا تھا عہد میں نے اُس گھڑی
جب تلک باقی ہے میرے جی میں جی
میں کرونگا نفس کے برعکس کار
گو وہ کیسا ہی ذلیل ہو اور خوار

اس سبب سے رات دن میں برملا
برخلاف نفس کرتا ہوں سدا
ناک کی بتی کا سن مجھسے سبب
نفس نے اکبار کی خوشبو طلب

یوں کہا اک روز مجھ سے نفس نے
عطر مجموعہ کا مجھ کو چاہیئے

تاکہ آوے نفس قابو میں تمام
ایسے ایسے اسلیئے کرتا ہوں کام

بند میں نے آنکھ کو یوں کر لیا
حق کی نعمت میں نہ ہو اسراف تا

اسلئے کافی ہے مجھ کو ایک بھی
گرچہ میں نے بند کرلی دوسری

اس قدر ٹکیا جمائی موم کی
حشر تک ہرگز نہ اترے گی کبھی

عالم و فاضل ہے پر میرا پدر
اُس سے میں اکثر سُنی ہے یہ خبر

اس جنابت سے نہ ہوگا پاک وہ
گو کرے سَو بار تن کو شست و شو

اور تیرا عضو سارا اے عزیز
خشک رہتا ہے سدا کر لے تمیز

دوسرے یہ ناک میں تیرے اڑی
ایک بتی گوہ کی جو حد سے سڑی

اسکے اوپر آپ کو اب اے فقیر
کہتا ہے تو صاف پاک اور بےنظیر

اس طرح کے زہد و تقوی اسے نرے
یہ ترا خادم بہت حیران ہے

زانوں میں رکھکر کے سر اپنا فقیر
مارے خفت کے ہوا ایسا حقیر

ایک عرصہ تک تامل میں رہا ۱۲
پھر یہ اپنے دلسے اُسنے یوں کہا

اٹھ یہاں سے کر کے توبہ جلد تر
اس جنابت کو بدن سے دُور کر

الغرض نہا دھو کے اٹھ کر با نیاز
کی ادا اُس وقت جو اُسنے نماز

وہ تجلی اس گھڑی حاصل ہوئی
پہلے اُس سے جو نہ دیکھی تھی کبھی

علم دیں جاکر کے پڑھ تو شہر سے
پھر سکھایا کر یہاں آکر مجھے

اُس جواں نے سنتے ہی جھٹ برملا
جو کہا تھا پیر نے وہ ہی لیا

ہوگیا درویش پھر تو بے خلل
عالم و زاہد ولی بے بدل

ہونا علم اور زہد آپس میں بہم
رکھ سکے کب رہ میں عزلت کے قدم

زہد وہ ہے جو اکھاڑے بیخ سے
ماسوا دلبر کے دلمیں جو ہے شے

یہ ہوس دل سے ترے باہر کرے
اور دلمیں خوف و ڈر ظاہر کرے

اِنَّمَا یَخْشٰی ہے انکی شان میں
کہتا ہے حق دیکھ لے قرآن میں

خَشْیَۃُ اللّٰہ کو نشان علم جان
اِنَّمَا یَخْشٰی اقرآن میں پڑھ جواں

یعنے فرماتے ہیں یہ حضرت نبیؐ
جانتا ہوں میں جو تم جانو کبھی

میں نے بدلے عطر کے لی اے پسر
گوہ کی بتی ناک میں اسدن سے دھر

اور سُن تو دوسرا مجھ سے یہ اب
آنکھ کے اک بند کرنے کا سبب

کیونکہ دو۲ سے دیکھتے ہیں جسقدر
ایک سے بھی اُتنا آتا ہے نظر

بند کی ہے آنکھ میں نے اس قدر
تا کھلے ہرگز نہ یہ پھر عمر بھر

سُنکے یہ باتیں جواں نے یوں کہا
گرچہ میں جاہل ہوں اے مردِ خدا

غسل کرنے سے جنابت کے کبھی
خشک رہ جائے اگر اک بال بھی

کیونکہ دھونا فرض ہے گا جسم سب
گر رہا کچھ خشک پاک ہوتا ہے کب

یعنی تیری آنکھ ساری دیکھ لے
خشک رہتی ہے یہ نیچے موم کے

کس طرح تیری نماز ہووے درست
جب تلک غسل و وضو ہووے نہ چست

ایسے عملوں سے خدا دیوے پناہ
دین و دُنیا جو کرے دونوں تباہ

سُنکے یہ باتیں جواں سے وہ گدا
دلمیں کر انصاف اورچپیدہ گیا

شیر کے آگے ہوں جوں روباہ پیر
اُس جواں کے سامنے اُسدم فقیر

کر کے تو انصاف اے دل اب ذرا
اس جواں کو اپنا تو مرشد بنا

غسل کامل اور وضو کو چست کر
باندھ پھر حق کی عبادت میں کمر

وہ مزہ اور حظ اُسے حاصل ہوا
جسکی کچھ ہوتی نہیں ہے انتہا

ہو کے نادم پہلی باتوں سے بلا
اُس جواں کو پاس اپنے یوں کہا

شرم آتی ہے بڑھاپے سے مجھے
اسلئے پڑھنے کو کہتا ہوں تجھے

سیکھنے سے علم کے اے بہرہ ور
ہوگیا درویش راہِ راست پر

ہوگئے جب علم اور زہد ایک جا
جب ہوا مقبول درگاہِ خدا

علم ہے جو راہ دکھلادے تجھے
دھووے گر زنگ گمرہی دلسے ترے

جو جو ہے دلمیں سوا حق کے بھرا
زہد وہ شے ہے کرے سب کو فنا

ڈرتے ہیں حق سے وہ مردانِ خدا
علمِ حق جن کو کیا حق نے عطا

یعنے مجھ سے اب بہت ڈرتے ہیں وے
عالم و عامل ہیں جو بندے مرے

دل کو علم خوف سے آباد کر
جا حدیثِ لَوْ عَلِمْتُمْ یاد کر

ذکر کیا ہنسنے کا بلکہ برملا
روتے روتے غم سے دو نالے بہا

لہ یہ اشارہ ہے طرف آیۃ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنے خدا کے بندوں میں علما ہی خدا سے ڈرتے ہیں ۱۲-

ساقیا وہ جام اب مجھ کو پلا
ٹکڑے ٹکڑے جس سے ہو سینہ مرا
درد و غم سے کرکے پُر اک جام لا
جلد دے امداد کے منہ سے لگا
تاکہ دردِ یار جا دل میں سما
درد سے ہو درد اُسکے کی دوا
علم کان بہر زاغ و باغ بود
ہمچو مرد دزد را چراغ بود

اِس داستان میں مذمت اُن علماء کی ہے جو مشابہت رکھتے ہیں امراء کی اور دُور رہتے ہیں فقراء سے

فقر سے ہو علم کو زیب اے پسر
نے زباغ و زاغ و اسپ و گاؤ خر
فقر فخری کہتے ہیں حضرت نبیؐ
فقر سے ہو زیب و زینت علم کی
علم کی عزت بلاشک فقر ہے
فقر و فاقہ عالموں کا فخر ہے
فقر و فاقے سے ہے عزت علم کی
حشمت دنیا ہے ذلت علم کی
فقر و فاقہ عالموں کا تاج ہے
مومنوں کا فقر ہی معراج ہے
مولوی کو یہ گماں لاریب ہے
اُسکو اسبابِ جہاں سے زیب ہے
علم کا نقصان ہے حضرت مولوی
حشمت و مال و منالِ دنیوی
قاقم و خز کب تلک یوں پہن کر
ہوگا تو آراستہ اے نامور
اور کب تک مُرغ و ماہی سے اخی
تو کریگا زیب و زینت خوان کی
آپ کر انصاف اے صاحب کمال
ہو میسر کب تجھے یہ از حلال
اِسقدر مال و منال اے باادب
جز فریب و مکر کے ہو جمع کب
تو مشقت گر کرے ہو ہو نڈھال
آوے کب کچھ ہاتھ میں مالِ حلال
اُس میں بس اتنا تکلف ہو ضرور
جَو کی روٹی اور کچھ دالِ مسور
موٹا جھوٹا کپڑا تن ڈھکنے کو ہو
اس سے زیادہ ہو نہ پھر تجکو کبھو
اور نہیں اسقدر مال و منال
جمع ہو کیونکر یہ از وجہ حلال
مال و مُلک و دَولت و باغ و بہار
مسند و تکیہ و خانہ زرنگار
نان و حلوا و قند و شکر قورما
ہو میسر بے شبہہ کیونکر بھلا
جسکے اوپر آپ کو کہتے ہو وا
عالم و فاضل ہیں ہم با اتقا ۱۳
علم دیں سے یوں کرو جھنڈا کھڑا
اور کھانا پھر نہ ہو اس طرح کا
ہاتھ میں کچھ مال لایا شبہ ناک
تاکہ ہو تو نرم پوشی اور خوش خوراک
آخرش تجھ کو کرے دیں سے بری
یہ تن آرائی و یہ تن پروری
مال و مُلک و دَولت و باغ و چمن
سب یہ گردن میں پڑینگے طوق بن
ایک لقمہ بھی جو کھاوے شبہہ ناک
خاک کھا اور ڈال تو دانتوں پہ خاک
اور یہ لقمہ آخرش اے نیکنام
زہر قاتل ہو ترے حق میں تمام
تجھ کو مال و جاہ پر مفتوں کرے
نور عرفاں دل سے وہ بیروں کرے
تو تو اس لقمے کو کھاوے بے شبہہ
دین اور ایماں ترا کھاتا ہے یہ
ایسا لقمہ دین کو یوں کھاوے سُن
اندر اندر جس طرح لکڑی کو گھن
تو بُرائی اور خباثت بدرگی
شبہہ کے لقمے کو سُن مجھ سے اخی
یعنے اک دانہ اگر ہو شبہہ ناک
اُسکو لیکر حضرت ابراہیمؑ پاک
سب کبر طوں تعظیم اور عزت سے جا
بو دیں کعبے کے حرم میں برملا
تخم اُسکا ڈالے اپنے ہاتھ سے
اور گاؤ چرخ سے بو نا کرے
اور سینچیں آب زمزم سے اُسے
حضرت ابراہیمؑ آکر پے بہ پے
اور اُسکے کاٹنے کے واسطے
آہن نو سے اگر دانتی بنے
اور پیسیں حضرت خیر النساءؓ
حجر اسود سے بنا کر آسیا
اور گوندھیں اُسکو حوریں جنتی
باخوشی کوثر کے پانی سے اخی
اور خمیر اُسکے پہ پڑھتے بے عدد
فاتحہ یا قل ہو اللہ اُحد
اور جلاویں لا کے حضرت جبرائیلؑ
لکڑیاں طوبیٰ کی جھٹ بے قال و قیل
اور پھونکیں آگ اسکی دمبدم
حضرت عیسیٰؑ نبیِ محترم
اور پکاویں حضرت مریمؑ اُسے
نوحؑ کے تنور میں اے نیک پے
اور اگرچہ تو پڑھے اے ہوشیار
اُسکے ہر لقمے پہ بسم اللہ ہزار
گرچہ اُس پر ایسے ایسے ہوں عمل
پر نہ اُس لقمے کا کچھ جاوے خلل
باوجود ایسی کراماتوں کے یار
وہ خباثت اُسکی ہو پھر آشکار

آخرش خاصیت اُس کی جب کھلے
وہ ہی لقمہ زہر ہو تجھ کو لگے

راہِ طاعت میں تجھے بیجاں کرے
خانۂ دیں کو ترے ویراں کرے

راہِ جنت کی چھڑا کر بے خلاف
راہ دوزخ کی بتا دو تجھ کو صاف

دردِ دیں کا ہے تجھے اپنے اگر
جلد اُسکا کر علاج اے بے خبر

ورنہ ہو گا دین تیرا سب تباہ
کر علاج اسکا ذرا ہمراہ آہ

کر کے محنت اور مشقت با کمال
جا کے پیدا کر تو کچھ قوتِ حلال

اس ہوائے حرص سے تو در گزر
کر قناعت پیشہ مت پھر دربدر

جو نہ ہووے جامہ اطلس تجھے
تن کے ڈھکنے کو ہے کملی بس تجھے

ہو نہ گر کمخاب و مخمل گلبدن
اِک گزی کافی ہے ڈھکنے کو بدن

نان و حلوا قورمہ زردا پلاؤ
اور بریانی متنجن نان پاؤ

ہوں نہ یہ کھانے اگر با قند و مشک
تجھ کو کافی ہے پیاز و نانِ خشک

سونے چاندی کے نہ ہوں برتن اگر
مٹی کی صحنک بھی کافی ہے مگر

اور نہ ہووے گر پیالہ زرِ ناب
کف سے پی سکتا ہے اپنے یار آب

اور سُنہرے آبخورے گر نہ ہوں
پی سکے ہے یار پانی چلوؤں

اور نہ ہو ویں اسپ گر زریں لجام
پا پیادہ چل سکے ہے چند گام

گھوڑا ہاتھی اونٹ خچر جو نہ ہو
چل سکے ہے پا پیادہ یار تو

جو نہ ہووے دور باش از پیش و پس
دور باشِ نفرتِ خلق از تو بس

یعنے گر ہو ویں نہ تیرے باوقار
آگے اور پیچھے نقیب اور چوبدار

اس سے بہتر ہے کہے تجھ کو ضرور
سارا عالم ہر طرف سے دُور دُور

اور نہ ہوں گر خانہائے زرنگار
کر سکے ہے زندگی در کنج غار

ہو نہ گر دالان کوٹھا کوٹھری
رہنے کو کافی ہے خس کی جھوپڑی

اور نہ ہو ویں فرش گر ابریشمیں
بوریے کہنہ پہ ہو گوشہ نشیں

مخمل و دیبا کا تکیہ گر نہ ہو
رکھ کے پتھر سر کے نیچے یار سو

واسطے داڑھی کے گر کنگھی نہ ہو
انگلیوں سے کنگھی کر سکتا ہے تو

۱۴ اس جہاں میں ہے تو چند اک روز کو
بن کے پھل سے گر بسر اوقات کو

الغرض جس چیز کا چاہے یہاں
ہو سکے ہے اُسکا بدلہ بیگماں

جس کا چاہے تو جہاں میں ہو عوض
تجھ کو حاصل اُس کا بدلہ ہو غرض

اور جہاں میں بے عوض ہے جان تو
قدر اپنی عمر کی پہچان تو

عمر کا بدلہ نہ ہو سکتا ہے یار
اسکو ہاتھوں سے نہ کھوئے ہوشیار

ساقیا بہر خدا وہ جام دے
چھوٹ کر حرص و ہوا کی قید سے

تا کرے امداد جا کر بے محن
یار کے کوچے میں قربان جان و تن

بیان چیزوں مختصر متفرق کا اور بیچ اشارہ قولہ تعالیٰ کے
اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً انصاف اور اخلاص کے ساتھ

خرچ جاں اپنی کرو اے عاشقو
دوستی میں اپنی گر تم راست ہو

جو کوئی اس راہ سے آگاہ ہے
تن کو جانے ہے کہ سنگ راہ ہے

ٹھوکریں کھاتا ہے سب کی وہ سدا
جو کوئی اس راہ سے واقف ہوا

گیند دولت کا وہ آخر لیگیا
جان دی جس نے بپائے دلربا

دو جہاں سے اُس نے بازی جیت لی
یار کے قدموں پہ جسنے جان دی

گر حیات اور عیش خوش چاہے ہے یار
گاؤ نفس اپنے کو تو اول تو مار

کر جوانی میں نثار اے دوست جاں
جا عَوَانٌ بَیْنَ ذٰلِکَ پڑھ جواں

یعنے بچہ یا کہ بوڑھی گائے ہو
اُسکی قربانی نہ ہووے جان تو

کر جوانی میں تو قرباں آپ کو
یار کے قدموں پہ جو کچھ ہو سو ہو

جو ہوا بوڑھا گراں جانی نہ کر
بوڑھے بکرے کی تو قربانی نہ کر

سب ہوئے برباد ایامِ شباب
بہر دیں کچھ بھی نہ لی تو نے شتاب

دن جوانی کے ہوئے آخر تمام
کچھ کیا حق کیلئے تو نے نہ کام

گذرا سن پنجاہ سے اور اک سجود
نے کیا تا کام آوے اے یہود

ساٹھ سے بھی عمر زیادہ ہو گئی
کام کی جو بات تھی ہرگز نہ کی

عمر تیری کام کی گذری نہ آہ
ایک بھی سجدہ نہ تونے کر لیا

تا کہ کام آتا وہ تیرے یوم دیں
وہ کیا ہر گز نہ تونے اے لعیں

اب بھی نوائے عندلیب کہنہ سال
کر شروع آہ و فغاں جیسے بنال

جو کیا نالہ نہ در فصل بہار
کرادا اُس کو خزاں میں زینہار

اب بھی تو بہر خدا اے بے خبر
اس بڑھاپے کو غنیمت جان کر

عجز سے رو کر خدا کے روبرو
توبہ و استغفار کر ہر لحظہ تو

جو جوانی میں کیا تو نے نہ کام
کرادا اُس کو بڑھاپے میں تمام

تا کہ تو جانے زیاں کا سود یار
تھے گنہ تو نقد اور توبہ اُدھار

غرق دریائے گناہی تابکے
وز معاصی روسیاہی تابکے

غرق دریا میں گناہوں کے بھلا
تو رہے گا کب تلک مجھ کو بتا

اور بدیوں سے تو اپنی روسیاہ
کب تلک رکھیگا اے حال تباہ

گوش جاں سے پنبۂ غفلت نکال
جدِ امجد کا تو سُن پھر مجھ سے حال

حضرت آدمؑ کہ دادا سب کے تھے
اور خلیفہ تھے خدا کے جانلے

اور فرشتوں نے اُنہیں سجدہ کیا
دی خدا نے رہنے کو جنت میں جا

اک گنہ کرتے ہی سُن اُن کو کہا
مذنبی مذنب نکل اب یاں سے جا

تو طمع رکھتا ہے با چندیں گناہ
داخل جنت ہو تو اے روسیاہ

اک گنہ کے ساتھ آدمؑ کو نکال
حق نے جنت سے دیا پھر دور ڈال

جو کرے صدہا گنہ شام و سحر
کس طرح جنت میں ہو اُسکا گذر

حد سے گذرا انتظار اب ساقیا
کر مدد یہ وقت ہے امداد کا

عمر گذری ہجر میں جلتے ہوئے
اب تو مت محروم رکھ دیدار سے

اس داستان میں بیان ہے مُراد قول نبی صلعم کی حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ کہ کیا غرض ہے اس سے

قید میں عصیاں کی جو قیدی ہیں
سرِ غیبی سے وہ ناامید ہیں

جو گناہوں کے پڑے ہیں جال میں
یار کے دیدار سے محروم ہیں ۱۵

تن بدن کو پالتے ہیں جو کوئی
قید میں ہیں نفس اور شیطان کی

لذت تن میں پڑے ہیں جو کہ بد
انکی گردن میں ہے حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدْ

بند تن کو توڑ زنداں سے نکل
یار کے کوچہ کو اٹھکر جلد چل

اٹھ توجہ کر سوئے ملک نعیم
یاد کر اوطان اور عہدِ قدیم

اُٹھا کہیں بہر خدا ٹک سوچ تو
یار کے کوچے کو اور اس عہد کو

یار کی تجھ کو محبت ہے اگر
راہ لے کوچے کی اُس کے جلد تر

ظاہر اور باطن علیم اے نیکتن
کہتے ہیں ایماں سے ہے حبّ وطن

یہ وطن ہند و عراق و شام کے
وہ وطن ہے اور جسکا نام لے

یہ وطن دنیا کے ہیں سب اے اخی
کب کرے تعریف دنیا کی نبیؐ

دوستی دنیا کی شر ہے اور خطا
ہو خطا سے کب تجھے ایماں عطا

ترک دنیا کو کرے ہے یار جو
دو جہاں کا ہوتا ہے سردار وہ

چھوڑ کر دنیا کو جاتا ہے وہ یار
اُس وطن کو نفس پر ہو کر سوار

نیک طالع ہیں وہی اے نیک تن
جنکو رغبت ہے سوئے اصلی وطن

ہیں سعادتمند جو سب چھوڑ کر
رکھتے ہیں وہ راہِ اصلی پر نظر

اس وطن میں ہے تجھے جان اک سفر
جوں مسافر چاہئے کرنا گذر

دیکھ کر اس راہ کی باغ و بہار
کر لیا تو نے وطن ہی اختیار

شہر تن میں اسقدر تو آپھنسا
اس وطن کو کر دیا دل سے جدا

اس وطن میں ہے جو یہ خود بیوطن
تو پڑا کب تک رہیگا خستہ تن

موڑ منہ اور تن سے جانکو شاد کر
اپنا تو اصلی وطن آباد کر

چھوڑ کر اصلی وطن اپنا بھلا
کوئی ویرانے میں رہتا ہے پڑا

ہے یہ دنیا خانۂ ویراں یار
اسکو ناداں ہی کرے ہے اختیار

ہے یہ ویرانہ سمجھ اور غور کر
اُلوؤں اور جغدونکے رہنے کا گھر

ہے یہ جنت واسطے کفار کے
ظالم و فساق و بد اطوار کے

اور مومن کو ہے زنداں یہ جہاں
عیش اور آرام زنداں میں کہاں

فکر کر ایسی کوئی اے بے خبر
تاکہ تو اِس قید سے ہووے بدر
آشیانہ ہے ترا عرشِ بریں
تو پڑا ہے قید میں اندر زمیں
چھوڑ کر کے اپنا خانہ زرنگار
اس نجاست پر ہے تو مفتون یار
کیوں خراب آباد میں ہے تو پڑا
دیکھ چل گلزار کی آب و ہوا
کب تلک اے شاہبازِ پُرفتوح
تو رہیگا دُور از اقلیم رُوح
حیف ہے صد حیف اے صاحب ہنر
ایسے ویرانے میں کھولے بال و پر
کب تلک اے ہُدہُد شہر سبا
تو رہیگا اِس سفر میں بستہ پا
کر کے کوشش بند پا سے دُور کر
اور اُڑا تو آپ کو پھر عرش پر
کیوں پڑا خالی کنوئیں میں سر کے بل
گر تو یوسف ہے کنوئیں میں سے نکل
تا عزیزِ مصرِ ربّانی ہو تو
جسم سے چھوٹے تو روحانی ہو تو
اِس نجاست پر یہ سبزہ دیکھ کر
ہو گیا مفتون تو اے خیرہ سر
ایک دانے کیلئے اے زشت خو
جال میں تو نے پھنسایا آپ کو
واسطے تصویرِ بیجاں کے میاں
آپ کو رُسوا کیا اندر جہاں
بھر رہے ہے دل میں خیالاتِ جہاں
ذکر و فکرِ حق بھلا اِس میں کہاں
لوحِ دل سے سب خیالاتونکو دھو
جان سے اک یار پر مفتون ہو
یار ہرجائی نہ بن اے بیوفا
خالصًا اک دلربا سے دل لگا
جب نہ تجھ کو ہو پسند ہرجائی یار
کیوں نہ ہو بیزار اس سے کردگار
ایک سُو ہو کر یہ سُن مجھ سے مثال
تاکہ ہو معلوم تجھکو سب یہ حال

حکایت بسبیلِ تمثیل کے لکھی گئی نز

تھی اک عورت خوبصورت نازنیں
سیم تن نازک بدن اور مہ جبیں
زلف و رخسار و لب اُسکے رشکِ حور
جسکی اُلفت میں دل اک عالم کا چور
ایک دن با ناز با صد کرّ و فر
ایک کوچے میں ہوا اُسکا گذر
اتفاقًا سوختہ دل اک جواں
دیکھ اُسکو ہو گیا عاشق بجاں
۱۶ اُس پری کا دیکھ کر حسن و جمال
ہو گیا وہ مثلِ تصویرِ خیال
اڑ گئے سب ہوش اور صبر و قرار
ہو گیا کل محو اندر رُوئے یار
اُسکو یوں مجنوں و شیدا دیکھ کر
عشق کا اُسکے ہوا زن پر اثر
یوں کہا زن نے اُسے اے سادہ رُو
حال اپنے کو بیاں کر مجھ سے تو
کیوں کھڑا ہے کسکا تجھ کو دھیان ہے
کسلئے آئینہ ساں حیران ہے
جا یہاں سے دیکھ اپنا کام کر
کیوں بلا میں پڑتا ہے اے خیرہ سر
اُس جواں نے یوں کہا جانِ جہاں
چھوڑ تجھ کو اب بھلا جاؤں کہاں
عشق تیرا لیگیا اے میر بیجاں
ہوش و عقل و صبر اور تاب و تواں
عشق نے تیرے مجھے بیخود کیا
کام مجھ کو کچھ نہیں اب تجھ سوا
یہ کہا زن نے اُسے اے بیخبر
ہے مری ہمشیرہ مجھ سے خوب تر
حُسن میں بہتر ہے مجھ سے لاکھ بار
جیسے ہیں شمس و قمر دونوں نثار
دیکھ اُسے ہٹکر ذرا اے سادہ رُو
آتی ہے پیچھے مرے وہ ماہ رُو
سنکے یہ اور چھوڑ کر اُسکو وہ خام
ہٹ کے پیچھے کو چلا چند ایک گام
جب لگا جانے تو زن نے دوڑ کر
دھول اک سر پر لگائی جلد تر
اک طمانچہ اُسکے منھ پر مار کر
یہ لگی کہنے اُسے اے خیرہ سر
میری صورت پر اگر عاشق ہے تو
اپنے اِس دعوے میں جو صادق ہے تو
غیر پر کیوں کی نظر میرے سوا
ہے یہ دعویٰ عشق کا اے بیحیا
کرتا ہے دعویٰ تو میرے عشق کا
غیر کو کیوں دلمیں پھر دیتا ہے جا
کیا یہی ہو ہے وفائے عاشقاں
غیر پر مائل ہو ظاہر یا نہاں
جو کہ ڈالے غیر پر اپنی نظر
ہے حقیقت میں وہ مشرک سر بسر
اپنا عاشق ہو کے دیکھے غیر کو
کعبے میں چاہے بنانا دَیر کو
رکھتا ہے دل پر تو داغِ حُبِّ غیر
اور چاہے کوچۂ دلبر کی سیر
غیر کو نظروں سے تو اپنی نکال
چشمِ دل سے دیکھ پھر حق کا جمال
دوسرا ہے کون یاں حق کے سوا
کسلئے احول بنا ہے بے حیا
جو سوا حق کے ہے دے سبکو جلا
ایک دلبر سے تو دل اپنا لگا
جز وجودِ مطلق اور ہستی پاک
دھیان میں تیرے جو آوے ہے سب خاک

تو کہاں اور میں کہاں عالم کہاں
ہے یہ اک نورِ منزّہ اے جواں

اوّل و آخر نہان و آشکار
ایک ہے خورشید اور ذرّہ ہزار

ہے ہزاروں آئینہ میں جلوہ گر
ایک صورت جان لے اے بیخبر

ہے ہزاروں آئینوں میں اک جمال
اِس تکثر سے ہے حیران عقل حال

ہے کہاں سے کثرتِ آئینہ جاں
ہیں سب اسماؤ صفات اے نکتہ داں

اِس سے زیادہ کہہ نہیں سکتا ہوں اب
قند وحدت سے ہوئے ہیں بند لب

اِس شکر نے بند لبوں کو کر لیا
گفتگو کی قید سے دل چھُٹ گیا

سَاقیا اِس دشت وحشت سے چھڑا
یار کے کوچے کا دے رستہ بتا

جامِ وحدت دیجئے سَاقی جلد تر
ماسوا کی قید سے آزاد کر

تا کہ میں سب چھوڑ کر کے بندِ تن
بحرِ دردِ عشق میں ہوں غوطہ زن

اس میں بیان ہے بلاؤں اور محنتوں کا حال جو عشق کی راہ میں ہیں اگرچہ بھاری ہیں لیکن سب اور ہلکی ہیں عاشقوں پر بلکہ بڑی راحتیں اور چین ہے اوپر عاشق آزاد کے

ہیں طریقِ عشق میں صدہا بلا
اے دلِ غمگین غم میں مبتلا

عشق کے رستے میں لاکھوں ہیں الم
آفت و درد و بلا و رنج و غم

محنت و خواری و ذلت اور حذر
انتظاری بیقراری دردِ سَر

کھانا اور پینا نہ سونا ہے وہاں
ہاں مگر اک نالہ و آہ و فغاں

نے عزیز و نے قریب و نے شفیق
نے کوئی غمخوار اُنکا نے رفیق

ہوتے ہیں ہمراہ عاشق کے مگر
آہ سَرد و رنگ زرد و چشم تر

لیک عاشق ماہرانِ عشق ہیں
ہیں وہ خوش ہر دم بلا و رنج میں

عشق کے وہ آزمودہ کار ہیں
بادشاہ باطن میں ظاہر خوار ہیں

جان بازی میں ہیں پختہ پر نہ خام
بود سے اپنے ہیں بےخود لا کلام

تو بھی اے امداد اپنے سے نکل
ہو کے بیخود کوچۂ دلبر کو چل

خار و خس کو غیریت کی آگ دے
بافراغِ دل تو تنہا راہ لے

سُن نہ ہونے میں ترے کب ہے ضرا
مت ہو تو اُس میں تجھے ہے فائدا ۱۷

ڈھونڈ مت اندر خودی کے بہتری
بہتری ہے بیخودی میں اے اخی

راہ میں فقر و فنا کے سہل ہے
جسم و جاں کو پہنچے غم گر پے بہ پے

رنج و غم ہوتا ہے فرحت اور خوشی
جبکہ حاصل ہووے مقصودِ دلی

بکریوں کا دیکھ گلہ جس طرح
بھیڑیا ہوتا ہے خوش اور بافرح

بکریوں کے پاؤں کی گردو غبار
بھیڑیے کی آنکھ میں باغ و بہار

ہے اسی صورت سے حالِ عاشقاں
سُو بلاؤ درد و غم میں بے گماں

انکو حاصل یاں جمالِ یار ہے
گرچہ تن اُن کا مثالِ خار ہے

عشق کی راہ میں ہو کب آسودگی
سر بسر ہے درد و غم آلودگی

عیش و عشرت جبتلک چھوڑے نہ تو
غیرِ حق سے اور منہ موڑے نہ تو

ہو نہ جب تک تجھ پہ آسایش حرام
رکھ سکے کب عشق کے رستے میں گام

کب بھلا حاصل تجھے ہو راہِ عشق
مبتلا ہے تو تو اندر جور و فسق

غیر ناکامی کے اس جا کام نے
عشق کی رہ ہے رہِ حمّام نے

توشہ ہے اس راہ میں تقوی اترا
نان و حلوا طاق میں رکھ اے فتا

نان و حلوا کیا ہے تیرا جاہ و مال
باغ و زراع و حشمت و اقبال حال

نان و حلوا کیا ہے یہ فرزند و زن
تیری گردن میں پڑے جو طوق بن

نان و حلوا کیا ہے فکر نام و ننگ
جسکی خاطر ہے یہ ساری صلح و جنگ

نان و حلوا کیا ہے یہ باغ و بہار
مسند و تکیہ و خانہ زرنگار

نان و حلوا کیا ہے یہ طول امل
اور فریبِ نفس و علم بے عمل

نان و حلوا کیا ہے سُن اے بدقماش
یہ سعی تیری ہے از بہر معاش

واسطے دُنیائے دُوں کے ہوشیار
زیر منت ہوگا کِس کِس کے تو یار

بے بقا کیواسطے اے خود پسند
ہوگا کِس کِس کا تو یاں احسانمند

عیش اور آرام تیرا اے جواں
لیگیا یک لخت یہ حلوا و نان

تجھ کو یہ صبر و توکّل سے چھُڑا
دَربدر رسوا پھراتا ہے سدا

دھو دیا لوحِ توکّل سے سبھی
نام تیرا جان اے مردِ غبی

گوشۂ صبر و توکل چھوڑ کر
کیوں پھرے سر مارتا ایدھر اُدھر
کان میں تیرے پڑا بھی ہے لئیم
حرفِ الرزق علیٰ ربِّ کریم
یعنے ہے رزاق وہ پروردگار
رزق سب کو دیتا ہے لیل و نہار
رزق دیتا ہے تجھے شام و سحر
پھرتا ہے پھر کس لئے تو دربدر
جا قناعت پیشہ کر اے بیخبر
صبر کے گوشہ میں اب تو بیٹھ کر
گھر کے کتے ہی کو جا مرشد بنا
تا کہ دے تجھ کو دکھا راہِ ہُدا

اس میں بیان اُس عابد کا ہے کہ دُنیا کو ترک کر کے پہاڑ کے غار میں بیٹھا تھا اور آزمانہ اللہ تعالیٰ کا اُس کو امتحاناً اور نصیحت لینی اُسکو ایک کتّے سے

کوہ لبناں میں تھا ایک عابد مقیم
غار میں جس طرح اصحاب الرقیم
چھوڑ کر ظاہر کی ساری جق و بق
غار میں بیٹھا کرے تھا یادِ حق
دن کو رہتا تھا ہمیشہ روزہ دار
رات کو کرتا عبادت بیشمار
قدرتِ حق سے اُسے اک وقت پر
نان و حلوا پہنچتا اے نامور
آدھا اُس سے رات کو کھاتا تھا وہ
اور سحر وہ نوش کرتا نصف کو
الغرض وہ رات دن مردِ خدا
یاد میں اللہ کی مشغول تھا
یوں بسر اوقات کرتا تھا گدا
فکر کھانے پینے کا اُسکو نہ تھا
نان و حلوا دیتا تھا اُس کو خُدا
بے مشقت اور بے محنت سدا
آخرش اک روز بہرِ امتحاں
ہوگیا موقوف وہ حلوا و نان
انتظاری کی نہ آیا پر طعام
وہ ہوا زار و نحیف اے نیک نام
جب نہ آیا شام سے لے تا سحر
سیکڑوں آنے لگے دلمیں خطر
بھول سب جاتا رہا صوم و صلوٰۃ
فکر کھانے میں رہا وہ ساری رات
۱۸ اور نہ کی اُس نے عبادت کچھ ادا
اور نہ سویا رات کو وہ مطلقا
الغرض کی رات تو جیوں توں بسر
ہوگیا اتنے میں ہنگام سحر
آخرش اُٹھکر وہ باصد اضطراب
غار سے باہر نکل آیا شتاب
کوہ پر ہو کر کھڑا وہ بے خطر
اور لگا پھر دیکھنے ایدھر اُدھر
جبکہ چاروں طرف کی اُس نے نظر
دُور سے قریہ اُسے آیا نظر
کوہ سے نیچے اُتر کر وہ اخی
گاؤں کے اندر گیا باصد خوشی
سُن تو اُس قریہ میں رہتے تھے تمام
گبر اور قوم نصاریٰ لاکلام
عابد اُس کافر کے در پر ہو کھڑا
یہ کہا کچھ دو مجھے بہرِ خدا
گبر نے دو روٹی اس عابد کو دی
لیکے اُس کو وہ چلا باصد خوشی
اور کیا عابد نے پھر قصدِ مکاں
تا کرے افطار روزہ اُس سے واں
گاؤں سے باہر نکلکر وہ جواں
غار کی جانب ہوا جسدم رواں
ایک کتا گبر کے دروازے پر
رہتا تھا مدت سے اے نیکو سیر
بھوک کے مارے یہ تھا احوالِ سگ
رہ گئے تھے استخواں اور پوست و رگ
گرچہ آگے اُسکے کوئی جو کبھی
کھینچتا گر گردہ پرکار بھی
تو وہ کتا روٹی اُسکو جان کر
جان دیتا تھا وہ اُسپر بے خطر
جو زباں پر آتا تھا لفظ خبر
وہ سمجھ کر خبز دیتا تھا اُسپہ سر
کتا بُو پا کر کے عابد کی ذرا
دوڑ کر جھٹ اُسکے وہ پیچھے پڑا
جب لگا عابد کو پہنچانے ضرر
ایک روٹی خوف سے دی جلد تر
ایک روٹی بچ رہی تھی اُس سے جو
لیکے دوڑا اُسکو وہ مرد نکو
کتا جب اِس سے فراغت پا چکا
دوڑ کر عابد کا جھٹ پیچھا لیا
دوسری روٹی جو اُسکے پاس تھی
تنگ ہو کر وہ بھی اُس نے ڈالدی
دیکے اُسکو پھر ہوا عابد رواں
اُسکی ایذا سے کہ تا پاوے اماں
دوسری روٹی بھی جب وہ کھا چکا
جھرجھرا کر کان پھر پیچھے پڑا
پیچھے اُسکے مثل سایہ وہ چلا
بھونکتا اور کپڑے اُسکے پھاڑتا
ہو کے عاجز اُس سے عابد نے کہا
میں نہیں دیکھا ہے تجھسا بیحیا
تیرے مالک نے دو روٹی کے سوا
کچھ نہیں مجھ کو دیا اے بے حیا
سو وہ دونوں تجھ کو اب میں دے چکا
پھر کیوں ہے گرد تو مجھ کو بتا
اور کیا چاہے ہے مجھ سے اے پلید
کیا حیا تجھ کو نہیں ہے اے مرید

قدرتِ حق سے وہ کتا ناگہاں
گفتگو کرنے لگا جوں مردماں

یہ لگا کہنے کہ اے مردِ خدا
غور کر ٹک میں نہیں ہوں بےحیا

بچپنے سے اب تلک اے نامور
رہتا ہوں اُس گھر کے دروازے اوپر

گھر کا اُسکے بن رہا ہوں درباں
بکریوں کا اُسکے ہوں میں پاسباں

گاہ تو دیتا ہے مجھکو پارہ ناں
اور گاہے دے ہے مشت استخواں

اور گاہے بھول جاتا ہے مجھے
کچھ نہیں اُسدن کھلاتا ہے مجھے

گذرے ہیں مجھپر بہت شام و سحر
روٹی ہڈی کچھ نہیں آتی نظر

گاہ ہوتا ہے کہ پیر گبر تو
نے میسر آپ کو نے مجھ کو ہو

ہفتہ ہفتہ گذرے ہیں یہ ناتواں
خشک ٹکڑے کا نہ پایا کچھ نشاں

پرورش پائی جو میں اُسدر اوپر
اور کے در پر نہیں کرتا گذر

گرچہ صدہا رنج اب سہتا ہوں میں
در پر اُسکے پر پڑا رہتا ہوں میں

اُسکی نعمت کا کبھی کرتا ہوں شکر
صبر سے رہتا ہے گاہے مجھکو شکر

کھیلتا ہوں عشق کی بازی سدا
ساتھ اُسکے میں بصد رنج و عنا

الغرض یہ عاصی اُسکے در سوا
اور کے در کو نہیں پہچانتا

اور تجھے جو ایک دن اے نوجواں
نے ملا تقدیر سے حلوا و ناں

پس بنائے صبر میں آئی شکست
غیر کے در پر گیا اے خود پرست

اپنے اُس رزاق کا در چھوڑ کر
گبر کے در پر تو آیا دوڑ کر

کچھ نہ کی رزاق پر اپنے نظر
مانگنے آیا تو اک کافر کے گھر

واسطے روٹی کے اپنے دوست کو
چھوڑ کر آیا تو یاں اے نیک خو

اور دشمن اُسکے سے کی دوستی
کچھ حیا تجھ کو نہ آئی اے اخی

اب ذرا منصف ہو اے مردِ خدا
بےحیا تو ہے کہ یا میں ہوں بتا

سنکے یہ عابد گرا بیہوش ہو
پیٹ کے سر ہو گیا بیہوش وہ

اے سگِ ملعون نفس امداد کی
یہ نصیحت گبر کے کتے نے کی

صبر کا در بھی اگر تجھ پر کھلے
گبر کے کتے سے کمتر پھر تو ہے

ساقیا میری خبر لے جلد آ
نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بچا

نفس و شیطاں نے کیا مجھ کو اسیر
ہو کہیں بہرِ خدا تو دستگیر 19

اس میں مذمت ریاکاروں اور مکاروں کی کہ بڑا لشکر شیطان کا ہے

کیا ہے دنیا جان اے مردِ غبی
واسطے زر کے بنے تو متقی

شانہ و مسواک تسبیح و ریا
جبہ و دستار و قلبِ بےصفا

زہد کا دعوی ہو تجھ کو بے شمار
جاہ و عزت کیلئے اے نابکار

لے بنا تقوی کی صورت بےنظیر
تا کریں تعظیم سب شاہ و وزیر

ہے گماں تجھ کو کہ ایسے مکر سے
سارے عالم کو مطیع اپنا کرے

ہے توقع تجھ کو اے مردِ غبی
تا کہ اس جھوٹی فقیری سے تری

معتقد ہو کر کے سب اہلِ جہاں
لائیں نذریں پاس تیرے بیگماں

یہ نہیں معلوم تجھ کو اے عزیز
ہیں جہاں میں سیکڑوں اہلِ تمیز

ہیں بہت عالم میں عاقل نکتہ داں
جانتے ہیں سب کی خوبی و زباں

یہ جو کرتا ہے فریب و مکر تو
اس سے وہ واقف ہیں بیشک موبمو

پر یقیں ہے تجھ کو اب بیشک یہی
حال سے میرے نہیں واقف کوئی

اپنی خود بینی سے تو ہے مارتا
لافِ تقوی اور عدالت کی سدا

فکر میں ہر دم ہے تو اس بات کی
جسکے یاں کی عزت اور دولت ملی

کار تیرا سر بسر لیل و نہار
کرتا ہے تحصیل جاہ و اعتبار

واسطے زر کے بنے اے نابکار
متقی و عاقل و پرہیزگار

ناں و حلوے کیلئے تو نے لعیں
کھو دیا ہے ہاتھ سے اسلام و دیں

جاہ و عزت کیلئے اے بےخبر
دین و ایماں سے پڑا تو دور تر

دیں دیا تو نے لیا نانِ حرام
مکر و حیلہ بہرِ تسخیرِ حرام

مال کھانا شاہوں کا با مکر و شید
چھوٹے غیبت سے نہ تیری عمر و زید

لے فریب و مکر سے شاہوں کا مال
ہر طرح سے پھر اسے سمجھے حلال

پھر یہ تقوی اور عدالت باوجود
ایسے وصفوں کے ہے قائم اے جہود

ہے ہمیشہ برقرار اور پائدار
یہ عدالت اور تقوی نابکار

سنگ و آہن سے بھی یہ مضبوط ہے
جو نہیں نقصاں کسی شے سے اُسے
کچھ نہیں نقصاں فریب و مکر سے
اس عدالت اور تقویٰ کو ترے
نے خلل اُسکو کسی شے سے عزیز
چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

حکایت تمثیل

حال اُس عورت کا سُن ٹک اے عزیز
جو کہ نور رکھتا ہے کچھ عقل و تمیز
شہر ہرا میں تھی سُن اک بیوہ زن
کہنہ رند و حیلہ ساز و پُر زفن
نام اُس عورت کا تھا اے ہوشیار
کہتے ہیں بی بی تمیزہ ہوشیار
بس عبادت سے اُسے لیل و نہار
تھی سدا رغبت بہت اے نامدار
صبح سے لیکر کے تا وقتِ عشا
باوضو رہتی تھی اَے مردِ خدا
بعدِ عشا کے صبح تک وہ بے شعور
رات بھر کرتی زنا فسق و فجور
ایکدم بھر مرد بن رہتی نہ تھی
گرچہ پھر چوڑھا چمار ہووے کوئی
آتا جو اُس بےحیا کے پاس یار
آگے اُسکے پڑتی تھی دامن پسار
لے نمازِ شام سے تا بامداد
نامُرادوں کو سدا دیتی مُراد
اور نہ خالی ہوتی تھی اُسکی دوات
ایکدم بھر بے قلم سے نیک ذات
جو کوئی لاتا مراد اپنی وہاں
جھٹ رقم کرتی وہ اُس پر بیگماں
رند اور اَوباش کے مقصود کو
خوب برلاتی تھی وہ اے خوبرو
اُسکی چکّی شیخ کے مانند یار
پھرتی ہی رہتی سدا لیل و نہار
اور اسی حالت میں پھر وہ نابکار
کرتی تھی حق کی عبادت بیشمار
جس کسی کے نیچے سے اٹھتی بناز
ہوتی تھی فی الحال مشغولِ نماز
بے وضو بے غسل بے نیّت سدا
خوب کرتی تھی رکوع سجدا ادا
اُسکے اوپر کہتی تھی وہ بدگہر
باوضو رہتی ہوں میں آٹھوں پہر
ایسی بدذاتی سے پھر وہ بےحیا
آپ کو کہتی تھی میں ہوں پارسا
۲۰ ایک دن اک رند نے اُس سے کہا
کیا کہوں مجھ کو تعجب ہے بڑا
اس طرح کے کار سے تیرے مجھے
حیرت آتی ہے بہت اے نیک پے
باوجود ایسی جنابت کے سدا
خوب رہتا ہے وضو تیرا بجا
نیّت اور آداب یہ محکم وضو
کر بیاں کچھ حال اِسکا مجھسے تو
یہ وضو تیرا سُن اے نیکو سیر
سنگ و روئیں سے بھی ہے مضبوط تر
بلکہ ہے سدِّ سکندر سے دوچند
جو کسی شے سے نہیں اسکو گزند
ہے مثال ایسی ہی تقویٰ کی ترے
ہر طرح کے کار سے قائم رہے
جس طرح بی بی تمیزہ کا وضو
سو جنابت سے نہ ٹوٹے تھا کبھو
یوں ہی تقویٰ اور عدالت تیرا یار
سو فریب و مکر سے ہے پائدار
ہے خدا کی مار ایسے شخص پر
بےحیا بے شرم جو ہوا اسقدر
ساقیا آحد سے گذرا انتظار
جام دے وہ جس سے ہو سینہ فگار
کرکے تا ناموس کے دامن کو چاک
آتشِ دل سے میں ڈالوں سر پہ خاک

اِس میں مذمت اُن درس کہنے والوں کی ہے کہ مقصد اُن کا محض ظاہر کرنا فضل اور علم اور بزرگی کا اور دھوکا دینا ہے خلقت کو

کیا ہے دُنیا جان تو اے خود پسند
مکر و حیلہ کا ترے یہ وعظ و پند
درس تیرا اسلئے ہے صبح شام
تاکہ ہو مشہور علم اور فضل تام
بہرِ اظہارِ فضیلت اور عمل
آپ کو ڈالے ہے تو اندر خلل
تو یہ کرتا اب جو وعظ و پند ہے
خلق میں مشہور ہونے کیلئے
علم و فضل اپنا جتانے کیلئے
سو خرابی اور بلا میں تو پڑے
ہر طرح اپنا جتا فضل و کمال
مرد و زن کیواسطے ڈالے ہے جال
تاکہ ہوں تابع ترے کچھ عام میں
سو فریبوں سے تو لایا دام میں
جاہل و نادان جو بے عقل و شعور
جال میں تیرے پڑے اَے پر غرور
معتقد تیرے ہوے وے پر ضرور
کون شوئی کا نہیں جنکو شعور
جاہلوں میں بیٹھ کر بن بن سدا
علم و فضل اپنا جتایا خوب سا

خوب سی تقریر کو دیکر کے زیب
جاہلوں ناواقفوں کو دے فریب
دوسرے کو تو نصیحت ہو مدام
اور ہووے خود نصیحت لا کلام
راہ جنت کا بتاوے اور کو
آپ لے دوزخ کی رہ بے گفتگو
رہ بتاوے اور کو گلزار کی
اور ہووے آپ رسنہ نار کی
شہد و شربت اور کو دے ہے پلا
آپ پیتا ہے پیالہ زہر کا
کرتا ہے اوروں کو سیدھی راہ پر
اور ہووے آپ گمرہ جان کر
بھیجتا ہے اور کو گلزار میں
آپ کو ڈالے ہے تنہا غار میں
ہے یہ سب اسواسطے اے پرغلل
لوگ جانیں تا ترا علم و عمل
خوب سی شیخی جتائی کھول کر
مکر اندر مکر لکھا ہے ہنر
پر اصول و فرع تیرے اے اخی
محکم ان دو سے نہیں ہے ایک بھی
کچھ حیا بھی تجھ کو آتی ہے بتا
حق تعالیٰ اور پیمبر سے بھلا
جان اس رہ میں ترا کیا غول ہے
یہ ریائی درس نامعقول ہے
کرتا ہے جو تو ریا کا وعظ و درس
ہے یہی شیطان تیرا اور نفس
یہ ریا کا جو ترا ہے وعظ و پند
زہر ہے باطن میں اور ظاہر میں قند
ہوتی ہے جس درس میں روی و ریا
درس ہے کب ہے وہ اک قہر و بلا
چور ہے پوشیدہ دل میں یہ ریا
دولتِ ایمان کو ہے لوٹتا
خنجر لاحول سے اس چور کو
قتل جس نے کر دیا اے نیکخو
دولتِ ایمان لی اس نے بچا
با خوشی جنت میں جا ڈیرا کیا
درس جو قربت نہ ہو اس سے غرض
ہے نہیں وہ درس لیکن ہے مرض
آپ کو جس نے اگر اس مرض سے
کر دیا آزاد جاں اے نیک پے
اسپ و دولت کو وہ اپنے باہنر
ہے وہ دوڑتا تا فرازِ عرش پر
ساقیا لے بہر حق میری خبر
نفس و شیطاں نے کیا زیر و زبر
وقت ہے امداد کی امداد کا
کرکے امداد انکے پیچوں سے چھڑا
تاکہ یہ جا کرکے بے روی و ریا
اس کے قدموں پر کرے سر کو فدا

۲۱ اس میں مذمت اور برائی اُن لوگوں کی ہے جو ہمیشہ اسباب دنیا کا اکٹھا کرتے رہتے ہیں اور غافل ہیں حاصل کرنے اسباب عقبیٰ کے سے

کیا ہے دُنیا یعنے اسبابِ جہاں
آفتِ جاں ہے ہر اک پیر و جواں
یہ کرے قربِ خدا سے تجھ کو دُور
اور کرے راہ خدا سے تجھ کو دُور
کر دیا قربان اُس پر اپنا سر
ہو گیا تو راہِ حق سے دُور تر
کر دیا ہے تلخ تیرا یار کام
اسطرح کے نان و حلوے نے تمام
اور بھی اکثر ترا اے نیک خو
لے گیا ہے رونقِ اسلام کو
جلد اس اسباب کو اے بہرہ ور
بیخ دیں سے تو اکھاڑ اور دُور کر
اور اس دنیائے دوں پر خاک ڈال
آپ کو بار گراں سے تو نکال
سعی تیری ہے یہ اے صاحب ہنر
واسطے دُنیائے دوں کے سر بسر
سعی کچھ جانی نہ عقبیٰ کی ہے کیا
سعی دُنیا میں رہا تو مبتلا
اس کی رہ میں موشگافی اے شقی
اس کی رہ میں کند فہمی احمقی
پیچھے اسکے دوڑے ہے از جان و دل
اسکے پیچھے جائے جیسے خر بگل
باوجود اس سعی و محنت کے ذرا
جو کہ چاہے تھا نہ وہ حاصل ہوا
سعی دنیا میں رہا تو عمر بھر
کیا ہوا حاصل تجھے جز دردِ سر
سعی عقبیٰ کی جو تو کرتا میاں
کار دُنیا کا بھی بر آتا میاں
کار عقبیٰ کا جو کرتا بندوبست
کار دنیا کے بھی سب ہوتے درست
اِسلئے فرماتے ہیں خیر البشر
جو کوئی دنیائے دوں کو ترک کر
ہونا ہے جھٹ باخضوع و باخشوع
اپنے اس اللہ کی جانب رجوع
کار اسکے دنیا و دیں کے تمام
ہوتے ہیں آسان سب اے نیکنام

اسکے اوپر یاد آئی ایک مثال
کان دھر کے سن اسے اے خوش خصال

اس میں بیان ہے کہ اختیار کرنا کارِ آخرت کا اوپر کارِ دنیا کے بہتر ہے

تھا کوئی اک مردِ صالح نوجواں
کرتا تھا کھیتی کا پیشہ اے میاں

پاس اسکے کہتے ہیں تھا اک شتر
بھاگنے کی اسکو عادت تھی مگر

اتفاقاً دن جو آیا جمعہ کا
اونٹ اسکا بھاگ جنگل کو گیا

اور آدھے دن جمعہ کا اسلئے
تھا کہ پانی زرع کو دے نہر سے

مردِ حیراں ہو کے بولا اے خدا
پانی دینے کا بھی یہ وقت ہے مرا

گر میں دوں کھیتی کو پانی اب یہاں
اونٹ اپنے کو میں پھر پاؤں کہاں

اور نمازِ جمعہ بھی دوں ہاتھ سے
ہوں خرابی میں پڑا اس بات سے

گر نہ دوں کھیتی کو پانی اس زماں
ہوتی ہے بالکل خراب اے مہرباں

جو میں ڈھونڈوں اونٹ کو جنگل میں جا
بس نماز اور زرع دونوں کھو چکا

اس تردد سے وہ مردِ خوش لقا
ہر طرح کے رنج میں تھا مبتلا

آخرش بولا تامل کر کے وہ
چل نمازِ جمعہ کو جو ہو سو ہو

کیونکہ اس دولت کو ہے بیشک بقا
اور سوا اسکے ہے سب شے کو فنا

یعنے کارِ دیں کو ہووے بقا
اور کارِ دنیوی کو ہے فنا

جو کہ فانی سے لگاوے دل عزیز
اس سے زیادہ کون ہے بس بے تمیز

کہتے ہیں حضرت محمد مصطفےٰ
حج مسکینوں کا ہے دن جمعہ کا

جا غرض تکبیر مسجد اس نے کی
اجر قربانی کا پایا اونٹ کی

جا کے مسجد میں ہوا مشغول ذکر
اور بھلائی دل سے سب دنیا کی فکر

با خضوعِ دل بصد عجز و نیاز
سامنے حق کے پڑھی اس نے نماز

ہو کے فارغ جبکہ آیا اپنے گھر
دیکھتا کیا ہے کہ وہ اسکا شتر

ہے کھڑا اپنے مکاں پر اے میاں
عاجز و مسکیں غریب و ناتواں

اپنی بی بی سے یہ پوچھا اسنے جا
کسطرح یہ اونٹ آیا ہے بتا

یہ کہا عورت نے اسکی اے میاں
اک درندہ اسکو لایا ہے یہاں

ہو کے گرد اسکے قوی سا بھیڑیا
مار کر یاں تک اسے پہنچا گیا

شکر حق کرنے لگا وہ نیک خو
یہ کہ رب لایا ہے میرے اونٹ کو

اب میں جا کر سینچتا ہوں کھیت کو
اپنے اس معمول پر جتنا کہ ہو

کل نہ آوے ہاتھ میں تیرے اگر
جز کو تو مت چھوڑ پر اے بہرہ ور

آخرش اٹھکر وہ مردِ نوجواں
کھیت کی جانب ہوا اپنے رواں

جا کے دیکھا کھیت کو جو غور کر
پایا سب سرسبز اور خوش تازہ تر

خود بخود اس نہر سے بس بیگماں
اسکی ہر کیاری میں ہے پانی رواں

ہو کے حیراں مرد بولا اے خدا
کھیت یہ سیراب کیونکر ہو گیا

ہے نہ ہمسایہ مرا ایسا بھلا
کھیت میں پانی مرے دیتا جو آ

پوچھا آخر اس نے ہمسایوں سے جا
کھیت میں پانی مرے کس نے دیا

بولے سب ہی یہ عجب اک ماجرا
خود بخود پانی ادھر کو ہو لیا

سینچتے تھے ہم تو اپنے کھیت کو
پر یہ پانی جاتا تھا تیرے کھیت کو

روکتے تھے ہر طرح سے ہم اگر
پر یہ تیرے کھیت میں کرتا گذر

ہو گئے ناچار جب اے با ادب
چھوڑ کر آخر گئے ہم بیٹھ سب

حکم حق سے کھیت میں تیرے میاں
ہر کیاری میں ہوا پانی رواں

ہو کے شاداں اور خرم وہ جواں
شکر حق کرنے لگا بس بیگراں

جو کوئی دنیائے دوں کو ترک کر
باندھ لے حق کی عبادت میں کمر

آپ خود آکر یہ دنیائے قلیل
پاؤں میں اسکے پڑے ہو کر ذلیل

دین کو دل سے کرے جو اختیار
خود بخود دنیا ہو اُس پر نثار

اور جو حق کو چھوڑ دنیا میں پڑے
دین و دنیا سب خراب اپنی کرے

جس نے کی دنیا مقدم دین پر
وہ ہوا خوار و تباہ خستہ جگر

ہو گیا اس شخص پر قہرِ خدا
جو ہوا دنیائے دوں میں مبتلا

ہو نہ حاصل دین اور دنیائے دوں
قعرِ دوزخ میں پڑے جا سرنگوں

ساقیا وہ جام دے اب نو بنو
عیشِ دنیا جس سے مجھ پر سرد ہو

چھوڑ کر دنیائے دوں کو سر بسر
حکم پر دلدار کے باندھوں کمر

سوال کرنا کسی زاہد کا ایک امیر سے کہ کسقدر سعی اس امیر نے کی بیچ حاصل کرنے اسباب دنیا کے اور تنبیہ کرنا اور ڈانٹنا اُس کا اوپر حاصل کرنے سامان آخرت کے

ایک عارف نے کہ تھا صاحب کمال
ایک منعم سے کیا اُس نے سوال
یہ کہ دل تیرا ہے ہر شام و سحر
درپے مال و منال اے نامور
سعی تیری بہرِ دنیائے دنی
کِسقدر ہے کہہ تو اے مردِ غنی
یوں کہا اُس نے کہ بیحد و شمار
کار میرا ہے یہی لیل و نہار
یہ کہا عارف نے اس کو تو بھلا
رہتا ہے اسکی تگ و دو میں سدا
کیا ہوا حاصل تجھے میرے خلیل
یہ کہا اُس نے کہ کچھ قدرِ قلیل
پر جو ہے مقصود اے روشن ضمیر
پر نہ آیا اُس سے کچھ عُشر عشیر
یہ کہا عارف نے اِسکے ہے ثواب
فکر میں تحصیل کے ہر روز و شب
رنج و غم میں تو عبث اُسکے میاں
عمر کو کرتا ہے اپنی رائگاں
قبلہ اپنا شغل کو اس کے کیا
عمر اپنی اِس پہ کی تو نے فدا
جانتا ہے وہ جو کچھ تو اے فتا
اس سے کچھ حاصل نہیں تجھ کو ہوا
مدعا دل کا ترے اِس سے کہیں
کچھ نہیں حاصل ہوا اے نیک دیں
ہے بھلا دنیا بھی یہ عقبیٰ کا گھر
سعی کچھ اسکی نہ کی تو نے مگر
اُس سے کچھ حاصل تجھے کیونکر ہو جاں
میں نہیں کہتا تو کہہ اے نکتہ داں
یعنے اِس دنیائے دوں سے اب تجھے
دارِ عقبیٰ ہووے حاصل کب تجھے
مرد وہ ہیں جو کہ دنیا چھوڑ کر
باندھتے ہیں راہِ عقبیٰ میں کمر
اور تو بہرِ گاؤ نفس بے حیا
کرتا ہے ہر دم نماز اپنی قضا
یادِ حق کو تو نمازِ فرض جان
اس سے رہتا ہے تو غافل ہر زماں
اِس جہاں فانی ہیں تو فانی ہوا
راہِ عقبیٰ کو دیا دل سے بھلا
واسطے عقبیٰ کے تو اے بہرہ ور
چھوڑتا مُردار دنیا کو اگر ۲۳
خود بخود یہ زالِ دُنیا ہو ذلیل
پاؤں میں پڑتی ترے باقال وقیل

اس میں یہ بیان ہے کہ جو شخص دنیا کو چھوڑتے اور ترک کرتے ہیں دنیا انکے پیچھے دوڑتی ہے اور جو لوگ دنیا کے درپے ہوتے ہیں دنیا ان سے بھاگتی ہے حکایت

ایک صاحب دل ولی باعز و جاہ
باخوشی بیٹھا تھا اندر خانقاہ
اور گردِ اُسکے مُرید اور طالبیں
جمع بیٹھے تھے بصد صدق و یقیں
ناگہاں سہ جانور اک طرف سے
سامنے کو آ گئے اڑتے ہوئے
ایک کے تھا ایک پیچھے بھاگتا
اور اُسکی جستجو میں دوسرا
اُن میں آگے تھا کبوتر بس رواں
سب سے عاجز اور حقیر و ناتواں
اُسکے پیچھے مرغ زریں بال و پر
اڑتا جاتا تھا نہ اک بھی ایک کے
اور پیچھے مُرغِ زریں کے اوڑا
جاتا تھا بد بخت کوّا جوں ہوا
کرتا تھا ایسی ہر اک کوشش دلے
ہاتھ آتا تھا نہ اک بھی ایک کے
دیکھ یہ بولے مرید اے شاہ دیں
ماجرا ایسا کبھی دیکھا نہیں
کیوں کبوتر کے ہے پیچھے مرغ یوں
اور پیچھے مرغ کے کوّا ہے کیوں
ہے کبوتر کا مطیع کیوں مرغ یوں
زاغ باغی مرغ کا تابع ہے کیوں
جنسہائی مختلف ہیں ہے یہ کیا
ایک کا تابع ہوا جو دوسرا
جنس کا طالب ہے اپنے ہر کوئی
جنس سے ہے جنس کو میل اے اخی
جنس جانب جنس کے رکھتی ہے میل
ساتھ دنکے دن ہے اور ہے شب کے لیل
ہوتا ہے مومن کا مومن آشنا
اور کافر پر ہو کافر مبتلا
صالحوں کیساتھ ہو دیں صالحاں
ساتھ بدکارونکے ہوں بدکاریاں
زاغ ہمرہ زاغ کے ہو کر اُڑیں
بلبلوں کیساتھ بلبل خوش رہیں
انبیاؑ اسواسطے پیدا ہوئے
جنس ہے انسان کے اے نیک پے

آدمی تا ملکے اپنے جنس سے
بے تکلف راہ حق کی سیکھ لے

جنس سے ہو جنس اپنی کامیاب
فیض ہے ہم جنس سے سب کو شتاب

انبیاؑ ہوتے فرشتوں سے اگر
کب پکڑتے اُن سے اُنسیت بشر

کب بھلا انسان ہو کر بیحجاب
راہ حق لیتے فرشتوں سے شتاب

اک خلافِ جنس سے ہوں سو حجاب
اور ہوں ہمجنس سے لک فتحیات

فائدہ ہمجنس سے ہو جس قدر
غیر جنسیت سے ہوا تنا ضرر

روح جو آئی ہے ملکِ امر سے
زہد و طاعت سے ہے راغب اسلئے

جسم ملکِ خلق سے پیدا ہوا
خواب و خور میں اس لئے ہے مبتلا

اُس کی پیدائش اِن دو سے ہوئی
حق نے جو دونوں کی اسمیں جمع کی

جو کرے یہ میل جانب خاک کی
نفس امارہ[1] بنے ہے اس گھڑی

اور کرے جو رُوح کیجانب گذر
نفس لوامہ بنے اُس وقت پر

میل ملکِ امر کا جب اِسمیں ہو
آوے لوامہ کی جانب دوڑ وہ

جو بہت کوشش سے لاہوتی کو جا
ملہمہ کی طرف پھر رکھتا ہے پا

بعد تہذیب اور کمال اجتہاد
مطمئنہ ہووے وہ اہل وداد

اِس سخن کی کب ہے امداد انتہا
ماجرا ان طائروں کا پھر سُنا

جواب دینا اُس صوفی کا مریدوں کو واسطے تسکین اور دلجمعی کے اور بیان کرنا حال طائروں کا کہ ایک کے پیچھے دوسرا اڑتا تھا

مردِ صوفی کو ندا آئی نہاں
یہ مریدوں سے تو کر اپنے بیاں

جو اُڑے جاتے ہیں یہ تینوں جانور
ہے مثال اُنکی سمجھ اور غور کر

بھاگتے ہیں ایک جو دنیا سے دُور
دوسرے طالب ہیں اسکے بالضرور

یہ مثال اُن کی ہیں تینوں جانو
ایک سے اک بھاگتا ہے دور تر

۲۴ طالب و تارک ہیں جو دنیا کے اب
ایک کو ہے دوسرا کرتا طلب

بھاگتا ہے یہ کبوتر پے بہ پے
مُرغِ زریں کے فریب و مکر سے

اور در پے مرغ زریں اسکے ہے
تاکہ اس پر آپ کو قرباں کرے

لیک ہرگز یہ کبوتر ناز نیں
ہاتھ آتا مرغ زریں کے نہیں

اور پیچھے مرغ زریں کے اڑا
حرص سے جاتا ہے کوا بیحیا

پر نہ ہاتھ آتا ہے اک کے دوسرا
گرچہ کوشش کرتے ہیں بے انتہا

جان عارف ہے کبوتر کی مثال
جاتا ہے حق کیطرف بے قیل و قال

اور زریں مرغ تو دنیا کو جان
دوڑے ہے عارف کے پیچھے بیگمان

زاغ یعنی اہل دنیا حرص سے
چوں زغن مُردار دنیا میں پڑے

کر تو دنیا دار کو کوا شمار
ہوتا ہے مُردار دنیا پر نثار

اہل دنیا واسطے دنیا کے یار
دَوڑتا ہے ہر طرف ہو بے قرار

لیک وہ مکارہ اُن سے بھاگ کے
مردِ حقانی کے جا پیچھے پڑے

بھاگتا ہے مردِ حقانی مگر
مکر سے اس بیحیا کے خوف کر

دَوڑتی ہے اُسکے پیچھے یہ سدا
بھاگتا ہے اس سے وہ مردِ خدا

ہے یہی دنیا کا یار و ماجرا
بھاگے ہی جو اس سے یہ اُسی کے پاس جا

اور جو اسکو طلب کرتے ہیں یہاں
بھاگتی ہے اُن سے یہ کوسوں یہاں

تمثیل

اور سُن اِس پر تو مجھے اک مثال
نیک لوگوں کا بیاں کرنا ہے حال

ایک دن ہاروں رشیدِ بادشاہ
تخت پر بیٹھا تھا با صد عز و جاہ

اور گرد اسکے بکثرت لاکلام
تھے کھڑے آداب سے لونڈی غلام

مہرباں اُنپر جو کچھ سلطاں ہوا
حکم یہ مختار کاروں کو دیا

---

[1] نفس چار ہیں - امارہ - لوامہ - ملہمہ - مطمئنہ - ۱۲ ح

جو کہ نوشہ خانہ میں موجود ہے
سامنے لا کر دھریں ہر ایک شے
سنتے ہی مختار کاروں نے جبھی
پیش شہ ہر ایک نعمت لا دھری
حکم پھر لونڈی غلاموں کو دیا
شہ نے کیں یہ نعمتیں تمکو عطا
جسکو اس نعمت سے جو مطلوب ہو
لے اٹھا اس میں سے وہ بے گفتگو
سنتے ہی اس بات کے لونڈی غلام
گر پڑے ایک ایک ہر نعمت پہ تام
کچھ کسی نے اور کسی نے کچھ لیا
ہاتھ اک لونڈی نے شہ پر رکھدیا
ہو خفا باندی سے یوں شہ نے کہا
رکھدیا کیوں ہاتھ مجھ پر اب بتا
عرض کی لونڈی نے جب اے نیکخو
صاحب اِن نعمات کا موجود ہو
اُسکی کمبختی ہے کیا پھر جو تنہا
چھوڑ صاحب کو پڑے نعمت پہ جا
بادشاہ سنتے ہی جھٹ اس بات کے
اُسپہ عاشق ہو گیا دل جان سے
اور کہا شہ نے اُسے اے باادب
کر دیا آزاد تجھ کو مَیں نے اب
اور یہ سب نعمائے اور باندی غلام
کر دیے تجھ کو عطائے نیک نام
اِس طرح سے جو کوئی حق کے لئے
دلسے سب نعمائے دنیا چھوڑ دے
چھوڑ کر نعمائے دنیا سربسر
دل لگا وے اپنے حق سے بیشتر
حق تعالیٰ ہو کے خوش اُس شخص سے
آخرت کی نعمتیں سب اُسکو دے
تو بھی اے امداد مہر ذوالجلال
دو جہاں کی نعمتوں پر خاک ڈال
ماسوا پر ہو نہ ہرگز مبتلا
خالصاً للہ حق سے دل لگا

اس میں مذمت اور بُرائی ان لوگونکی ہے کہ فخر کرتے ہیں ساتھ مصاحبت بادشاہوں کے اور دعویٰ رکھتے ہیں شامل ہونیکا بیچ اہل سلوک کے اور جمع ہونا دو ضدوں کا محال ہے

کیا ہے دنیا جان تو اے بہرہ ور
قرب سلطاں ہے تو کر اس سے حذر
ہوش سر سے بھی ہے اور دلسے سرور
قرب سلطاں اِس سے رہ تو دُور دُور
ہے سعادتمند وہی اَے فتا
آپ کو جس نے لیا اس سے بچا
قربتِ سلطاں سے بچ گر بچ سکے
کیونکہ یہ تیرا وبالِ جان ہے
اور ہے ایماں کا بھی اِسمیں ضرر
ہو سکے جتنا تو کر اس سے حذر
اِس کے اوپر کہتا ہوں اک داستاں
کان دلسے تم سنو اَے مہرباں
نیک لوگوں کا طریقہ ہے یہی
جو بیاں کرتا ہوں تجھ سے اَے غبی

داستان

ایک تھا درویش بس روشن ضمیر
راہِ حق میں چست و کامل بے نظیر
چھوڑ کر دنیا کے سارے کاروبار
کر لیا تھا اُس نے گوشہ اختیار
خلق سے ہو کر جدا جنگل میں جا
کرتا تھا تنہائی میں یادِ خدا
بیٹھ کر اک غار میں تنہا سدا
ذکرِ حق میں ہر گھڑی مشغول تھا
باہر آتا تھا نہ وہ اُس غار کے
پر کبھی حاجتِ ضروری کیلئے
بعد ہفتے کے جو ہوتی اشتہا
کھاتا تھا برگِ شجر وہ پارسا
ایک مدت ہو گئی اُس کو بسر
ذکرِ حق کرتے ہوئے اس طرح پر
تھی اُس عارف پر عنایاتِ خدا
واصلِ مولیٰ وہ رہتا تھا سدا
چھوڑ دے اِس عالم کو جو حق کیلئے
بے شبہ وہ اپنے دلبر سے ملے
جہد و کوشش شرط ہے پر اے پسر
راہ میں دلدار کے شام و سحر
ہے بہت باریک راہِ دل رُبا
چل سکے بے راہ بر کے کب بھلا
ہیں گی اس رہ میں بہت سی گھاٹیاں
طے ہو کب بے راہ بر کے اے فلاں
کہتے ہیں حضرت محمدؐ اس لیے
راہبر لے ساتھ پھر تو راہ لے
راہ بر لے تا تو سیدھی راہ جا
گھاٹیوں میں ورنہ ہو گا مبتلا
اَولیا ہیں راہ بر اِس راہ کے
اُن کے دامن کو پکڑ اور راہ لے
عمر بھر گرچہ کرے روزہ نماز
بے مددِ مرشد کے کب ہو سرباز

سرّ باطن کب ترے دل پر کھلے
تو عبادت گرچہ کیسی ہی کرے
گرچہ کی تو نے عبادت سالہا
لیک بے مرشد تو ویسا ہی رہا
جو کہ بھی حرص و ہوا دل میں بھری
اس عبادت سے نہ وہ کچھ کم ہوئی
جو نہ جا حرص و ہوا دل سے ترے
اس عبادت کو ترے پھر کیا کرے
کہتا ہے حق دیکھ دیدہ کر کے باز
منع کرتی ہے گناہوں سے نماز
عادتی ہے یہ تری روزہ نماز
سرّ باطن اس سے کب تجھ پر ہو ناز
پیروی کر جان سے مرشد کی تو
تا کہ کر دے تجھ کو سیدھی راہ کو
ورنہ اس رہ میں تو بے مرشد سدا
ٹھوکریں کھاتا رہیگا جا بجا
سوچ تو دلمیں ذرا اے نیک پے
بے کماں کے تیر کیونکر چل سکے
تیر دیکھا ہے کوئی بھی اب بتا
بے کماں کے جا نشانے پر لگا
کس نے پایا ہے صراط المستقیم
بے مدد مرشد کے بتلا اے کریم
انتہا رکھتا نہیں ہے یہ سخن
حال اس درویش کا اب مجھ سے سن

آنا دنیا کا ایک عورت نازنین کی صورت بن کے آگے مرد عارف کے

درمیاں اس غار کے وہ پارسا
ذکر و فکر حق میں رہتا تھا سدا
ناگہاں اک روز اے فرخندہ فال
ایک عورت صاحب حسن و جمال
باہزاراں خوبی و زیبندگی
آگئی خدمت میں اس درویش کی
دست بستہ باادب ہو کر کھڑی
عرض خدمت میں یہ کی درویش کی
جو کرو اس دم قبول حضرت مجھے
کیا کریموں کے کرم سے دور ہے
تیری خدمت میں رہونگی میں مدام
جو کہ فرماؤ بجا لاؤں تمام
دیکھ کر درویش نے اسکے تئیں
کر لیا معلوم باطن سے وہیں
ہے یہ دنیا بدگہر اور نابکار
سامنے آئی مرے کر کے سنگار
یہ کہا درویش نے اے بیحیا
دور ہو مجھ پاس تو ہرگز نہ آ
بھاگ کر تجھسے یہاں آیا ہوں میں
چھپکے آبیٹھا ہوں تنہا غار میں
[illegible] یوں آئی ہے اسجا اے پلید
مکر سے ڈرتا ہے تیرے ہر سعید
یہ کہا اس نے کہ اے درویش جان
حکم سے حق کے میں آئی ہوں یہاں
حق میں میرے تجھ کو اے مرد یقیں
فائدہ کچھ منع کرنے میں نہیں
آئی ہوں میں حکم حاکم سے یہاں
کیوں خفا ہوتا ہے مجھ پر اے میاں
کہکے یہ نظروں سے وہ غائب ہوئی
اور عارف کو ہوئی وحشت بڑی
یہ کہا عارف نے وہ جو آئے گی
جوتیاں مجھ سے بہت سی کھائیگی
گر نہ جائے گی وہ میرے پاس سے
گور کا مصرف کرونگا میں اسے
گر نہ جا مجھ پاس سے دنیائے دوں
خرچ اسکو راہ عقبیٰ میں کروں
مال دنیا ہے یہ زہر سہم ناک
گر اسے پاوئے تو اس پر ڈال خاک
یعنے اسکو صرف کر نیک امر میں
تا کہ کام آوئے وہ تیری قبر میں
واسطے حق کے جو دے تو اک یہاں
اسکے بدلے پاوے تو سو حصے وہاں
کر سخاوت کا تو پیشہ اختیار
تا کہ راضی تجھ سے ہو پروردگار
چاہتا ہے وہ جو کچھ پروردگار
کرتا ہے اسباب اسکے آشکار
دس برس تک وہ فقیر اس غار میں
تھا ہمہ مشغول حق کے کار میں
کوئی آتا تھا نہ اس پاس اے پسر
کیونکہ بستی سے تھا جنگل دور تر
گائیں بکری اونٹ خچر اور گدھے
واں تلک آتے نہ چرنے کیلئے
اتفاقاً اک برس تقدیر سے
قحط عالم میں پڑا حد سے پرے
خشک سب کھیت اور جنگل ہوگئے
آدمی حیوان کل مرنے لگے
گلہ ہائے اشتر و گاو و خر
پھرتے تھے چرواہے ادھر اور ادھر
کچھ بھی جس جا پاتے تھے سبزے کی بو
دوڑتے چوپائے جھٹ اس طرف کو
یوں ہی پھرتے پھرتے اکدن ناگہاں
آئے پاس اس غار کے سب راعیاں
چند اک چوپائے گرد اس غار کے
دیکھ سبزہ کھاتے کھاتے آگئے
پھر تو چرواہے وہاں آنے لگے
لے کے چوپائے چرانے کے لئے
ناگہاں اکدن وہ عارف غار سے
آیا باہر ایک حاجت کے لئے
کی تھی جو حق کی عبادت بیشمار
نور حق تھا اس کے منہ سے آشکار
دور سے چرواہے صورت دیکھ کے
گرد اس درویش کے آکر ہوئے

اعتقادِ دل سے جاہر ایک نے
رکھدیا پاؤں پہ سرِ درویش کے
جو کہ تھا درویش مشغولِ خدا
اُن کی جانب کو نہ کچھ راغب ہوا
جسکو حاصل ہووے وصلِ دلربا
پھر ہے اسکو اور سے مطلب ہی کیا
آخرش سب نے بصد عجز و نیاز
یہ کہا درویش سے اے پاک باز
اسکو خواہش ہو اب جس چیز کی
حکم کیجے ہم بجا لاویں ابھی
دیکھا جو درویش نے انکے تئیں
پاس سے میرے یہ ٹلنے کے نہیں
کرکے اُن کی عجز و زاری پر نظر
یہ کہا کچھ دودھ لاؤ ہو اگر
ایک مدت سے یہ نفسِ بدسرا
مانگتا ہے دودھ مجھ سے برملا
شیر مُنہ کے دو ایک دیکر گھونٹ یار
تا میں مارِ نفس کا دوں زہر مار
عرض کی یوں قحط سے باراں کے اب
گائیں بکری ہوگئیں بے دودھ سب
جب نہ انکو چارہ کھانے کو ملا
شیر انکے خشک پستاں سے ہوا
اور کہا رو رو کے سب نے باحزن
تم نے جو چاہا نہ آیا ہم سے بن
دیکھ کر درویش اُن کا اضطرار
یہ کہا اُن کو کہ اے مردانِ کار
ایک گائے کرکے اب سب سے بدر
اس کو دوھو تم خدا کے نام پر
کرکے بسم اللہ اب اے نیک راہ
سعی کر تو ہوگی امدادِ آلہ
کار عقبیٰ میں ہے کوشش شرط یار
جہد و کوشش کر جو تو ہے ہوشیار
گوشِ جاں سے سُن ذرا اے مہرباں
کہتے ہیں کیا سرورِ پیغمبراں
سعی و کوشش ہے اُن ہی کی بامراد
کرتے ہیں جو نفس پر اپنے جہاد
بے سفر چلنے کے کب ہو راہ طے
جہد کر چل منزلِ مقصود پے
راہ کو کر قطع چل پاؤں اٹھا
بیٹھنے کا راہ میں کیا ہے فائدا
ہو مسافر کو کہاں آرام و خواب
ہر گھڑی رہتا ہے اُسکو اضطراب
راہِ حق دیکھی ہے کیا آسان یار
جو پڑا ہے تو یہاں پاؤں پسار
راہ لے چل عیش کے دامن کو پھاڑ
تا نہ اُلجھے اُن سے اندر خار و جھاڑ
ہے یہ منزل پرخطر جا خار و زار
جو تو جا کپڑوں سے ہو بالکل فگار
یعنے یہ کپڑے لے اُلجھ کر جھاڑ میں
خوب سا تن کو ترے زخمی کریں
طاق میں رکھ تن سے تو کپڑے اُتار
بادلِ فارغ تو پھر لے راہِ یار
دُور ہے منزل بہت رہ میں پہاڑ
اور بہت سے جابجا کانٹوں کے جھاڑ
چاہتا ہے جو تو جا اِس راہ کو
ہاتھ میں لے اپنے تیشہ آہ کو
قطع کر یہ خار رہ سے تا کہ تو
جلد پہنچے منزلِ مقصود کو
ورنہ لے تیشہ ترا تن ہو فگار
روکدیں رہ سے تجھے یہ سنگ و خار
یعنے لا سے تیز سے تیشہ بنا
سنگِ غیریت کو پھر رہ سے ہٹا
منزلِ مقصود الّا اللہ کر
سیر واں جا بادلِ آگاہ کر
یعنے یہ حرص و ہوائے دینوی
غیر حق کے ہے ترے دل میں بھری
بہرِ حق تو دل سے ان کو دُور کر
نورِ عرفاں سے اسے معمور کر
یہ سخن ہے بے بیاں اے دوستو
حال اُس درویش کا مجھ سے سنو

قصہ۔ دوہنا ایک چرواہے کا آزمائش اور بد اعتقادی سے

ایک چرواہا غرض ان سے اُٹھا
پاس گاوِ نارسیدہ کے گیا
اُسکے دوہنے کا ارادہ کر لیا
تا کہ لیوے امتحاں درویش کا
اُس جواں نے پاس اُس گائے کے جا
ہاتھ جھٹ اُسکے تھنوں پر رکھدیا
ہاتھ رکھتے ہی تھنوں پر بیگماں
دودھ کی دھاریں ہوئیں اُس سے رواں
ہو کے حاضر سامنے درویش کے
دودھ لے با اعتقاد حاضر ہوئے
دودھ لے عارف نے اُس سے پی لیا
بعدہٗ اُس غار میں جا کر چھپا
ریوڑوں کو لیکے سارے راعیاں
شہر کیجانب ہوئے یار رواں
شہر میں وہ سب کے سب داخل ہوئے
اس کرامت سے وے حیران ہوئے
دن کئی گذرے غرض اسطرح پر
آتے تھے چرواہے وے اُسغار پر
رفتہ رفتہ پھر شہر میں جا بجا
اس کرامت کا بہت چرچا ہوا
تھا خلائق کی زباں پر یہ کلام
شاہ تک بھی ہوگیا یہ قصہ عام
سنتے ہی اِس بات کے شہ نے کہا
سب امیروں اور وزیروں سے بلا

چلکے اُس عارف کی زیارت کیجے
کہہ کے یہ اور اٹھ کے با صد التجا
صحبتِ میر و وزیر و بادشاہ
ان کی صحبت سے ہر اک حیراں ہوا
پاس سلطانوں امیروں کے نہ جا
اِس لئے فرماتے ہیں خیر الزماں
جو کہ عالم جا امیروں سے ملے
الغرض شہ عجز و زاری سے سدا
ہوتے ہوتے چاہا یہ سلطان نے
باعثِ برکات رحمانی ہے یہ
شہر میں ہوا اِسطرح کا مرد جو
با ادب کی عرض یہ درویش سے
بولا وہ سن اے وزیر اب مجھ کو کیا ۲۸
ہے موافق طبع ویرانہ مجھے
مرضیِ حق کا ہوں طالب میں سدا
کہتے ہیں حضرت محمدؐ مصطفےٰ
فائدہ وحدت میں ہووے جسقدر
پھر وزیرِ حیلہ جو نے عرض کی
یوں اگر گوشہ پکڑتے اولیاؒ
لیک جو بیمار ہو اَے باشعور
اور صحت جس نے پائی مرض سے
ایک مجھ میں حرص کچھ باقی ہے اب
تارک دنیا ہو تم تو بالیقیں
تیرے نفس پاک سے اے مہرباں
سامنے تیرے ہوا و حرص سب
نفع جس سے ہو خلائق کو تمام

کیونکہ وہ دُوبے ہیں اپنے فرد ہے
خدمتِ درویش میں حاضر ہوا
ہے بڑا فتنہ سمجھ اَے نیک راہ
عاجز اِن کے مکر سے شیطاں ہوا
آپ کو ان سے بہر صورت بچا
دین حق کے ہیں ایں یہ عالماں
دین کے بیشک ہوئے وہ چوٹٹے
پاس اُس درویش کے رہنے لگا
خوب ہو جو شہر میں عارف چلے
سایہ انوارِ ربانی ہے یہ
زیب شاہی رونق اسلام ہو
شہر میں چلئے تو اب کیا خوب ہے
خلق کے ملنے سے نکلا فائدا
اور ہر اک طالبِ آرام سے
خوب تنہائی میں ہو فرضی ادا
جو رہا تنہا وہ آفت سے بچا
اِس سے سَو درجہ ہو کثرت میں ضرر
گر پکڑتے اِسطرح گوشہ نبیؐ
دِینِ حق پاتی یہ کب خلقِ خدا
چاہیئے پرہیز اُس کو بالضرور
کیا دوا پرہیز کی حاجت اُسے
چاہیے پرہیز مجھ کو اس سبب
آپ سے ہم پاس تم آئے نہیں
ہو گئی روشن ہماری جانِ جاں
محو دل سے ہو گئے یک لخت اب
فائدہ اُس سے اٹھاویں خاص و عام

اُسکا ثانی کوئی عالم میں نہیں
شہ کے آنے سے ہوا درویش کو
ہے سلاطینوں کی صحبت مثلِ آگ
ہے تکبر اُنکے دلمیں یوں بھرا
صحبت اُنکی کبر و غفلت لائے ہے
پر نہ ہو جو ہمنشین و ہم طعام
بس ڈرو اِن سے بچو اَے مومنین
پھر تو دونوں عارف و شہ بے خطر
سوچ کر دل میں کہا دستور کو
اِس کے قدموں کے طفیل الحجرہ ور
الغرض آیا وزیرِ حیلہ جو
مردِ آزادہ تھا وہ مردِ خدا
مجھ کو آبادی سے ویرانہ بھلا
طالبِ آرام نفس اپنے کا اَب
ہے بھلا حق میں مِرے گوشہ سدا
اختلاطِ خلق سے ہے جو بچا
جس نے کثرت سے بچایا آپکو
کب پہنچتا خلق کو دینِ خدا
یوں کہا درویش نے اَے باخدا
جو نہ بیماری میں پرہیز اب کرے
انبیاؑ اور اولیاؒ ئے راسخیں
سُنکے بولا وہ وزیر اے نیک خو
خود بخود آتے ہیں ہم با التجا
تیری صحبت سے ہوئے ہم پر تمام
ہیں یہ فرماتے امام المرسلیں
تم بھی اِس پر اب عمل کچھ کیجیے

عالم و کامل وَلی سلطانِ دیں
شغل میں حق کے حرج بے گفتگو
تیر کے مانند اِن سے دُور بھاگ
بکریوں میں جس طرح ہو بھیڑیا
اور قناعت کا اثر لیجائے ہے
ساتھ سلطانوں امیروں کے مدام
تا تمہارا بچ سکے اسلام و دیں
ہو گئے آپس میں جوں شیر و شکر
جو چلے محلوں میں عارف خوب ہو
رحمتِ حق ہووے نازل شہر پر
پاس اُس عارف کے با صد گفتگو
بھاگتا تھا خلق سے کوسوں سدا
اختلاطِ خلق سے ہے سو بلا
میں نہیں ہوں اے وزیر با ادب
گاؤ خر میں رہنے کا کیا فائدا
جان اپنی کو سلامت لیگیا
ملک وحدت کا ہوا سلطان وہ
رہتا گمراہی میں ہر اک مبتلا
جو کہا تو نے یہ حق ہے اور بجا
بے شبہ وہ ہاتھ دھوئے جانسے
رنج و بیماری سے ہیں پاک اے متیں
کسر نفسی سے یہ اب کہتا ہے تو
آپ کی خدمت میں اَے پیرِ ہُدا
عیش دنیا سرد بالکل لا کلام
ہے وہ سب لوگوں میں بہتر بالیقیں
فیض اپنا چل کے سب کو دیجئے

فیض سے ہوں تیرے وہ ذاکر تمام
جو پڑے رہتے ہیں غفلت میں مدام
کرتے ہیں کفران نعمت جو کوئی
تیری صحبت سے ہوں شاکر وہ بھی
بولا عارف جائے تشنہ چاہ پر
چاہ پیاسے پاس کب جائے بسر
جو کہ چاہے مجھ سے وہ آوے یہاں
میں بھلا کس واسطے جاؤں وہاں
ایک مدت الغرض اس طرح پر
عرض کرتے ہو گئی اُس کو بسر
آخرش جانا جو عارف نے کہیں
یہ وزیر اب یاں سے ٹلنے کا نہیں
بولا ہنس تیری فرحت کے لیئے
میں چلوں گا شہر میں سلطان کے
بعد اس کے جو صلاح وقت ہے
وہ کروں گا تیری خاطر جان کے
ہو لیا درویش ہمراہ وزیر
سوئے دولت خانہ شاہ کبیر
شاہ نے دیکھا جو اُس کو دور سے
اٹھ کے آیا واسطے تعظیم کے
وہ فقیر اپنی خلاصی کے لیئے
مارنے پتھر لگا سلطان کے
تاکہ دیوانہ سمجھ کر اس گھڑی
چھوڑ دے سلطان مجھ کو اے ولی
باہنر درویش واں مستانہ وار
مارتا تھا بے خطر پتھر ہزار
بے محابا اس قدر مارا کہ شاہ
بھاگ کر واں سے گیا با درد آہ
بھاگ کر نکلا جھٹ اُس دالان سے
جس میں بیٹھا تھا وہ سلطاں شان سے
اُس مکاں سے شاہ جب باہر ہوا
حکم حق سے وہ مکاں جھٹ گر پڑا
شاہ نے جانا کہ عارف لطف سے
مارتا تھا مجھ کو پتھر اس لیئے
اس مکاں میں تا نہ یہ دبکر مرے
کیونکہ تھا معلوم اُسکو کشف سے
مارنے میں اسکے یہ تھا فائدا
تاکہ اس صدمہ سے دے مجھ کو بچا
چاہیے تھا عارف چھٹانا آپ کو
حکم حق تھا مبتلا یہ اور ہو
چاہیئے تھا یہ تو کہ ہو بد اعتقاد
اور ہوتا شہ کو زائد اعتقاد
صدق دلسے با ہزاراں التجا
آکے شہ عارف کے قدموں پر پڑا
عرض کی اے پیشوائے عارفاں
لطف کا تیرے کروں میں کیا بیاں
کیا کروں احساں کا تیرے تشکر میں
جود میں تیرے ہزاروں لطف ہیں
خضرؑ نے کشتی جو توڑی جور سے
تاکہ وہ ظالم کے ہاتھوں سے بچے
اس طرح مجھ کو بھی تو نے خضر وار
کر دیا سو ورطۂ قاتل سے پار ۲۹
جانا عارف نے کہ ہے حکم خدا
کیا ہے چارہ جب ہوا امر قضا
دلمیں اپنے پھر وہ یوں کہنے لگا
مرضی حق تو اب یاں آ پھنسا
مرضی حق پر ہی رہنا چاہیئے
زہر بھی اک عرصہ چکھنا چاہیئے
یعنے خواہش پر خدا کی برملا
چاہیئے راضی رہے صبح و مسا
مال دنیا گرچہ ہے زہر اور بلا
زہر بھی چکھیئے ذرا ہمرہ خدا
الغرض کہنے سے عارف شاہ کے
شہر میں آیا نکل کر غار سے
شہ نے عارف کیلیئے با عز و جاہ
کر دیئے تیار محل اور خانقاہ
اور نعمت بھی ہر اک موجود کی
واسطے درویش کے با صد خوشی
وہ فقیر پاک جان و راست باز
ہو گیا ظاہر میں اندر عز و ناز
عیش دنیا میں تھا ظاہر میں پھنسا
لیک باطن میں تھا وہ سب سے جدا
پوستیں اور دلق کو پہنے ہوئے
نفس پر کرتا جہاد ہر دم وے
ایک حجرے میں وہ تنہا بیٹھ کر
کرتا تھا یاد خدا شام و سحر
با خوشی رہتا تھا اُس گدڑی میں وہ
فقر پر کرتا تھا محکم آپ کو
کچھ نہ اُس دولت سے حاصل تھا اُسے
پر فقیروں کو دیا کرتا تھا لے
گرچہ دنیا ہے یہ ملعون ازل
پر ہے مومن کیلئے بیت العمل
مال دنیا گرچہ ہے زہر اور بلا
نیک ہے گر خرچ ہے اُسکو نیک جا
نیک کاموں میں تو اسکو صرف کر
ورنہ تو کتا سا ہے مردار پر
مال دنیا کو بقا گرچہ نہیں
خوب ہے گر خرچ ہے اندر کار دیں
واسطے دانا کے دنیا خوب ہے
اور نادانوں کو بد اسلوب ہے
جانتا ہے جو کہ منتر سانپ کے
سانپ ہووے دوست اُسکا دیکھلے
گر نہ ہو منتر تجھے معلوم یار
سانپ کے منہ گرد پھر تو زینہار
تا نہ دھو دے ہاتھ اپنی جان سے
یاد رکھ یہ بات میری مان لے
مال دنیا کے نہ ہرگز گرد جا
جو تو جاوے خرچ کر راہ خدا
الغرض درویش کو رہتے ہوئے
ہو گئے دس سال پاس اُس شاہ کے
دس برس اُسکو گئے یوں ہی گذر
پر رہا ویسا ہی اپنے حال پر
زہد و قناعت میں نہ آیا کچھ بھی فرق
گرچہ ظاہر میں رہا دنیا میں غرق

تھی یہ رسم شاہ جو ہوتا سوار
بہر نظم ملک یا بہر شکار
دفعتاً بیٹھنے کے وہ سلطان اٹھے
آکے زیارت کرتا اُس [illegible]
الغرض اک دن اسی معمول پر
اُسکی زیارت سے ہوا وہ بہرہ ور
اور اسی حالت میں وہ پیر ہُدا
یاد میں اللہ کی مشغول تھا
ناگہاں وہ زن جو پہلے آئی تھی
سامنے سے دوسری بار آگئی
پوچھا عارف نے کہ تو کس واسطے
آئی ہے مجھ پاس اب بتلا مجھے
عرض کی اُسنے کہ اے سلطان جان
تجھسے میں ہوتی ہوں رخصت اس زماں
یوں کہا چل دُور ہو اے بے حیا
مکر سے تیرے خدا رکھے بچا
تو دغا دے ہے ہراک کو پر جو دد
ہو ترا تابع تو اُس سے دُور ہو
دُور ہو مجھ سے کہیں اب اے غبی
پوستیں اور دلق مجھ پاس ہے وہی
پاس میرے دونوں یہ موجود ہیں
میں نہیں آیا ہوں تیرے داؤ میں
دور ہو یاں سے تو جلدی بیحیا
کب تلک دے گی مجھے تو اب دغا
ہوگئی غائب نظر سے سُن یہ ذکر
اُسکے فتنے کا ہوا عارف کو فکر
دیکھئے کسطرح ہووے گا جُدا
مال و دولت دینوی مجھ سے بھلا
معتقد مجھ سے ہے ہر چھوٹا بڑا
آپ سے مجھ کو کرے کیونکر جُدا
دیکھئے تقدیر سے ہو کیا سبب
تیل کھل سے ہو جدا کسطرح اب
شاہ رکھتا ہے بہت تعظیم سے
دیکھئے رسوا کرے کیونکر مجھے
پڑھ کے پھر لاحول ہو شاغل رب
ہو گا جو حکم خدا سر پر ہے اب
جو قضا آوے تو ہو برعکس کار
ہوویں سب تدبیریں باطل و زار
جو کیا چاہے ہے کوئی کار رب
غیب سے کرتا ہے اُسکا کچھ سبب
ایکدن تقدیر سے ناگاہ یار
شاہ جنگل کو گیا بہر شکار
جستجو کی اور محنت بے شمار
پر ملا اُسکو نہ واں اُسدن شکار
رنج بیحد پایا اور تکلیف سخت
دل ہوا گرمی سے شہ کا لخت لخت
واں سے ہٹ کے شہ اُسی معمول پر
خدمتِ عارف میں آیا دوڑ کر
گر کے قدموں پر وہ اُس درویش کے
پاؤں پر بوسہ دیا سو صدق سے
آیا تھا گرمی میں گھبرایا ہوا
اس جگہ آرام کچھ اس نے لیا
شدتِ گرمی تھی رستے کی تکان
کچھ ہوا آسودہ شہ اُس سے وہاں
اک طرف تکیہ لگا دیوار کا
جوں مسافر تھک کے غافل سو رہا
شاہ تنہا اور وہ عارف تھا واں
خنجرِ سلطاں نکل کر از میاں
ننگا ہو شہ کے شکم پر گر پڑا
دیکھ کر یہ عارفِ دینِ خدا
چاہے تھا اُس کے شکم پہ سے اٹھا
اک طرف رکھدوں سے غافل بادشاہ
چونک اٹھا یکبارگی شہ خواب سے
ڈر گیا شمشیر ننگی دیکھ کے
دوڑ کر جھٹ محل میں داخل ہوا
پر غضب سے آگ کا شعلہ بنا
بولا غصے سے کہ جھٹ آوے وزیر
تا کرے درویش کو اِسدم اسیر
اور کرے آ قتل اس کو بر ملا
تا کہ دیکھے فعل کی اپنے سزا
کیا کیا تھا میں کہو اُس کا بُرا
پاؤں پر رکھا تھا سر اُسکے سدا
کیا نکوئی کا ہے بدلہ یہ کہو
کھینچے خنجر جو ہمارے قتل کو
جو وزیر اِس امر سے آگہ ہوا
پڑھ کے استغفار یوں شہ سے کہا
کر کے اپنے لطف و احساں پر نظر
جان بخشی اسکی کرا لے نامور
شاہ بولا تجھ کو بخشی اُس کی جاں
پر تجھے لازم ہے اسکو اس زماں
چھین کر اُس سے یہ سب مال و منال
کر کے ننگا شہر سے باہر نکال
ہو ہے یہ صدق و وفائے اہل دل
وہم سے بس صدق میں آیا خلل
مت ہو نازاں لطف پر انکے کبھی
دم میں ہوں شیطان اور دم میں ولی
اعتقادِ اہلِ دولت پر کبھی
دل نہ دیجو کوئی اے میرے اخی
ایک وہم بے حقیقت سے وہ شاہ
ہو گیا بدظن اُسی عارف سے آہ
دشمنِ جاں اِسقدر اسکا ہوا
جس طرح بکری کا ہووے بھیڑیا
دل لگا اُس شاہ سے اے بیوفا
جو ہزاروں جرم بخشے اور خطا
دیکھ کر کے سب وہ جرم و گناہ
دے ہے روزی لطف سے شام و پگاہ
چھوڑ دے جو ایسے شاہنشاہ کو
اُس سے زائد بیوقوف اور کون ہو
سو خطائیں کر کے تو آوے جو پھر
خاص ہو درگاہ میں اُسکی تو پھر
مال دنیا کا بھی ہے بس بیوفا
دل لگانا اُس سے ہے بیشک خطا
جاں سلامت اپنی عارف لیگیا
کیونکہ دنیا پر نہ اُس نے دل دیا

جو دغا کھاتا وہ اُسکے مکر سے
قتل ہوتا ہاتھ سے سلطانکے
زیرِ تیغِ بے دریغِ شاہِ دوں
ہوتا عارف بے شبہہ زار و زبوں
کی تھی اُس نے احتیاط حد سے بدر
مالِ دنیا پر نہ کی تھی کچھ نظر
جان و تن اپنا سلامت لیگیا
مکر سے دُنیائے دوں کے وہ بچا
حیف ہے صد حیف اے صاحب سلوک
تو تو یوں نازاں بتعظیمِ ملوک
خاص لذت اُسکے جو فنِ خطاب
ہے نہ آوے وہ زصد خُم شراب
شیخ اپنا شہ تجھے ہر دم کہے
یہ ندا سُنکر کے تو مدہوش ہے
مست و مدہوش اس خطابِ شہ سے ہے
ہر دم آگے شہ کے تو سجدہ کرے
پوجتا ہے گویا تو اُس شاہ کو
کچھ نہیں کرتا ہے یاد اللہ کو
اللہ اللہ ہے یہ کیا اسلام و دیں
شرک ہے یہ تو برب العالمیں
جرعہ اک بحرِ قدم سے نوش کر
آیت لَا تُشْرِکُوا پر گوش کر
ساقیا اب آ کہیں مت دیر کر
دل مرا تجھ بن ہوا زیر و زبر
عیش کے سامان سب موجود ہیں
تجھ بنا پر ساقیا نابود ہیں
آ کہیں دے بہرِ حق اک بھر کے جام
عیش و عشرت جس سے ہودیں تمام

اِس میں مذمت ان کی ہے جو مضمون دُنیا میں غرق ہیں واسطے حظِ بے بنیاد کے

کیا ہے دنیا منصب دنیائے دوں
گر دمت جا اُسکے تو لے پُرفنوں
اس سے آلودہ کئے تو نے اگر
ہاتھ اور منہ اپنے اے نیکو سیر
روئے آسائش کو دیکھے گا تو جاں
اک سرِ مو ہے کہیں اندر جہاں
منصبِ دنیا نہیں تو جانتا
ہے وہ کیا سُن لے تو اب مجھسے ذرا
راہ حق سے دُور جو تجھ کو کرے
اور ڈالے کوئی فرقت میں تجھے
ہے یہی دنیا سمجھ اے نیک تن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
مایہ بدنامی اس کا نام ہے
سر بسر ناکامی اسکا کام ہے
یہ نہاں ہر لحظہ خاص و عام ہے
زہر کا پیالہ پلاتی ہے تجھے
واسطے اُس زہر کے تو دن اور رات
ہوگا تو کب تک خراب ایسے کیذات
منصب دنیا ہے وہ جس نے دیا
خرمن دیں کو ترے بالکل جلا
منصب دنیا ہے وہ اے پُرفنوں
اِس طرح جس نے کیا تجھ کو زبوں
خوش ہے وہ مقبول جس نے یاں کبھو
ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دین کو
اور اس حلوادناں سے اے فنا
منہ کو اپنے کچھ نہیں شیریں کیا
خوش ہے وہ دانا کہ جو یاں چھوڑ کر
منصبِ دنیائے دوں کو سر بسر
مار کر اس پر وہ اپنے پشتِ پا
خلد میں جوں شاہِ مرداں کیگیا
مثنوی میں مولویِ معنوی
نکتہ اک فرماتے ہیں سُن اے اخی
ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی
ورنہ ہم چوں چرخ سرگرداں شوی
چھوڑ دنیا کو کہ تا سلطاں ہو تو
ورنہ مثلِ چرخ سرگرداں ہو تو
زہر دارد در درون دنیا چو مار
اگرچہ دارد ز بروں نقش و نگار
زہر ایں مار منقش قاتل ست
می گریزد زو ہر آں کو عاقل ست
زہر قاتل ہے یہ مار نقش دار
بھاگتے ہیں اِس سے جو ہیں ہوشیار
زیں سبب فرمود شاہِ اولیاؒ
آں گزینِ انبیاؑ و اولیاؒ
اِس سبب کہتے ہیں شاہِ اولیا
ہیں وہ مقبول ولی و انبیاؑ
حُبِّ دنیا راس کُلِّ خطیئۃٍ
ترک دنیا راس کل عبادۃٍ
حُبِّ دنیا سب خطاؤں کا ہے سر
ترک دنیا سر ہے ہر طاعت کا پر
چھوڑ دنیا کو جو تو ہشیار ہے
عاقلوں پر جان یہ مردار ہے
پہلے تو تحصیل میں اسکے تو یار
کھینچے محنت اور ذلت بیشمار
بعد اُسکے چھوڑ کر پھر راہ لے
حسرت اور افسوس کو ہمراہ لے
اس میں اول تو ہزاروں محنتیں
اور آخر میں ہوں حاصل حسرتیں
اہل دنیا الغرض یاں اور وہاں
محنت اور حسرت میں ہیں گے بیگماں
یا الٰہی مجھ کو بھی بہرِ خدا
الفتِ دنیائے دوں سے رکھ بچا
حُبِّ منصب حُبِّ جاہ و حُبِّ مال
واسطے اپنے مرے دل سے نکال
حبِ مولیٰ حبِ حق حبِ خدا
مجھ کو اب بہرِ محمدؐ کر عطا
غیر کی لذت سے کرکے مجھ کو دور
ہر دم و ہر لحظہ تو رکھ اپنے حضور

اس میں بیان ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ خلق کے بھلے بُرے کہنے پر خیال نہ کرے اور موافق حکمِ خدا اور رسولؐ کے کئے جاوے

گر تو چھوٹا خلق میں خلقت سے اب
بدزبانِ خلق سے چھٹتا ہے کب
کون ہے بدزباں سے ہو بچا
حق پرست ہو یا کہ ہووے خودنما
گوکہ ہوں تجھ میں کراماتیں ہزار
اور ہو گھوڑے پہ گر تو بھی سوار
گر زمیں سے آسماں تک تو اڑے
پر نہ طعنِ خلق سے ہرگز بچے
گر سکے کوشش سے نالہ بند تو
پر نہ بند ہووے زبانِ عیب جو
جمع ہوں اہلِ نفاق آپس میں جب
اہلِ تقویٰ کی بدی کرتے ہیں سب
تو خدا کی بندگی سے منہ نہ موڑ
کہنے دے جو کچھ کہے خلقت کو چھوڑ
چاہئے راضی ہو بندے سے خدا
غیر کی راضی و ناراضی سے کیا
حق سے بداندیش کب آگاہ ہے
خلق کے غوغا سے وہ بیراہ ہے
چھٹ سکے ہے اِن سے کب تو اے دلی
گو کرے سو حیلے اور از حد سعی
چھوڑتی ہے خلق کب پیچھا ترا
گرچہ تدبیریں کرے تو لاکھ ہا
جو کوئی گوشہ کرے ہے اختیار
اختلاطِ خلق سے رکھتا ہے عار
یوں کہیں اُسکو کہ ہے یہ مکر و ریو
آدمی سے بھاگتا ہے مثلِ دیو
اور جو ہووئے خندہ رو و خوش ادا
اُسکو کب جانے یہ نیک اور پارسا
اور جو کوئی ہو غنی اور کامراں
اُسکو بولے ہیں یہ فرعونِ زماں
اور جو کوئی مرد درویشِ نکو
فقر و فاقے سے کوئی سختی میں ہو
یوں کہیں اُس کو جو یہ ناچار ہے
اسکی بدبختی کا یہ اَدبار ہے
اور جو کوئی کامراں تقدیر سے
رتبہ شاہی سے اپنے گر پڑے
خوش کہیں کب تک ہو یہ گردن کشی
ہو خوشی کے بعد آخر ناخوشی
اور جو کوئی مفلس و مسکیں فقیر
تنگدستی سے وہ ہو جاوے امیر
۳۲ کھولیں حق میں اُسکے کہنے سے زباں
ہے یہ دوں پرور فر و مایہ زماں
ہاتھ میں دیکھیں جو تیرے کوئی کار
سمجھیں تجھکو بس حریص اور دنیادار
اور جو بیکاری کرے تو اختیار
سبک اندیشہ کہیں اور پختہ خوار
اور جو تو باتوں میں ہو بولیں تجھے
یہ چق چق و بق بق سدا کرتا ہے یہ
اور جو خاموشی کرے تو اختیار
نقشِ دیواری کہیں تجھ کو پکار
اور کہیں نامرد جو ہو بُرد بار
ڈرتا ہے ہر شخص سے تو زینہار
اور دلیری مردمی گر تو کرے
تجھ کو دیوانہ سمجھ بھاگیں پرے
اور کم کھاویں کریں طعنہ اُسے
مال اُسکا ہے یہ اوروں کیلئے
اور جو ہو خوش خوراک و خوش لباس
تن شکم پرور کہیں اُسکو یہ ناس
بے تکلف ہو جو کوئی مال دار
یہ کہ زینت با تمیزوں پر ہے مار
اسکو یوں طعنہ کریں یہ بے حیا
ہے یہ بدقسمت نہ پہنے اور نہ کھا
اور جو گھر اچھا بناوے نقشدار
خوش لباس اور خوش وضع ہو باقار
اُس کو دیں طعنہ کہ اپنے کو جواں
رکھتا ہے آراستہ مثلِ زناں
جو مسافر ہو نہ کوئی عمر بھر
مرد اُسکو کب کہیں اہلِ سفر
یعنی ہے زن کی بغل میں یہ پڑا
کس طرح عقل و ہنر آوے سجا
اور کریں اہلِ سفر کو یوں خطاب
بخت برگشتہ پھرے ہے یہ خراب
یعنی یہ صاحب نصیب ہوتا اگر
پھرتا کیوں شہر بشہر و دربدر
مردِ بے زن کو کہیں یوں خردہ بیں
اسکے پھرنے سے ہے رنجیدہ زمیں
اور کرے گر زن کوئی کہتے ہیں یوں
پڑ گیا دلدل میں سر سے خر کے جوں
گر کسی سے بُرد باری تو کرے
یہ کہیں غیرت نہیں ہے کچھ اسے
اور سخی کو یوں کہیں کہ اب تو بس
ہاتھ تیرے ہونگے کل کو پیش و پس
جو ہوا قانع بنانِ خشک و دلق
رات دن کرتی ہے طعنہ اُسکو خلق
باپ کے جوں یہ بھی آخر سفلہ مرد
جائیگا دنیا سے با افسوس و درد
کون ہے جو زباں سے جو بچا
با خوشی کنجِ سلامت میں رہا
جب نہ چھوٹے ہاتھ سے حضرت نبیؐ
دشمنوں کے کیا حقیقت اور کی
ہے خدا بے مثل بے انباز و جفت
کیا کہا ترسا نے اُسکو اے شگفت

جورو اور بیٹا مقرر کر دیا
مریم و عیسیٰ کو اس کا بر ملا
پاک ہے وہ ذات از زوجہ ولد
لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ اللّٰہُ الصَّمَدْ
کب چھٹے کوئی کسی کے ہاتھ سے
مبتلا کو صبر ہر دم چاہئے
کب کوئی یاں جور مردم سے بچا
نیک ہو یا بد برا ہو یا بھلا
کہنے سننے خلق پر مت کر دھیان
صبر کر کے مجھ سے سن یہ داستان
گر سنے تو دل سے یہ میرا بیاں
خلق کے ہاتھوں سے جب پاوے اماں

حکایت بوڑھے مرد بیوقوف کی

ایک بوڑھا مرد تھا بس بے شعور
عقل کے غم سے تھا وہ جینے سے دور
ناگہاں عزم سفر اس نے کیا
ساتھ بیٹے کو بھی اپنے لے چلا
ایک گھوڑی پاس تھی اس پیر کے
ہو سوار اس پر کیا رستے کو طے
تھا پسر اسکا پیادہ در رکاب
ہر دو باہم در کلام و در خطاب
مل گیا جو اک گروہ رہ رواں
یہ کہا سب نے کہ اے بوڑھے میاں
خود سوار ہو کر کے طے کرتا ہے تو
رحم بیٹے پر نہیں کرتا ہے تو
باری باری چاہئے ہونا سوار
تا نہ ہو تو اور بیٹا تھک کے زار
پیر نے جب یہ سنا اسکا کلام
ہاتھ میں بیٹے کے دیکر تب لگام
کر دیا گھوڑے پہ بیٹے کو سوار
خود پیادہ ہو لیا زار و نزار
سامنے اک اور خلقت آ گئی
دیکھ اس کو مارنے طعنے لگی
یہ عجب بوڑھا ہے بے عقل و شعور
ہے یہ خبطی یا کہ مجنوں بالضرور
طفل کو بے عذر راکب کر دیا
خود ضعیفی میں پیادہ ہو لیا
راہ طے آساں کرے طفل و جواں
پیر ہو اک کوس میں بس ناتواں
یہ نصیحت جو سنی اس پیر نے
طعنہ پہلوں کا بھی یاد آیا اسے
کر کے دونوں قول کے برعکس کار
ایک گھوڑے پر ہوئے دونوں سوار
سوچ یوں گھوڑے کو اب تکلیف دیں
تا کہ پھر طعنہ سے اوروں کے بچیں
اتنے میں اور اک جماعت آ گئی
جھٹ ملامت پیر کو کرنے لگی
اے ستمگر رحم کر بر بے زباں
بوڑھا ہو کے تو ذرا ہو مہرباں ۱۰۲۳
چاہئے اک اسپ ہووے اب سوار
رکھا اس عاجز پہ تو نے دو۲ کا بار
یہ ستم اس بے زباں پر کب روا
گر ہے حیواں پر ہے مخلوق خدا
شکر کر حق کا سواری تجھ کو دی
مہربانی کر تو اس پر اے اخی
جو سنا بوڑھے نے یہ انسے بغور
دل میں کی نادانی سے تدبیر اور
یعنی دونوں پھر تو گھوڑے سے اتر
پا پیادہ ہو لئے بہر سفر
گرتے پڑتے جاتے دونوں ہائے ریش
جا رہا تھا گھوڑا خالی پیش پیش
اور اک فرقہ ملا آ کر براہ
دیکھا اس بوڑھے کو باحال تباہ
گرتا پڑتا جاتا ہے آپ اور پسر
اسپ بھی ہمراہ ہے کوتل مگر
ہے سواری ساتھ موجود انکے پر
ہیں پیادہ دونوں اور خستہ جگر
پہلے تو اسکے بڑھاپے پر ہنسے
بعدہٗ پھر اس کو یوں کہنے لگے
کیوں نہیں ہوتا سواری پر سوار
تا نہ ہوں محنت سے پا نیز فگار
حیف ہے ہوتے سواری چھوڑ کر
رنج رکھا اپنے اور بیٹے کے سر
تجھ سا ناداں کوئی عالم میں نہیں
نے سنا ہے اور نہ دیکھا ہے کہیں
الٹے ہوں سب کام جب آوے قضا
عقل و ہوش و فکر سب ہوویں فنا
عقل کامل پر ہو حاصل خیرگی
فہم روشن پر ہو مائل تیرگی
پیر مرد القصہ حیراں ہی رہا
اور ہمراہی ہوئے مثل ہوا
جا کے منزل پر کیا سب نے مقام
وہ رہا رہ میں پڑا با عقل خام
گر نہ سنتا یہ کبھی قول فضول
راہ چلتا بے ملامت وہ ملول
جو کیا ہر قول پر اس نے عمل
راہ چلنے میں پڑا اسکے خلل
رکھتا ہے ہر کام میں جو اشتغال
کام میں اسکے ہوں پھر سو قیل و قال
لغو سے بچتی ہے کب خلق خدا
آپ کو امداد تو ان سے بچا
خلق کے اچھے برے کہنے سے تو
رنج و غم میں ڈال مت بس آپکو
کہتے سننے پر نہ کر ان کے خیال
کام کر راضی ہو جس سے ذوالجلال
نیک اور بد پر نہ کر ان کے نظر
کام کا جو کام ہے وہ کام کر

ساقیا آ کھو غمِ دنیا و دیں
اس سے اُس سے تا نہیں ہوں فارغ کہیں

ہو نہ دنیا میں خیالِ اکتساب
اور نہ عقبیٰ میں غمِ اجر و ثواب

شغل ہو ہر دم خیالِ یار سے
بے خبر ہوں اپنے کار و بار سے

ہوں میں یوں اندر خیالِ عشقِ یار
غیر استغراق کے ہو کچھ نہ کار

اس میں بیان ہے خاموشی کا جو بہتر ہے سب خوبیوں اور علامتوں سے انسان کی

کیا ہے دنیا جان اے صاحب کمال
یہ جو ہے بیجا تیری قیل و قال

کھول کان اور بند کر لب از مقال
ہفتہ ہفتہ ماہ و ماہ و سال سال

کر تو خاموشی کی عادت اختیار
جس سے ہو جاوے ترا دل ہوشیار

ہو وے بعضی گفتگوائے نیک پے
ہو کے وہ زنّار گردنمیں پڑے

خوش نصیب ہوتے ہیں مردانِ خدا
بند رکھتے ہیں زبان اپنی سدا

کر کے خاموشی بہت سی اختیار
کرتے ہیں دل سے وہ یادِ کردگار

خامشی بس ہے مقالِ اہلِ حال
گر بلادیں تو وہ ہو جاتے ہیں لال

بیٹھ جا خاموش ہو کر اے جواں
تا خموشی ہو تری نطق و بیاں

یوں رہیگا کب تلک اے بیفروغ
تو گرفتارِ دروغ اندر دروغ

ہوش میں آ اب بھی تو بہرِ خدا
آپ کو گفتارِ باطل سے بچا

بیٹھ کر خاموش مجھ پاس اے جواں
گوشِ دل سے سُن ذرا یہ داستاں

تا کہ ہو معلوم تجھ کو زینہار
فائدہ اور نقص خاموشی کا یار

حکایت تمثیل

۳۴ تھا کہیں اک بادشاہ عالی جناب
ایک بیٹا اُسکا تھا نائب مناب

شاہ چاہے تھا کہ ہو یہ ذوفنوں
تا ولی عہد اِسکو میں اپنا کروں

اک معلم باہنر تعلیم کو
کر دیا شہ نے مقرر نیک خو

تاکہ اُس سے سیکھ لے بیٹا ضرور
ہر طرح کے علم و فن اے باشعور

چند عرصے میں غرض اُسکا پسر
عالم و فاضل ہوا با کرّ و فر

حل معلومات و مجہولات کے
بحث منقولات و معقولات کے

عقل کامل جو کرے کسب کمال
ذوفنونِ دہر ہو وے لامحال

چند برسوں میں غرض اے نیکنام
ہو گئی تحصیل اُس کی اختتام

دیکھ کر فضل و کمال اسکا تمام
کرتا تھا سو آفریں ہر خاص و عام

لیک وہ شہزادہ والاحسب
رکھتا تھا ہر گفتگو سے بند لب

وصف خاموشی کا تھا اُسنے پڑھا
اسلیئے خاموش رہتا تھا سدا

علم سے دل پُر تھا لب خاموش تھا
مثلِ دریا زیرِ لب در جوش تھا

بادشاہ نے جو کمال اُس کا سُنا
پاس اپنے جھٹ لیا اُس کو بلا

سامنے اپنے بٹھا کر باخوشی
گفتگو کرنے لگا ہر طرح کی

وہ پسر خاموش تھا اندر جواب
سنتا تھا سب کچھ صواب و ناصواب

بادشہ اِس بات سے حیران ہوا
اور معلم کو بلا کر یوں کہا

کر بیاں باعث ہے کیا اے باہنر
رہتا ہے خاموش کیوں میرا پسر

عرض کی اُس نے کہ جسدن سے شہا
وصف خاموشی کا اِس نے پڑھ لیا

ہو گیا خاموش جب سے یہ پسر
کچھ نہیں اچھی بُری کہتا خبر

شاہ نے اُس پر معیّن کر دیئے
چند مردم تا سخن اُس کا سُنے

کہدیا سب سے یہ جب بولے کلام
پاس میرے لاؤ اس کو والسلام

الغرض اکدن گیا شاہِ جہاں
دشت میں بہرِ شکارِ وحشیاں

تھا پسر ہمراہ گھوڑے پر سوار
درشہ جنگل میں مشغولِ شکار

صید گہ میں ایک تیتر تھا نہاں
چھوڑ اُس کو شہ ہوا آگے رواں

ناگہاں بولا وہ تیتر ایک بار
شاہ نے جھٹ کر لیا اُسکا شکار

شاہزادہ دیکھکر یہ ماجرا
ہنس پڑا اور یوں ندیموں سے کہا

جو یہ اِس دم جانور رہتا خموش
بند رکھتا لب نہ کرتا کچھ خروش

صید کب ہوتا نہ یہ گر بولتا
کھولا جو لب ایکدم میں سر دیا

گرنہ اسدم بولتا یہ جانور
قطع کیوں ہوتا اب اسکا تن سے سر
جا کے جاسوسوں نے دی شہ کو خبر
ہو مبارک آپ کا بولا پسر
شاہ نے خوش ہو بہ اکرام تمام
سامنے اسکو بلایا لا کلام
یوں کہا شہ نے پسر سے میری جاں
جو کہا تھا تو نے کر مجھ سے بیاں
ہو پشیماں اس سخن سے وہ پسر
رہ گیا خاموش لب کو بند کر
شاہ نے گرچہ بہت تاکید کی
شاہزادہ پر نہ کچھ بولا اخی
غصے سے بولا وہ شاہ بے خبر
مارو اس کو تازیانے بے شمر
اس پسر نے پھر ندیموں سے کہا
کیا یہ تم باتیں بناتے ہو سدا
ایک دفعہ وہ جانور بولا تھا واں
قطع سر اسکا ہوا اور میں یہاں
اک سخن کہنے سے یہ پائی سزا
اے سخن گو ڈر تو از روز جزا
اک سخن کہنے سے دیکھو یہ غضب
تازیانے تن پہ سو کھائے ہیں اب
چپ چپق ولق لق لق میں جو رہتے ہیں یاں
دیکھئے کیا حال ہو ان کا وہاں
توبھی اے امداد اب باہوش رہ
سنو حکایت گر سنے خاموش رہ
خامشی کا ہے قلعہ مضبوط تر
صاحب اس قلعہ کا رہتا ہے نڈر
کیونکہ اس عالم میں ہے سود و زیاں
ہوں زباں سے آفتیں اکثر یہاں
تادم آخر ز اول دم مزن
از دم خود کار خود برہم مزن
ساقیا آ ہے کہاں تیرا خیال
بے قراری ہے یہاں مجھ کو کمال
آ کہیں دے خم کے خم منہ سے لگا
جرعہ جرعہ دے کے ترساتا ہے کیا
غم سے بھی تسکین ہونی ہے محال
آج قفل میکدے کو توڑ ڈال

اس میں مذمت اور برائی ان لوگوں کی ہے کہ مشابہت رکھتے ہیں ظاہر میں ساتھ فقراء کے اور باطن میں وہ اشقیاء سے ہیں ۲۵

کیا ہے دنیا یہ ترا اعمال ہے
جبہ پشمیں ردائے شال ہے
یہ مقام فقر خورشید اقتباس
ہووے کب حاصل کسی کو در لباس
اس ردا و جبہ پر نہ تیر اے اخی
مجھ کو یاد آئیں دو بیت مثنوی
ظاہرت چوں گور کافر پر حلل
واندروں قہر خدائے عزوجل
از بروں طعنہ زنی بر بایزیدؒ
وز درونت ننگ میدارد یزید
ہے ترا ظاہر خیانت سے بھرا
جسطرح ہو گور کافر پر بلا
اور تیرا اندرونہ اے پسر
ہے بھرا قہر خدا سے سر بسر
رکھتا ہے ظاہر سے تو طعنہ سدا
بایزیدؒ پاک پر اے بے حیا
اور باطن سے ترے اے جان پلید
سو حیا اور ننگ رکھتا ہے یزید
سن ریا کو آپ سے کر کے بعید
پاک لوگوں کا طریقہ اے پلید

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی

ایک کوچہ تنگ میں سے بایزیدؒ
جاتے تھے اتنے میں اک کتا پلید
ناگہاں انکے برابر آگیا
اپنے دامن کو لیا اس سے بچا
یک بیک کتے نے کھولے اپنے لب
عرض کی اس نے کہ اے مقبول رب
اپنے دامن کو بچایا کس لئے
مجھ سے اب اسکا سبب سن لیجئے
خشک ہوں گر میں تو ہے کپڑا ابھی پاک
اور جو تر ہوں تو ہو دھو لیجے پاک
اور جو دیکھے اپنے اندر غور کر
وہ جنابت تجھ میں ہے اے باخبر
سات دریاؤں سے بھی دھو دیں اگر
پاک کب ہو اس سے تو اے بہرہ ور
یہ لگے کتے سے کہنے بایزیدؒ
تیرا ظاہر میرا باطن ہے پلید
آ کریں آپس میں ہم تم دوستی
خوب گذرے گی بہم میری تری
عرض کی کتے نے اے سلطان دیں
دوستی کے میں ترے قابل نہیں

میں ہوں مردود اور تو مقبول ہے
تیری میری اب بھلا کیونکر بنے
دیکھتا ہے تجھ کو جو کوئی بشر
دور سے مارے ہے پتھر بے خطر
اور تجھے جو دیکھتے ہیں خاص و عام
کرتے ہیں تعظیم بیحد اور سلام
اور یہ ظاہر ہے کہ میں رکھتا نہیں
کچھ ذخیرہ وقت اگلے کا کہیں
اور تجھ پاس ایک مٹکا ہے بھرا
آرد گندم کا اے مرد خدا
مجھ میں تجھ میں دوستی کس طرح ہو
میں پلید اور تو ہے پاک اے نیکخو
رو پڑے سنکر کے یہ وہ پاک دیں
وائے میں کتے کے بھی قابل نہیں
آہ کیونکر ہونگا پھر میں بے خلل
قابل درگاہ حضرت لم یزل
پاک لوگوں کا تو ایسا حال ہے
اور یوں تیرا خبیث اب فال ہے
میرا ثانی کوئی عالم میں نہیں
عالم و زاہد ولی اور پاک دیں
اور حقیقت میں ہے یہ حال آپ کا
جس سے شیطاں بھی اماں چاہے سدا
دست بر تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر
ہاتھ میں تسبیح دل میں گاؤ خر
ایسی کب تسبیح رکھتی ہے اثر
ہاتھ سے تسبیح کو تو دور کر
ذکر دلبر سے تو دل معمور کر
پھونک دے اس جبّہ ناپاک کو
اور عصاؤ شانہ و مسواک کو
ظاہر اور باطن ترا اگر ایک ہو
پاوے بیشک جب تو حق کی راہ کو
مختلف ہو ظاہر اور باطن اگر
تیرا ہو جاوے جہنم میں مقر
تو بھی اے امداد اب حق کیلئے
بیخودی میں اب خودی کو چھوڑ دے
ہے خودی میں جبتلک بیخود ہے تو
ہو تو بیخود پھر تو خود ہے ہو بہو
خود ہے تو کس کی کرے ہے جستجو
تو حجاب اپنا ہوا ہے آپ کو
آپ کو اپنے میں اول دیکھ لے
غیر کو کر ترک مل اس یار سے
معرفت پیداست از عرفان خویش
گر شناسی خویش را گشتی ز خویش
ساقیا وہ بیخودی کا جام لے
جس سے میں آپے میں آؤں آپ سے
آپ کھو کر محو ہوں در حسن یار
محو اندر محو ہوں میں زینہار
نام علین رسم آثار اپنا سب
ہو فنا اندر فنا یک لخت اب ۳۰

اس میں بیان ہے کہ خدائے تعالیٰ کو صرف خدائی کے واسطے پوجے نہ طمع جنت کیلئے اور نہ خوف دوزخ سے

کیا ہے دنیا جان اے نیکو سرشت
یہ عبادت ہے نری بہر بہشت
ہے یہی نزدیک اہل دل مقر
دین گھٹانا جان تو اے بہرہ ور
یعنے مزدوری عبادت پر یہاں
مانگتا ہے حق تعالیٰ سے وہاں
جا حدیث ماعبدتک اے پسر
تو کلام مرتضیٰ سے یاد کر
یعنے فرماتے ہیں یوں حضرت علیؑ
عاشق حق نائب حضرت نبیؐ
اے خدائے خالق ہر دو جہاں
ہے تو ہی مطلوب مجھ کو ہر زماں
پوجتا ہوں اب نہ تجھ کو اس لئے
طمع جنت اور نہ خوف نار سے
پوجتا ہوں تجھ کو تیرے واسطے
ہر طرح تیری رضا مطلوب ہے
جب نہ پایا میں کہیں تیرے سوا
پوجنے کے لائق اے میرے خدا
پس میں پوجا تجھ کو یکتا جان کر
غیر کی الفت کو کی دل سے بدر
لیتی ہے طاعت پہ اجرت یہ گروہ
رکھتی ہے اجرت کی طاعت پر شکوہ
آرزو اجرت کے عملوں پر اگر
رکھتا ہے تو ہے یہ گمراہی تبر
واسطے حق کے ہے کب اے پرخلل
طمع اجرت کے لئے ہے یہ عمل
یاد آئی اک مثال اس پر مجھے
ہوش کر کے سن تو اسکو غور سے

حکایت محمود بادشاہ غزنوی اور ایاز غلام کی

کہتے ہیں اک شخص نے محمود کو
یہ دیا طعنہ کہ اے مرد نکو
ہے ایاز ایسا نہ کچھ صاحب جمال
جسپہ تو عاشق ہے یوں اے باکمال

سنتے ہی اس بات کے محمود شاہ   اس سے یوں کہنے لگا اے نیک خواہ
نقل ہے ایکدن کہ وہ جاتا تھا شاہ   ایک کوچہ تنگ کو عز و جاہ
اتفاقاً کھا کے ٹھوکر اک شتر   اس گلی میں گر پڑا اے بہرہ ور
ہو گئے اک لخت واں اس سے بدر   لعل و یاقوت و زمرد سیم و زر
سنتے ہی یہ حکم جو ہمراہ تھے   یک بیک سب لوٹنے پر پڑ گئے
اور رہا ہمرہ نہ کوئی شاہ کے   رہ گیا پر اک ایاز اے نیک پے
عرض کی اس نے کہ اے سلطانِ دیں   جسکی سب نعمت اسے لاتا ہوں میں
قربتِ سلطان حاصل ہو جسے   چھوڑ اسکو پھر وہ کیوں نعمت کو لے
اس سے زیادہ کون ہے بس بے ادب   جو سوا حق کے کرے حق کی طلب
تو جو کرتا ہے عبادت بے شمار   واسطے حق کے ہے کب اے نابکار
خواہشاتِ نفس ہیں یہ سب کے سب   زہد کے پردے میں کرتا ہے طلب
اجر عابد چاہے طاعت پر اگر   ہے وہ طاعت گر سمجھ اے بیخبر
اس نے فضل و لطف سے تجھ کو فنا   اپنی خدمت کے لئے پیدا کیا
اور اس قدر پر ترے اے بادفا   خلعتِ عرفاں کیا آراستہ
ہوں ہی یوں دنیائے دوں سے بیخبر   نے امیدِ خلد نے خوفِ سقر
اسکی خوئے نیک پر ہوں میں فدا   اور نہ عاشق اسکے رنگ و روپ کا
ساتھ اسکے تھے جواہر سے بھرے   چند صندوق اونٹوں کے اوپر دھرے
گرتے ہی اس اونٹ کے اچانک سے   ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے صندوق کے
دیکھ کر اس حال کو محمود شاہ   لوٹنے کا حکم دے کر چل دیا
چھوڑ شہ کو سب کے سب پیادہ سوار   لوٹنے پر پڑ گئے بے اختیار
دیکھ کر سلطان بولا اے ایاز   تو نے بھی لوٹا ہے کہہ مجھ سے تو راز
دور ہو کر اب تری خدمت سے میں   کچھ نہیں حاصل کیا نعمت سے میں
ہے طریقت کیخلاف اب یہ کہ یار   غیر حق کو حق سے مانگے زینہار
نفس پرور ہے جو رکھے کچھ نظر   دوست سے جو دوست کے احسان پر
نفس کی خواہش سے کرتا ہے ضرور   یعنے بہر جنت و حور و قصور
کہتا ہے پوجوں ہوں میں اللہ کو   خواہشاتِ نفس کو پوجے ہے تو
اجر پر کب تک تو ہے امیدوار   بہتر اس سے اجر کیا چاہیگا یار
باوجود آلودگی کے قدر ترا   اپنی قدرت سے مزین کر دیا
ساقیا آ دے وہ جامِ بیقرار   جس سے ہوں میں محو اندر روئے یار
خلد اپنی مظہرِ لطف و جمال   دوزخ ہم کو ہے ظہوراتِ جلال

اس میں بیان ہے چھوڑنے کا ماسوا کے اور شائق ہونا طرف شراب طہور کے۔ مراد اس سے محبت الٰہی ہے

عمر ضائع اور قضا میری ہوئی   اے ندیم اب بہرِ حق اٹھ تو سہی
کر عطا بہرِ خدا اک بھر کے جام   اس شرابِ پاک سے اے نیکنام
اور رہا ساقیا ارواح کو   قید سے رنج و الم کے جلد تو
اس خراب آباد ویراں میں مرا   خانقاہ و مدرسے سے دل اٹھا
دیر و کعبہ میں پھرا سر مارتا   نے ملا مقصود دل کا کچھ پتا
بس شرابِ بیخودی مجھ کو پلا   قید سے تا یاں کی دل چھوٹے مرا
ایک عالم چاہوں اس عالم سے اور   ہو نرالا اس سے اس عالم کا طور
تاکہ پہچانوں میں اپنے وقت کو   رائگاں گذرا ہے جو اے نیکخو
ہے خوشی کے در کی بیشک کلید   اس سے مت رکھ بہرِ حق مجھ کو بعید
اور چھڑا جلدی خدا کیواسطے   تن بدن کو رنج و غم کی قید سے
نے تو مجھ کو نفع خلوت سے ملا   اور نہ کچھ اب سیر سے حاصل ہوا
اب بہت بیچین ہوں اے ساقیا   ہو مری مشکل کا تو مشکل کشا
وہ جو عالم ہے اس عالم کے سوا   ہے وہی درکار مجھ کو ساقیا
تاکہ ہوں مقصود دل سے بہرہ ور   خاک ڈالوں ہستیِ موہوم پر

آہ و نالہ شور و غل ایسا کروں
خلق میں اک حشر سا برپا کروں

وہ شراب اب ساقیا مجھ کو تو دے
استخواں کہنہ کو جو زندہ کرلے

آتش موئی سے اک شعلہ ہے یار
اس شرار پاک کا نور آشکار

طور ہے اس نور کا سینہ مرا
ختم ہے اسکا قلب اپنا اے فتا

پس پلا لاکر کے وہ مجھ کو شراب
جس سے واپس ہو مرا عہد شباب

ہو وہ ایسی جو پیے اسکو ذرا
دو جہاں کی قید سے ہو وہ رہا

اٹھ کہیں بہر خدا ہو جلوہ گر
صبح ہونے آئی اب مت دیر کر

ماہ بھی اور سب ستارے چھپ گئے
اور صدا میں مرغ بھی دینے لگے

مطربا کچھ کہہ یہ میری التجا
رائگاں گذری ہے در رنج و عنا

عیش ہے بے عیش میرا مطربا
بے غنا کے کچھ غنا مجھ کو سنا

کر بیاں کچھ یار کی باتوں سے آ
دل مرا اس بن ہے غم میں مبتلا

دور کر مجھ سے اب ایام فراق
ہو گئی طاقت مری دوری سے طاق

با دف و نے سے نوا اٹھکر مطربا
مجھ کو اشعار عرب سے کچھ سنا

تاکہ ہوں ہم پر یہ سب اے نیکنام
عیش و عشرت حظ و کیفیت تمام

آہ کب تک میں کروں آہ و فغاں
ایک بھی سنتا نہیں وہ جان جاں

آہ واویلا دریغا حسرتا
حسرتا صد حسرتا صد حسرتا

پھر سنا مجھ کو وہ نظم مستطاب
جو کہی تھی میں نے در عہد شباب

عمر سب گذری مری در قیل و قال
اپنی غفلت سے ہوا میں پائمال

مطربا اب بہر حق اٹھ تو سہی
کچھ بھی طاقت اب نہیں مجھ میں رہی

پھر کوئی شعر عجم مجھ کو سنا
تاکہ دل قید الم سے ہو رہا

اور کہہ کوئی تو بیت مثنوی
از حکیم مولوی معنوی

بشنو از نے چوں حکایت میکند
وز جدائی ہا شکایت میکند

بشنو از نے بشنو از صاحب نفس
کز جمادے نالہ نشنید ست کس

نے سے مت سن سن تو صاحب نفس سے
کیونکہ جامد سے کوئی نالہ سنے

ہو مخاطب اٹھ کہیں اے بہرہ ور
سب زباں سے تو مجھے آگاہ کر

وہ کوئی نغمہ سنا اے نیک خو
خواب و خور سے تاکہ دل بیدار ہو

دل مرا غافل ہے اپنے حال سے
ہے سدا مشغول قیل و قال سے

بند آہن میں پڑا ہے تس اوپر
جہل سے بھی اپنے قائل ہے مگر

اور کہتا ہے کہ ہو اس سے سوا
یعنے پا میں بیڑی ہے حرص و ہوا

سر بسر گمراہ ہوا اے نیک خو
اپنی گمراہی سے بھولا راہ کو

ہے مئے غفلت سے مدہوش اسقدر
آپ کی بھی کچھ نہیں رکھتا خبر

ایک مدت گذری ہے اسکے تئیں
ہے بتخانہ میں یوں گوشہ نشیں

قہقہہ مارے ہیں کافر برملا
دین اور اسلام پر اسکے سدا

اب بھی اے امداد تو بہر خدا
خواب غفلت سے ذرا تو چونک جا

غیر دلبر کو تو دل سے دور کر
جلوۂ دلبر سے دل معمور کر

ماسوا دلبر کے دلمیں ہے جو شے
جان لے تیرا وہی معبود ہے

یعنی یہ حرص و ہوا و حب غیر
سب یہ بتخانے ترے ہیں اور دیر

ہو سکے جتنا انہیں دل سے نکال
اپنے دلبر سے تو پھر ہو ہم مقام

دلمیں جب تک تیرے حب غیر ہے
مل نہیں سکتا تو اپنے یار سے

غیر سے ہے بیر اسکو اے جواں
غیر ہو جس گھر میں وہ اسکا کہاں

غیر سے تو خالی گھر کو جلد کر
نور دلبر تا ہو اس میں جلوہ گر

ہو کے تو خاموش قیل و قال سے
ہو خبردار اب تو اپنے حال سے

الغرض امداد تو اپنی کتاب
ختم کر واللہ اعلم بالصواب

سال ہجری بھی ہوئی جب ختم بار
ایکہزار و دو صد و شصت و چہار ۱۲۶۴ھ

جب ہوئی یہ مثنوی یارو تمام
رکھدیا اسکا غذائے روح نام

خاتمة الكتاب

بعد اسکے سن لو اب اے دوستاں
کردیا ہے یہ جو کچھ میں نے بیاں

شاعری سے مجھکو کچھ بہرہ نہیں
علم نظم و نثر بھی رکھتا نہیں

چاہئے مقصودِ دل اُس یار سے	ہے نہ مطلب خوبیِ اشعار سے	شاعری سے کچھ نہیں ہے مجھ کو کلم	چاہتا ہوں یہ کہ ہووے فیض عام
سُنکے یہ زیادہ ہو عشقِ عاشقاں	اور ہووے دُور فسقِ فاسقاں	شاعروں سے کچھ نہیں ہے التجا	عرض ہے اہلِ صفا سے یہ ذرا
جوکہ دیکھیں اس میں کچھ سہو وخطا	دین بنا اپنے کرم سے بَر ملا	کرکے اپنے لطف واحسان پر نظر	اِسمیں دیں اصلاح بےخوف وخطر

نکتہ قابل یاد ہر ذرہ اسمِ ذات اللہ کا مظہر ہے اور ہر چیز سے نام مبارک اللہ ظاہر ہے

رباعی

ہر چیز کہ خواہی عددش گیر دوبار   یک ساز زیادہ وسہ چنداں بشمار
پس از طرحِ ششم جو باقی ماند   در بست و دوم ضرب کردہ اللہ برآر

تفصیل اس اجمال اور تحلیل اس اشکال کی یہ ہے کہ خالق اکبر کے اسم کی ظاہریت اور مخلوق اصغر کے اسم کی مظہریت اس صنعت سے بالبداہت یوں ظاہر ہے کہ جس وقت منظور ہو کسی شئے سے نام مبارک اُس صانع حقیقی کا تو اس چیز کے عدد بحسابِ ابجد نکالیئے اور اُن اعداد کو دوچند کیجئے اور اُس میں ایک ملا کر تین میں ضرب دیجئے اُس کے بعد چھ۶ سے تقسیم کیجئے جو باقی رہے اُس کو بائیس۲۲ میں ضرب دیجئے۔

اعداد ذات باری ہویدا ہوں گے. مثلاً اگر ہم چاہیں کہ دلی سے اعداد ذات بحت پیدا ہوں تو بحساب ابجد عدد دلی کے چھیالیس۴۶ ہوئے اُس کو دو۲ میں ضرب دو بانوے۹۲ ہوئے اس میں ایک ملا کر تین میں ضرب دو (۲۷۹) ہوئے (۲۷۹) کو چھ۶ سے تقسیم کیا تین باقی رہے اُس کو بائیس۲۲ میں ضرب دو اعداد ذات مقدس (۶۶) پیدا ہوئے اور یہی مطلوب ہے وعلیٰ ہذا القیاس من سائر الاسماء الغیر المتناهیة المستخرجة محمد جعفر علی نگینوی سلمہ اللہ

تاریخ وفات شاہ عبد الغنی صاحب دہلوی مرحوم

عالم وعارف شہِ عبد الغنی   کرد چوں جملہ مراتب عمر طے
ایں ندا آمد زہر سو غم فزا   داد جاں عبد الغنی باجلوہ حے ۱۲۹۶ھ

تاریخ وفات مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی مرحوم

بست وہشتم ذیقعدہ جمعہ کو   چلدئے جناں کو یعقوب
رو کے کہا سب نے کہ جہاں سے   ماہِ ہُدا ہوا آہ غروب ۱۲۸۲ھ

رسالہ دردِ غمناک

از شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنو یارو عجب قصہ ہمارا
بیاں کرتا ہوں میں جو غم کا مارا
سناتا ہوں تمہیں اُس کو سراسر
گذرتا ہے جو کچھ اب میری جان پر
گذرتا ہے جو مجھ پر ان دنوں حال
نہ تھا کچھ اس سے پہلے غم کا جنجال
پڑا سوتا تھا میں خواب عدم میں
نہ تھا کچھ مبتلا ہستی کے غم میں
سو آکر عشق نے مجکو جگایا
جگا کر سو مصیبت میں پھنسایا
کچھ ایسا اسنے پھر نقشہ دکھایا
کہ جس نے مجکو سودائی بنایا
عجب اک عشق نے رنگت دکھائی
کہ جس میں عقل تک میں نے گنوائی
مرا اِک دلبر سے دل گیا مل
ہوا تیغ نگہ سے اس کے بسمل
اٹھا کر زلف رخ اپنا دکھایا
بلا میں عشق کی مجھ کو پھنسایا
یکایک لیگیا وہ جانِ جاناں
قرار و صبر ہوش و جملہ ساماں
چمک اک حسن کی دکھلا کے مجھکو
کیا بیخود بھلایا مجھ سے مجھ کو
ہوئی زلف اُسکی آ میری گلوگیر
کیا مجھ کو وہیں بس طوق و زنجیر
کچھ ایسا دام گیسو میں پھنسایا
گویا قید دو عالم سے چھڑایا
شراب شوق کا اِک گھونٹ دیکر
کیا رسوا مجھے عالم میں در در
جنوں نے آ لباس تن کو کر چاک
پنھائی مجھ کو عریانی کی پوشاک
خزانہ مفلسی کا مجھ کو دے کر
رکھا اک تاج رسوائی کا سر پر
غم و درد و الم کی فوج کر ساتھ
دیا اک آہ کا جھنڈا مرے ہاتھ
خراب آباد کے قلعہ میں لا کر
بٹھایا بیخودی کے تخت اوپر
وزیر اک کر کے نادانی کا ہمراہ
بنایا عشق کی اقلیم کا شاہ

ہزاروں غم کی لا آتش لگائی
گیا اس دن سے سونا اور کھانا
اجی جس کے ہو دل میں دردِ فرقت
وہ کیا جانے ہے اس درد و الم کو
اٹھا چھاتی میں دردِ عشق جس کی
پڑا جو غم کا لشکر دل پہ آ ٹوٹ
تڑپ کر غم میں شب کو صبح کرنا
وہ جن آنکھوں میں خارِ ہجر ہووے
گیا سب بھول کھانا اور پینا
لگی کہنے مجھے خلقت دیوانہ
سمجھ کر مجھ کو سودائی جہاں نے
غرض دیوانہ مجکو جان کر کے ۲
مرا اک کھیل خلقت نے بنایا
کہوں میں آہ کس سے اس الم کو
کہاں جاؤں کہوں کس سے حقیقت
وہ کیا جانے ہے اس درد و الم کو
وہ جانے اس تڑپنے کے مزے کو
جو اپنے دل کے دلبر سے جدا ہو
وہ جانے اس تڑپنے کی حقیقت
کروں میں آہ غم کا کس سے اظہار
یونہی کہتے ہیں اپنی اپنی سارے
اگر ظاہر کروں حالِ درونی
جو میں ظاہر کروں سوزِ جگر کو
دکھاؤں بے کلی اپنی کو میں گر
جو آئے دردِ دل اپنا زباں پر

مری سب عیش کی پونجی گنوائی
ہوا میں غم کے تیروں کا نشانا
اسے کیا ہووے خواب و خور کی فرصت
نہ دیکھا جس نے ہو فرقت کے غم کو
اسے پھر نیند کس کی بھوک کس کی
متاع صبر و تسکیں لیگیا لوٹ
صبح سے شام تک رو رو کے مرنا
بھلا وہ عمر بھر کیوں کر نہ رووے
پڑا مشکل مجھے اب اپنا جینا
کسی نے درد کو میرے نہ جانا
کیا ٹھٹھا ہر اک پیر و جواں نے
ہووے گرد آ مرے لڑکے شہر کے
تماشے کو بھی وہ لیکن نہ آیا
سمجھتا ہے ہر اک سودائی مجھ کو
کوئی ہمدم نہیں جز دردِ فرقت
نہ دیکھا جس نے ہو فرقت کے غم کو
گذر جس دلمیں حضرتِ عشق کا ہو
وہی اس دردِ غم سے آشنا ہو
کہ ہو جو مبتلائے دردِ فرقت
غمِ فرقت سوا کوئی نہیں یار
نہیں واقف کوئی غم سے ہمارے
بناؤں ایک عالم کو جنونی
کروں شرمندہ دوزخ کو شرر کو
تو اک ہلچل پڑے عالم کے اندر
پڑے آفت کا ٹکڑا ایک جہاں پر

حقیقت دل کی گر اپنے دکھاؤں
ہنسوں ہیں اور عالم کو رلاؤں

نہ کہہ سکتا ہوں کہ اب کیا کروں میں
نہ ہو سکتا ہے جو چپ ہی رہوں میں

ہوئی ایسے ستمگر سے محبت
نہیں ہے اس میں اصلا بوئے الفت

تڑپتا ہوں میں جس کے غم سے دنرات
خبر اس کو نہیں ہیہات ہیہات

ارے یارو کہو ہو جس کو الفت
مصیبت ہے مصیبت ہے مصیبت

محبت نام جس کا یاں رکھا ہے
بلا اوپر بلا اوپر بلا ہے

کہے ہے عشق جس کو ساری خلقت
قیامت ہے قیامت ہے قیامت

ارے یارو کسی کو دل نہ دیجو
جو دو امید جینے کی نہ کیجو

کیا جب عشق نے بیتاب مجھ کو
کہا میں نے یہ اس پیارے سے رو رو

کہ صبر آئے دلِ غمگیں کو کیوں کر
ہو تسکیں عاشق مسکیں کو کیوں کر

نہ دیکھے جب تلک دیدار دلبر
قرار اور صبر ہووے اسکو کیوں کر

سو تیرے عشق میں اے دلکے دلبر
ہوا ہے حال میرا حد سے ابتر

۲ کہ اک تو سر پہ افلاک الم ہے
تلے پاؤں کے پھر دریائے غم ہے

ہے چاروں طرف فوج درد گھیرے
سدا آہوں کے مارے تیر میرے

یہ آکر ناتوانی نے کیا زور
کیا تاب و تواں کا مار کر بھور

جنوں نے مجھ پہ کی آکر چڑھائی
میری سب ہوش کی پونجی لٹائی

کیا وحشت نے آکر جب مجھے تنگ
گئے اس کے سبب ناموس اور ننگ

جو آکر مجھ کو رسوائی نے گھیرا
لیا عزت کا سب اسباب میرا

پڑی یہ مجھ پہ فوج بے قراری
متاعِ صبر لی ہے لوٹ ساری

ڈبوتے ہیں اُدھر اشکو نکے نالے
لگے ہیں اس طرف آہوں کے بھالے

ہوا ہے ہاتھ سے عاجز گریباں
ہے گریاں سیل اشک غم سے داماں

لگاتا ہے سدا سوزِ جگر آگ
میرے پیارے بتا جاؤں کدھر بھاگ

بچوں کیوں کر کہو اب اس بلا سے
میں ہوں اک اور ہزاروں خونکے پیاسے

کروں میں صبر اب کس کس بلا پر
ہے بہتر جاؤں اس غم سے کہیں مر

کہ تیرے عشق نے مجھ کو ستایا
مرے دل کو پھر اک دشمن بنایا

ابھی جس کا ہو دشمن دل سا پیارا
بچے کیوں کر کہو پھر وہ بچارا

خدا کیواسطے جلدی خبر لے
کہیں یہ آپ خوں اپنا نہ کر لے

جو اپنی جان کی جاں سے جدا ہو
نہ کیوں اس زندگانی سے خفا ہو

اگر آنے میں ہو گی دیر تجھ کو
نہیں پانیکے زندہ پھر تو مجھ کو

کہ بس جب پاس اپنے دلربا ہو
فنا ہونے سے پہلے وہ فنا ہو

طبیب درد دل ہے گا مرا تو
کروں کس سے علاج اپنا بتا تو

جو کوئی عشق کا بیمار ہووے
علاج اس کا نہ جز دلدار ہووے

میں دامِ زلف میں تیرے پھنسا ہوں
خلاصی تو بتا میں کس سے چاہوں

محبت میں بلا کی جو پھنسا ہو
وہ جز دیدار دلبر کب رہا ہو

خدا کے واسطے جلدی سے آؤ
تڑپ اور بیقراری کو مٹاؤ

لگائی تھی جو تو ہم سے پیارے
پھر آتے کیوں نہیں ہو گھر ہمارے

جو تھی منظور کرنی بے وفائی
تو کی تھی مجھ سے پھر کیوں آشنائی

کوئی ایسا بھی کرنا ہے پیارے
تڑپتا چھوڑ عاشق کو سدھارے ۴

اگر یہ بیوفائی جانتا میں
تو پھر کیوں خاک در در چھانتا میں

بہت سر ہم نے رگڑا خاکِ پا سے
نہ گذرا تو مگر اپنی ادا سے

ہر اک صورت سے میں نے غم اٹھایا
ولے تجھ کو نہ مجھ پر رحم آیا

ہوئی ہے کیا خطا اب مجھ سے جانی
جو پہلی سی نہیں ہے مہربانی

اگر تقصیر مجھ سے کچھ ہوئی ہو
خدا کے واسطے تم بخشدیجو

نظر مت رکھو مری تقصیر پر تو
کرم پر اپنے پیارے کر نظر تو

میں جانوں ہوں نہیں ہے چاہ تجھ کو
کہ میری کچھ نہیں پرواہ تجھ کو

دوا اب کیا کروں اے میرے دلدار
ہوا ہوں عشق کے ہاتھوں سے ناچار

نہیں لگتی ہے بھوک اور پیاس مجھ کو
کیا جینے سے اب بے آس مجھ کو

خدا کے واسطے اب مت ستم کر
خدا کے واسطے اب تو کرم کر

اگر رونا مرا خوش آوتا ہے
یہ درد و رنج تجھ کو بھاوتا ہے

تو درد و غم سے نت روتا رہوں گا
تری الفت میں جی کھوتا رہوں گا

جو ہوگا شعلۂ رخ کا ترے دھیان — تو ہونگا خاک جل بھنکر میں اس آن
جو یاد آئیگی وہ زلفِ پریشاں — تو پیچ و تاب کھائے گی مری جان
تصور تیری پیشانی کا گر ہو — تو ہو دیوار غم اور میرا سر ہو
جو آئے تیرے گوش و چشم کا دھیان — کروں میں گوہر اشک اُسپہ قربان
خیال اس تیغ ابرو کا اگر ہو — وہیں قربان اسپہ میرا سر ہو
تصور تیری مژگاں کا گر آئے — ہزاروں برچھیاں دل میں لگائے
در دندان کو تیرے یاد کر کے — بہاؤں اشک سے ٹکڑے جگر کے
جو خالِ رخ کا ہو تیرے تصور — سیہ داغوں سے ہو سینہ مرا پُر
جب آوے یاد تیرا قد و قامت — کروں برپا وہیں شورِ قیامت
ترے ناز و ادا کی یاد کر چال — کروں میں خاک میں آپ ہی کو پامال
وہ تیرا یاد کر آرام و بستر — گذاروں عمر ساری میں تڑپ کر
میں یاد اس شمع رو کو جب کرونگا — تو پروانہ کی صورت جل مرونگا
جو ہو گلزار تن زخم جگر سے — کروں سیراب اس کو چشم تر سے ۵
تری تیغ نگہ کا قتل ہوں گر — نہ لاؤں اس کو میں ہرگز زباں پر
غرض جور و جفا سارے سہوں گا — نہ گھبراؤں گا نے غمگیں ہوں گا
ترے غم سے نہیں خالی رہوں گا — ہمہ نالہ نغم رہا رویا کروں گا
نہ بیٹھوں چین سے تجھ بن کبھو میں — سدا کرتا رہوں بس ہائے ہو میں
اگر پوچھے کوئی یہ تجھ سے آکر — کہ کیا گذری ہے اے دیوانے تجھپر
نہ ہرگز حال دل اپنا کہوں گا — ہنسوں گا اور رو کر چپ رہونگا
نہ چھوڑونگا کبھی الفت تمہاری — اسی میں جان جاویگی ہماری
ذرا اس ناز اور غمزے کو دیکھو — مری جانب ذرا منہ اپنا موڑو
رہو پردہ میں یوں باتیں بنانے — نہیں صورت و لے اپنی دکھاتے
ذرا بھرے خدا پردہ اٹھادے — وہ مکھڑا چاند سا مجھ کو دکھادے
بہت نزدیک ہوں دل سے تو اے یار — ولے تجھ تک پہنچنا ہی ہے دشوار
ہے بوئے گل کی جوں مجھ تجھ میں قربت — نہیں معلوم پھر کیوں ہے یہ فرقت

میں ہوں سایہ نمط ہمراہ تیرے
نہیں ہے وصل پر قسمت میں میرے
رہے دل میں مرے پیارے سدا تو
ذرا تو سامنے آنکھوں کے آ تو
مجھے چھاتی سے ٹک اپنی لگاؤ
یہ شعلہ عشق کا میرے بجھاؤ
ہو تو نزدیک میرے مجھ سے اے یار
غضب ہے تس پہ بھی ملنا ہو دشوار
ہے مجھ میں اور تجھ میں ربط ایسا
رواں ہووے بدن سے خون جیسا
اجی کس کی ہے پھر یوں انتظاری
یہ کیسی ہے تڑپ اور بیقراری
قریب اتنا ہو اور پھر دور ایسا
نہیں کھلتا ہے یہ پردہ ہے کیسا
یہ پردہ دور ٹک اللہ کو تو
مجھے اس بھید سے آگاہ کر تو
کہیں بے پردہ ہو کر کے پیارے
ذرہ تو رو برو ہو جا ہمارے
ٹک اپنے حسن کا جلوہ دکھا دے
کہ اب بیخود مجھے مجھ سے بنا دے
رہو گے کب تلک پردے میں پیارے
کبھی تو سامنے ہو گے ہمارے
یہ ناز و شوخیاں پیارے تمہاری
کرو گے جو اٹھا دیں گے وہ ساری
۶ ولے اتنا تو گاہے گاہے جانی
کرو ہم پر کرم سے مہربانی
یہ جانو تم تڑپتا ہے بچارا
نہیں تم بن اسے اک دم گزارا
ذرا اپنی مجھے صورت دکھاؤ
پھر اس کے بعد چھاتی سے لگاؤ
کہ جس سے دور ہو یہ رنج و کلفت
تڑپ جی کی گھٹے ہو جی کو راحت
میں جان و دل سے ہوں مشتاق تیرا
کروں کیا بس نہیں چلتا ہے میرا
ترے ملنے کی ہوں بس آرزو میں
سراسر محو ہوں بس اس جستجو میں
تڑپتا ہے ترے غم سے مرا دل
رہے افسوس پھر غیروں میں تو مل
رہو غیروں میں تم خوشیاں مناتے
ہم اس حسرت میں خون دل ہیں کھاتے
سبھوں پر ہے کرم پیارے تمہارا
نہیں ہے فکر کچھ لیکن ہمارا
کرو غیروں پہ لطف و مہربانی
ہمارے نام سے نفرت ہے جانی
نہیں تدبیر کچھ ملنے کی تیرے
خدا جانے ہے کیا قسمت میں میرے
نہ جانے ٹھوکریں کھاؤں گا کب تک
یہ ایذا ہجر کی پاؤں گا کب تک
ملے گا یا نہ تو مجھ سے ملے گا
خدا جانے مقدر کیا کرے گا

نہ اب تقصیر اس میں کچھ تری ہے
نصیبوں میں لکھا میرے یہی ہے

ہے تیرے وصل کی منزل بہت دور
اثر ہے لنگ اور ہمت ہے رنجور

کشش میں کچھ اثر میری جو ہوتا
گذر بیشک ادھر بھی تیرا ہوتا

جو کرتا شوق میری رہنمائی
تو ہوتی کیوں مری تجھ سے جدائی

کہوں میں آہ کیا تیری حقیقت
مصیبت ہے مصیبت ہے مصیبت

نہ میرے درد و غم کا کوئی غم خوار
ہر اک ہے اپنی اپنی بوجھ کا یار

کہو کس سے کہوں میں اپنا احوال
کہ ہے غیروں سے کہنا جی کا جنجال

سنے جو درد کا طومار میرا
نہیں تجھ بن کوئی غم خوار میرا

سو تو نے غم مرا رکھا گوارا
کہ یوں مجھ کو تپ فرقت نے مارا

یہی بہتر ہے اب رو یا کروں میں
سر اشک غم سے منھ دھویا کروں میں

سنے تو یا نہ سن غم میرا مجھ سے
کئے جاؤں گا پر میں عرض تجھ سے

ترا دیدار پاؤں یا نہ پاؤں
دلے سب جستجو میں دن گنواؤں

مشرف وصل سے ہوں یا نہ ہوں میں
کروں ذرات تیری جستجو میں

نشانِ عیش اور عشرت مٹاؤں
تمامی محنتیں غم کی اٹھاؤں

کہاں تک درد و غم ظاہر کروں میں
نہیں کچھ انتہا بس چپ رہوں میں

یہی بہتر ہے اب خاموش رہنا
جو کچھ گذرے ہے دل پر اس کو سہنا

جو کچھ گذریگا سو گذریگا جاں پر
نہ لاؤں پر کبھی ہرگز زباں پر

کبھی آویگا آخر رحم تجھ کو
چھڑا دیگا تو درد و غم سے مجھکو

دکھا دیگا مجھے دیدار اپنا
مٹا دیگا مرے دل کا یہ کھٹکا

اگرچہ ہوں برا پر ہوں تمہارا
نہیں بن تم مرا اکدم گذارا

تمام امداد کر یہ درد نامہ
کہیں ایسا نہو پھٹ جائے خامہ

بہ درد اپنا بس اب اظہار مت کر
خدا کیواسطے رکھ جی کے اندر

کہ تیرے درد اور اس غم کو سنکر
بھنا جاتا ہے دل عالم کا یکسر

بس اب ٹک شکر کر مت ہو دیوانہ
کہ بہتر درد دل کا ہے چھپانا

نہو ایسا تری گستاخیوں پر
خفا ہو جاوے تیرا تجھ سے دلبر

وہ تیرے حال دل سے ہے خبردار
نہ کر اب شور و شر زنہار زنہار
نہ کر غل صبر کر یہ مان میری
کہ تا امید بر لاوے وہ تیری
بس اب خاموش ہو گفتار کم کر
ملال آوے نہ شاید اسکے دل پر
اسی پر سونپ دے اب کام سارے
وہ چاہے سو کرے تو دم نہ مارے
رضا گم اپنی کر اس کی رضا میں
نہ پڑ ہرگز خودی کی تو بلا میں
وہ مالک ہے کرے جو کچھ کہ چاہے
خلاف اس کے نہ دم تو مار گاہے
بس اب خاموش ہو گفتار کر کم
تو کہہ اللہ ہی اللہ دل سے ہر دم

بس اب اللہ بس اللہ بس ہے
سوا حق کے جو ہے باقی ہوس ہے

تمت

گلزار معرفت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التماس جامع اوراق

بعد حمد و صلوٰۃ یہ نیاز احمد معترف بہ تقصیرات احقر متوسلین و کمترین مقتبسین حضرت امام العارفین مقدم الراسخین سراج الاولیاء تاج الکبراء زبدۃ الواصلین قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ سید السادات جنید الزماں بایزید الدوراں سیدی و سندی و معتمدی و مستندی ذخیرۃ یومی و غدی مکان الروح من جسدی حضرت مرشدنا و مولانا الحافظ الحاج الشاہ **محمد امداد اللہ المہاجر تھانوی** مولداً المکی مورداً الفاروقی نسباً الحنفی مذہباً الصوفی مشرباً ادامہ اللہ تعالیٰ کاسمہ الشریف امداداً من اللہ علی العباد و افاضۃً علی طالبی الرشاد خدمت میں اخوان طریقت و خلان الحقیقت کے عرض رسا ہے کہ حضرت پیر مرشد محتشم الیہم دام ظلہم کا کلام منظوم ہدایت مفہوم اس کثرت سے ہے کہ اسکا احصاؤ ضبط دشوار ہے مگر احقر کو کچھ متفرق و منتشر اوراق ہاتھ لگ گئے بغرض انتفاع و استمتاع و احتظاظ و التذاذ دوسرے پیر بھائیوں وغیرہ کے جی میں آیا کہ اُن اوراق کو جمع کر کے اُن کی خدمت میں پیشکش کروں اور نام اس مجموعہ کا گلزار معرفت رکھا بڑی غرض اس سے حضرت قبلہ پیر مرشد کی رضامندی ہے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف ⁘ یرحم اللہ عبداً قال آمینا

مناجات

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا
عجب نقش قدرت نمودار تیرا
عجب رنگ برنگ ہر رنگ میں ہے
یہ ہے رنگ صنعت کا اظہار تیرا
یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے
ہے پردے میں روشن سب انوار تیرا
بہر رنگ ہر شے میں جا بہ دیکھو
چمکتا ہے جلوہ قمر دار تیرا
تو ظاہر ہے اور لاکھ پردے میں ہے تو
تو باطن ہے اور سخت اظہار تیرا
تو اوّل تو آخر تو ظاہر تو باطن
تو ہی ہے تو ہی یا کہ آثار تیرا
الٰہی میں ہوں بس خطا وار تیرا
مجھے بخش ہے نام غفار تیرا
الٰہی بتا چھوڑ سرکار تیری
کہاں جاوے اب بندہ ناچار تیرا
ذرا یا رضا کیا کروں میں الٰہی
کہ وار و بھی تیری اور آزاد تیرا
جہاں لطف گل ہے وہیں خار غم ہے
ہے گل خار میں گل میں ہے خار تیرا
خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں
عجب تیری قدرت عجب کار تیرا
یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یارب
ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا
نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکاں ہے
کہ جس جا نہیں ذکر و اذکار تیرا
تو اوّل نہیں ابتدا تیرا یارب
تو آخر نہیں انتہا کار تیرا
نظر کو اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں
تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا
عفو کس سے چاہے گنہگار تیرا
کہو کس سے چھوٹے گرفتار تیرا
نگاہ کرم ٹک بھی کافی ہے تیری
میں ہوں بندہ گرچہ بہت خوار تیرا
عرض لا دوا کی دوا کس سے چاہوں
تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا

میں ہوں چیز تیری جو چاہے سو کر تو
تو مختار میرا میں ناچار تیرا
سوا تیرے کوئی نہیں میرا یارب
تو مولیٰ ہے میں عبد بیکار تیرا
کیا اپنے در سے اگر دُور اس کو
کدھر جاوے عاجز یہ ناچار تیرا
گناہوں نے ہر طرف سے مجھ کو گھیرا
سنا جب سے ہے نام غفار تیرا
دلیر ہم گناہوں پہ کیونکر نہ ہوویں
کہ ہے نام غفار و ستّار تیرا
چلا نفس و شیطاں کے احکام پر میں
نہ مانا کوئی حکم زنہار تیرا
نہ رسوا ہوں جیسا یہاں حشر کو بھی
نہ ہوں جبکہ ہو عام دربار تیرا
خبر لیجو میری اُس دم الٰہی
کھُلے جبکہ بخشش کا بازار تیرا
کہاں میرے عصیاں کہاں تیری رحمت
کہاں خس کہاں بحر زخار تیرا
گنہ میرے حد سے زیادہ ہیں یارب
مجھے چاہیئے رحم بسیار تیرا
تمنا ہے اس بات کی مجھ کو ہر دم
کہ دل سے زباں پر ہو اذکار تیرا
الٰہی رہے وقت مرنے کے جاری
بتصدیق دل لب پہ اقرار تیرا
تو میرا میں تیرا میں تیرا تو میرا
ترا فضل میرا مرا کار تیرا
میں ہوں عبد تیرا تو معبود میرا
تو مسجود میں ساجدِ زار تیرا
یہ جور و جفا ہم سے ہم پر ہے یارب
نہیں ظلم اور جور اطوار تیرا
نہیں کافروں کو جو توفیقِ ایماں
کہ ہے نام قہار و جبّار تیرا
فنا ہو گیا جو تری دوستی میں
تو ہے یار اُسکا وہ ہے یار تیرا
کھُلی اُسکی آنکھیں کریں بند جس نے
عیاں ہو نہاں اُس پہ اسرار تیرا
الٰہی مجھے ہوش دے اب تو ایسا
رہوں میں سدا مست و میخوار تیرا
میں ہر درد اور مرض سے چھوٹ جاؤں
جو لگ جا محبت کا آزار تیرا
الٰہی عطا ذرّہ دردِ دل ہو
کہ مرتا ہے بے درد بیمار تیرا
ہو جاگا سو سویا جو سویا سو جاگا
سلا مجھ کو تا ہوں میں بیمار تیرا
ترا خوان انعام ہے عام سب پر
ہے شاہ و گدا ہر نمک خوار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھ سے ہوں یارب طلبگار تیرا
نہیں دونوں عالم سے کچھ مجھکو مطلب
تو مطلوب میں ہوں طلبگار تیرا
دلمیں ٹک جلوہ فرما الٰہی
کہ تجھ بن ہے ویران اب دار تیرا
الٰہی میں سب چھوڑ گھر بار اپنا
لیا ہے پکڑ اب تو دربار تیرا
کہاں جاوے جبکا نہو کوئی تجھ بن
کسے ڈھونڈھے جو ہو طلبگار تیرا
نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کھل جاوے بندہ گنہگار تیرا
رہے گا نہ کچھ نقد عصیاں سے میرا
لگے گا جو رحمت کا بازار تیرا
سدا خوابِ غفلت میں سوتا رہا میں
نہ اکدم ہوا آہ بیدار تیرا
بُرے کام میں عمر افسوس کھوئی
کیا میں نہ اچھا کوئی کار تیرا
مری مشکلیں ہوویں آسان اکدم
جو ہو جا کرم مجھ پہ اکبار تیرا
ہوں ظلماتِ عصیاں سے حسنات روشن
جو ہو مہر رحمت نمودار تیرا
لگے کرنے کافر بھی امیدِ بخشش
لگے ہونے جب رحم اظہار تیرا
نہ ڈر دشمنوں سے رہا مجھکو جب سے
کہا تو نے میں ہوں مددگار تیرا
ترا نام شیریں حلاوت ہے دلکی
ہر اک بات سے خوش ہے تکرار تیرا
نہ کوئی مرا ہے نہ ہوں میں کسی کا
تو میرا میں عاجز دل افگار تیرا
نہیں میں تو ہی ہے تو ہی ہے نہیں میں
تو ہے نور میرا میں آثار تیرا
الٰہی بچا قہر سے اپنے مجھ کو
کہ ہے عفو بخشش کرم کار تیرا
بدوں کو کرے نیک نیکوں کو بد تو
کہ ہے بے نیازی کا بازار تیرا
حکومت ہوئی اسکو حاصل جہانکی
ہوا جو کوئی حکم بردار تیرا
دو عالم خریدار ہو اُسکا بیشک
جو ہو نقد جاں سے خریدار تیرا
رہے ہوش اُسکو کسی کا نہ اپنا
الٰہی ہوا جو کہ ہشیار تیرا
تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھکو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا
الٰہی وہ جلوہ محبت عطا کر
جو کر دے مجھے عاشق زار تیرا
بنا اپنا قیدی کر آزاد مجھ کو
ہے آزاد سب سے گرفتار تیرا
بھکاری ترا جاوے محروم کیونکر
کہ نت خوان بخشش ہے تیار تیرا
بھکاری کروڑوں ترے ہوں نہ کیونکر
نہیں کرنا معمول انکار تیرا
نہیں اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش
ہر اک شے سے ہے وصل درکار تیرا
ہے جنت کی نعمت تو سب میرے سر پر
میسر ہو اے کاش دیدار تیرا
نہیں وصل افسوس قسمت میں میری
میں سایہ نمط گرچہ ہوں جار تیرا

تو ہے جان و دل سے بھی نزدیک میرے
ولے آہ ملنا ہے دشوار تیرا

یہ قرب و معیت ہے پھر بُعد ایسا
نہیں کھلتا یارب یہ اسرار تیرا

ذرا آپ اپنے میں امداد آ تو
کہ ہے کون تو کیا ہے گفتار تیرا

زباں سے طرف دل کے مشغول ہو تو
وہیں جلوہ فرما ہے دلدار تیرا

نہ ڈر فوج عصیاں سے گرچہ بہت ہے
کہ ہے رحم حق کا مددگار تیرا

تو پڑھ اس مناجات کو پنج وقتی
کہ تا جاوے ہر غم یہ آزار تیرا

نبی کریم آل و اصحاب سب پر
درود اور سلام ہووے ہر بار تیرا

ہوں باوصف اس قرب کے دور ایسا
ستاتا ہے پھر ہجر خونخوار تیرا

حجاب خودی میرا یارب اٹھا دے
کہ تا دیکھوں بے پردہ دیدار تیرا

تو صیقل آئینہ دل نام حق سے
کہ تا جلوہ گر اس میں ہو یار تیرا

اٹھا غم رکھ امید امداد حق سے
تجھے غم ہے کیا رب ہے غمخوار تیرا

اسی کی تو خدمت میں رہ دل سے ہر دم
تو چاکر ہے اُسکا وہ سردار تیرا

الٰہی قبول ہو مناجات میری
کہ رد کرنا ہرگز نہیں کار تیرا

مرے پیر اُستاد ماں باپ پر بھی
الٰہی رہے رحم بسیار تیرا

غزل نعتیہ

کرکے نثار آپ پہ گھر بار یا رسولؐ
اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یا رسولؐ

اچھا ہوں یا بُرا ہوں غرض جو کچھ ہوں سو ہوں
پر ہوں تمہارا تم میرے مختار یا رسولؐ

ذات آپکی تو رحمت و الفت ہے سربسر
میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یا رسولؐ

جسدن تم عاصیوں کے شفیع ہوگے پیش حق
اُسدن نہ بھولنا مجھے زنہار یا رسولؐ

تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حال زار کی
اب جا کہاں بتاؤ یہ ناچار یا رسولؐ

کیا ڈر ہے اُسکو لشکر عصیان و جرم سے
تم سا شفیع ہو جسکا مددگار یا رسولؐ

عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
ہوں اُمتی تمہارا گنہگار یا رسولؐ

کسطرح آہ میں کروں خدمت میں حال عرض
ہوں خجلت گناہ سے سرشار یا رسولؐ

کریئے نہ میرے فعل بُروں پر نگاہ تم
بس اک نظر کرم کی بس اکبار یا رسولؐ

للہ خدا کیواسطے اُسدن مری خبر
عصیاں کا میرے جب کھلے اخبار یا رسولؐ ۳

دونوں جہاں میں مجھکو وسیلہ ہے آپکا
کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسولؐ

گھیرا ہے ہرطرف سے مجھے درد و غم نے آہ
اب زندگی بھی ہوگئی دشوار یا رسولؐ

ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسولؐ

غزل نعتیہ

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار تک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ

پیاسا ہے تمہارے شربت دیدار کا عالم
کرم کا اپنے اک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہ

چھپیں خجلت سے جا کر پردۂ مغرب میں ماہ و خور
گر اپنے حسن کا جلوہ دکھاؤ یا رسول اللہ

یقیں ہو جائیگا کفار کو بھی اپنی بخشش کا
جو میداں میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہ

ہوا ہوں نفس اور شیطاں کے ہاتھوں سے بہت رسوا
مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم
ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ

مشرف کرکے مجھکو کلمۂ طیب سے اپنے تم
پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہ

کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اُس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ

لگے گا جوش کھانے خود بخود دریائے بخشایش
کہ جب حرف شفاعت لب پہ لاؤ یا رسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمہارا اُمتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپکے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں بطرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

اگرچہ ہوں نہ لائق وائکے پر امید ہے تم سے
کہ پھر مجھ کو مدینے میں بلاؤ یا رسول اللہ

شراب بیخودی کا جام اک مجھ کو پلا کر اب
دوئی کے حرف کو دلسے مٹاؤ یا رسول اللہ

مشرف کر کے دیدارِ مبارک سے مجھے اکرم
مرے غم دین و دنیا کے بھلاؤ یا رسول اللہ

حبیب کبریا ہو تم امامِ انبیا ہو تم
ہمیں بہر خدا حق سے ملاؤ یا رسول اللہ

بہت بھٹکا پھرایئں وادیٔ فرقتیں جوں وحشی
کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یا رسول اللہ

خدا کیواسطے رحمت کے پانی سے مرے اگر
تب ہجراں کی آتش کو بجھاؤ یا رسول اللہ

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قیدِ دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

غزل نعتیہ

مکے میں ہوں پر ہے ہوس کوئے مدینہ
دیے ہے زرخ کعبہ خبر روئے مدینہ

پہنچا دے مجھے منزلِ مقصود کو جلدی
یارب ہے لگی دل کو تگ و پوئے مدینہ

گرچہ ہیں بہت شہر جہاں میں خوش و دلچسپ
لیکن ہے عجب دلبر و دلجوئے مدینہ

دلِ غرقِ حلاوت ہے دہن ہے شکرستاں
توطیٔ زباں ہے جو ثنا گوئے مدینہ

وہ چھوٹ گیا بند دو عالم سے سراسر
جو پھنس گیا اندر خم گیسوئے مدینہ

خوشی آدے کب اُس کو خوشبوئے دو عالم ۴
ہے جسکے بسی مغز میں خوشبوئے مدینہ

ایذا کے عوض دیتے دعا سنگدلوں کو
دل نرم تھے کیا سرورِ خوش خوئے مدینہ

لانے لگی اب بادِ صبا بوئے مدینہ
دل اڑنے لگا ہو کے ہوا سوئے مدینہ

ابتو یہ تمنا ہے کہ یہاں کعبے کیجوں گرد
قربانی ہوں سر ہر کوئے مدینہ

حاصل ہے بہشت اسکو یہاں اور وہاں بھی
جو دل سے ہو ساکن پہلوئے مدینہ

انہارِ فیوضات ہیں عالم میں جہاں تک
ہے اصل مگر سب کی وہی جوئے مدینہ

محفوظ ہے آفات دو عالم سے وہ مومن
کی جسنے سکونت تہ بازوئے مدینہ

کس ذوق سے لپٹے ہے کلام اپنا زباں سے
جب ہووے زباں اپنی طرح گوئے مدینہ

کب پوچھتا عاشق کوئی خوبان جہاں کو

امداد سے نت کو یہ صلوٰت وسلامی
یارب ہو نثارِ تنہِ نیکوئے مدینہ

غزل نعتیہ

کہے ہے شوق نبیؐ یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے

صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اڑ کر چلو مدینے چلو مدینے

خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر
مرینگے اب تو نبیؐ کے در پر چلو مدینے چلو مدینے

شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا جو دونوں عالم کی چاہے دولت
تو سر قدم ہو کے درد یہ کر چلو مدینے چلو مدینے

یہ جذبِ عشقِ محمدیؐ ہیں دلوں کو امت کے کھینچتے ہیں
کہے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو مدینے چلو مدینے

جو کفر و ظلم و فساد عصیاں ہر اک شہر میں ہوئے نمایاں
تو دین اسلام اٹھے یہ کہکر چلو مدینے چلو مدینے

رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے پھرے ہیں شوقِ نبیؐ سے سینے
صدا یہ مکے میں کو بکو ہے چلو مدینے چلو مدینے

ہلاکت امداد اب تو آئی جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی
نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے

غزل

نہ دیکھا داغِ دل گلزار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا خار میں گل خار کو دیکھا تو کیا دیکھا
اگرچہ کوئے جاناں میں بھی آ پھر پھر کے سر مارا
نہ دیکھا یار کو گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا
تماشائے دو عالم ہے مرے دلدار کا کوچہ
جہاں کے گلشن و بازار کو دیکھا تو کیا دیکھا
رُخِ رخشانِ جاناں کی تجلّی چاہیئے دیکھے
مہ و خورشید کے انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا
کفِ پا کی صفائی کو مرے دلدار کی دیکھو
اگر آئینہ جوہردار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا بُرّشِ تیغِ نگاہِ یار کو تم نے
اگر شمشیر کی اک دھار کو دیکھا تو کیا دیکھا
ہماری چشم سے لعل و گہر کی دیکھئے بارش
سما پر ابرِ گوہر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا
لب و دندان دلبر کی ٹک آب و تاب کو دیکھو
اگر لعل و دُرِ شہوار کو دیکھا تو کیا دیکھا
یہاں نوکِ مژہ پر لختِ دل کی دیکھ جانبازی
وہاں منصورِ صاحبِ دار کو دیکھا تو کیا دیکھا
طبیبوں نے علاجِ مرض اپنا خوب کر دیکھا
نہ دیکھا حالِ دل بیمار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا ایک بھی تم نے اگر دردِ جُدائی کو
فلک سے گرچہ لاکھ آزار کو دیکھا تو کیا دیکھا
یہاں جو دیکھنے کا ہے اسی دم دیکھ لے غافل
نہ دیکھا اوّل آخر کار کو دیکھا تو کیا دیکھا
دلِ مضطر میں ظاہر یار کو تھا چاہیئے دیکھا
نہ دیکھا سایہ میں انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نظر جب کُھل گئی اپنی جسے دیکھا اُسے دیکھا
نہ دیکھا آپ میں دلدار کو دیکھا تو کیا دیکھا
اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا جدھر دیکھا اُسے دیکھا
نہ دیکھا یار میں اغیار کو دیکھا تو کیا دیکھا
اسے دیکھا اُسے دیکھا نہ یہ دیکھا نہ وہ دیکھا
نہ دیکھا ایک کو دو چار کو دیکھا تو کیا دیکھا
ہمارے شعر امدادِ الٰہی سے ہیں ٹک دیکھو
اگرچہ دفترِ اشعار کو دیکھا تو کیا دیکھا

غزل

پُرنِعم فیض توکل سے ہے بس خوان اپنا
پکتا ہے سنگِ قناعت پہ سدا نان اپنا
تلخیِ صبر میں حاصل ہے حلاوت دل کو
قندِ شکر سے شیریں ہے لبِ جان اپنا
طوقِ تفویض و رضا کا ہے گلے میں اپنے
تیغِ تسلیم پہ سر کرتے ہیں قربان اپنا
بھوک اپنی ہے خورش پیاس ہے اپنا شربت
پوششِ اپنی ہے لباسِ تنِ عریان اپنا

پائمالی ہے ہمیں تاج و سریر شاہی   فوجِ غم سرو سامانی ہے سامان اپنا
لالہ و گلشن و گل کی نہیں پروا ہم کو   کثرتِ داغ سے سینہ ہے گلستان اپنا
خوابگاہ اپنی ہے اک خاک کی مٹھی آخر   کیوں عبث کھینچیں پھر ہم چرخ پہ ایوان اپنا
دوستی کی رہی اب کس سے توقع یارو   جب ہوا دشمنِ جاں دل سا مہربان اپنا
درد و غم کا مرے دردی ہے نہ کوئی غمخوار   غم ہی غمخوار ہے اور درد ہے درماں اپنا
آسکے غیر مرے خانۂ دل میں کیسے   کہ خیالِ رُخِ دلدار ہے دربان اپنا
وسعتِ دل کی کیا کرتے ہیں سیر اے امداد   کہ یہی باغ ہے اپنا یہی میدان اپنا
کون سنتا ہے کہو اپنی پریشانی کو   ہو پریشاں جو سُنے حالِ پریشاں اپنا

غزل نعتیہ

ہو جائے مرا شوق ہی رہبر کسی صورت   جوں نقشِ قدم جا پڑوں در پر کسی صورت
ہے سر میں ہوائے کششِ شوقِ مدینہ   جوں بادِ صبا پہنچوں گا اڑ کر کسی صورت
ہے بلبلِ دل شائقِ گل روضۂ پیمبر   بے دیکھے نہ ٹھہریگا یہ مضطر کسی صورت
جوں نقشِ قدم سر نہ اٹھاؤں ترے در سے   گر جا پڑوں مر مر وہاں پر کسی صورت
۶ کھایا کروں بس ٹھوکریں زوارونکی تیرے   اے کاش ہوں در کا ترے پتھر کسی صورت
اے ماہ روش کیجیے گذر ٹک تو ادھر بھی   ہو جائے مرا گھر بھی منور کسی صورت
دیں ساقیِ کوثر جو مجھے بادۂ الفت   چھوٹے نہ لبوں سے مرے ساغر کسی صورت
ہو جا کہیں سرسبز مرا نخلِ تمنّا   آجائے نظر گنبدِ اخضر کسی صورت
ہو مغز در پریشاں وہیں مشکِ ختن کا   کھل جاوے جو وہ زلفِ معنبر کسی صورت

غزل نعتیہ

ذکر کر ذکرِ خدا اور ہے تذکیر عبث   جز کلامِ حق کے ہے ہر بات میں تقریر عبث
حمدِ حق میں ہو و یا نعتِ پیمبر میں رقم   پہلے ان دونوں سے ہے ہر بات میں تحریر عبث
لکھ سکے کون یہاں حمدِ خدا نعتِ رسولؐ   جز خدا اور کی اس فن میں ہے تسطیر عبث
لائی ہے بادِ صبا بُوئے قدمِ احمدؐ   کب خوشی سے ہے ہنسی غنچہ کی تصویر عبث
آئی ہے شاد کی دنیا میں نویدِ مقدم   قصرِ شادی کی نہ ہر گھر میں ہے تعمیر عبث
سیکھتے حق سے رہے سارے علومِ حکمت   یاں کے آنے میں نہ تھی شاہ کی تاخیر عبث
پیر کے دن جو ہوئے پیرِ دو عالم پیدا   پیرِ ایّام ہے دن پیر کا نے پیر عبث
نورِ احمدؐ سے منوّر ہے دو عالم دیکھو   دیکھنے ہو مہ و خورشید کی تنویر عبث
آپ کے عتبۂ عالی کا بیاں ہو کس سے   عرش کی اُس کے مقابل میں ہے توقیر عبث
روئے اسلام سے اُن کے نہ رہا کفر کا نام   یارو اب زلفِ بتاں کی بھی ہے تکفیر عبث

اٹھ گیا ہے کسی گلرنگ کا پردہ منھ سے
ہے نہ رنگِ رخِ گلشن میں بہ تغییر عبث
آپ کے بخشش و انعام کی کچھ حد ہی نہیں
ہے قلیل آپ کا بس اور کی تکثیر عبث
چاہیے عشقِ محمدؐ میں مسخّر ہونا
کیا کریں ملکِ سلیماں کی تسخیر عبث
دل میں کافی ہے خیالِ رخِ انوار ترا
شمع و مصباح کی اس گھر میں ہے تنویر عبث
جسم اپنا نہ ہوا ہائے مدینے کا غبار
اس مسِ عیب کے حق میں ہوئی اکسیر عبث
دیکھیے کب ہو میسر مجھے وصلِ محبوب
ہوگئی اب تو مری آہ کی تاثیر عبث
شکل کو بھی تو نہ چاہا کہ ہو شبہہِ محبوب
منع کی حق تے کہ ہے کھینچی تصویر عبث

غزل

ہو کے بس شیفتۂ نقشۂ تصویر عبث
جان بے جان کو دے کر نہ ہو دلگیر عبث
خواہشِ نام و نشاں یاں کا ہے اے میر عبث
مثلِ امواج کے پانی پہ ہے تحریر عبث
ہوگئے سیکڑوں گھر مثلِ بگولہ برباد
بس بلند اتنی یہاں کرتے ہو تعمیر عبث
مثلِ انجم کے ہیں گردش میں یہاں اہلِ فروغ
ہے فلک سے طلبِ عزّت و توقیر عبث
چین و آرام ہے کس کو ہوا اس کے نیچے
چرخ سے ہے ہوسِ راحت و تیسیر عبث ۷
دیکھ غنچے کو کہ آخر ہے گلِ پژمردہ
اے جواں ہنستا ہے کیا دیکھ سوئے پیر عبث
بلبلا سا نہ ابھر بحرِ جہاں میں اتنا
دم میں ہوگا یہ ترا نقشۂ تعمیر عبث
مارنا آپ کو تا کیمیا خود بن جانا
مار اگر پارے کو اے صاحبِ اکسیر عبث
لطف جینے کا اگر پاس ہو جاں بخش اپنا
ورنہ جوں خضر ہے بس عمر کی تکثیر عبث
کیمیا اپنی ہے خاکِ قدمِ یار اے دل
کس لیے کرتا ہے پھر خواہشِ اکسیر عبث
ڈھونڈھتا پھرتا ہے دو شمع لیے کچھ تو ضرور
یہ فلک کی نہیں دن رات کی تدویر عبث
اے عروضی مری موزوں طبع کے آگے
تیری فعلن فعلاتن کی ہے تقریر عبث
مسکن اس بحرِ فنا میں نہ بنا تو امداد
صورتِ بلبلا پانی میں ہے تعمیر عبث

غزل

ہو کے ہیں شیفتۂ زلفِ گرہ گیر عبث
لی بلا سر پہ ہوا پائے بہ زنجیر عبث
ہنستے ہو کیا مری گر ہوگئی تدبیر عبث
جملہ تدبیر کو کر دیتی ہے تقدیر عبث
گردشِ بخت سے اپنے ہیں ستائے ہم آپ
پھر تو پھر پھر نہ ستا اے فلکِ پیر عبث

آپ کی چین بہ جبیں ہم کو سلاسل بس ہے
پا بہ زنجیر کو پھر کرتے ہو نخچیر عبث
سر بکف میں ہوں یہاں آپ ہیں شمشیر بکف
اب شہادت میں مری کرتے ہو تاخیر عبث
تیغِ ابرو کا اشارہ ہے تمہارا کافی
تیز کرتے ہو مرے قتل کو شمشیر عبث
ضعفِ تن سے ہوں ہوا سا نہ پھنسونگا ہرگز
زلف پُر باد سے دکھلاتے ہو زنجیر عبث
خوابِ غفلت سے جگاتے ہیں یہ جوں حشر کا شور
تیرے مستوں کی نہیں نالۂ شبگیر عبث
قوسِ ابرو سے ذرا تیرِ نگہ کو چھوڑ دو
لوں گا سینہ پہ بچائے گا نترا تیر عبث
عشق کہتا ہے کہ کر نہر لہو کی جاری
تو رواں کرتا ہے فرہاد جوئے شیر عبث
چشمِ بد میں دل بدخواہ میں مار لے امداد
چرخ پر مارتا ہے آہ کا کیوں تیر عبث

غزل

گرچہ سر مارا بہت سب گئی تدبیر عبث
سچ ہے پیشانی کی ہوتی نہیں تحریر عبث
قسمت اُلٹی نے مری لا اسے در سے الٹا
ہو گئی جذب محبت کی وہ تاثیر عبث
دل میں آئے غمِ دلبر تو رکھوں آنکھوں میں
ایسے مہمان کی کیوں کر کروں تحقیر عبث ۸
اُن کی زلفوں کے تصور میں ہے یہ آہ و فغاں
کب ہے نالہ مرا پابستۂ زنجیر عبث
ضرب اک مارتا خسرو کے دل سنگیں پر
کوہکن تیشہ سے کی کوہ کی تکسیر عبث
مجھ سا دیوانہ بھی زنداں میں ٹھہرتا ہے کہیں
یار و پانوں میں مرے پڑتی ہے زنجیر عبث

غزل

نام اُس کا دفترِ عشق میں ہرگز رقم نہیں
اوّل قدم پہ جسکا یہاں سر قلم نہیں
بے مرگ زندگیِ وصالِ صنم نہیں
موجود کب وہ ہو ہے جو اوّل عدم نہیں
ہے کون ساقیا ترا جس پر کرم نہیں
مخمور تیرے دور سے پر ایک ہم نہیں
کرتا ہے تو کبوترِ دل کو جو میرے ذبح
کیا تجھ کو پاس حرمتِ صیدِ حرم نہیں
ہم پر جفا و جور جو کچھ ہے نصیب سے
ورنہ طریق یار کا جور و ستم نہیں
پھولا نہ تخمِ عشق مرا ورنہ چشم و دل
گرمیِ مہر و ابرِ بہاری سے کم نہیں
غمگین ہمارے غم میں ہے عالم مگر ہمیں
غم ہے تو بس یہ غم ہے کہ کچھ بھی تو غم نہیں
روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم نم نہیں
اے شمع جان صحبتِ پروانہ مفتنم
ورنہ یہ پھر معاملہ تا صبح دم نہیں

منعم نہ کر غرور کہ بازار عشق میں
جز نقدِ جان پرسشِ دام و درم نہیں
امداد رکھ کے سر نہ اٹھا در سے یار کے
اس سے زیادہ کوئی جگہ محترم نہیں

غزل

عرش بریں پہ آپ ہیں زیر زمیں ہوں میں
ملنا کہاں سے ہو کہ کہیں تم کہیں ہوں میں
گر تختِ حسن و ناز پہ ہیں آپ جلوہ گر
اقلیم عشق میں شہِ مسند نشیں ہوں میں
مثلِ نظر ہے آپ کا آنکھوں میں میرے گھر
باوصف ایسے قرب کے بس دوربیں ہوں میں
ہے بُو و گُل کی طرح سے مجھ تجھ میں ربط آہ
پھر ڈھونڈھتا غضب ہے کہیں کا کہیں ہوں میں
اَے وائے بے نصیبی کہ ملنا نہیں نصیب
سایہ کی طرح گرچہ جہاں تم وہیں ہوں میں
رہ تیری تکتے تکتے دَم آنکھوں میں آ رہا
آجا نظر کہیں کہ دمِ واپسیں ہوں میں
دامِ بلا میں کس کے تو امداد جا پھنسا
مدت سے جو پتہ ترا پاتا نہیں ہوں میں

غزل

دل کے دل دلدار کو جب ہو گئے آزاد ہم
آفریں وہ ہم کو دیں اُن کو مبارک باد ہم
خانۂ ہستی کہ ہے بس تنگ جڑ سے کھود کر ۹
ڈالتے ہیں اب تو قصرِ عشق کی بنیاد ہم
خاک ہو کر آپڑے ہیں اب تو کوئے یار میں
پر یہی ڈر ہے نہ پڑجائیں بدستِ باد ہم
ہیں وہ ہم صیدِ ہوس پھر جا کے پھنستے دام میں
چھوٹ جاتے گر قفس سے تیرے اَے صیّاد ہم
چرخ میں ہیں جیسے کھائی عشق کی ہم نے ہوا
ہو رہے ہیں اب تو گویا آسیائے باد ہم
مُرغِ دل اپنا جو اُس کے دامِ زلفوں میں پھنسا
پھنس گئے پر سب بلاؤں سے ہوئے آزاد ہم
ہم تڑپنے سے چُھٹینگے تو ہماری فکر سے
ذبح کر احساں ترا مانینگے اَے صیّاد ہم
بس ہے اپنا ایک بھی نالہ اگر پہنچا وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم
ہیں کفن بردوش سر برکف تامل کیا ہے پھر
قتل کر ہم کو ترے قرباں ہوں اے جلّاد ہم
بال بال اپنا ہے نشتر ہر بنِ مو سے لہو
ہے رواں خود کیا کریں پھر تجھکو اے فصّاد ہم
قصرِ جنت کا رہے تم کو مبارک واعظو
ہو چکے ہیں اب تو کوئے یار میں آباد ہم
زہد و تقویٰ اور عبادت کا سہارا ہے نہیں
اور یہاں رکھتے ہیں جز فضلِ حق کچھ زاد ہم
آہ اپنے آپ کو کرتے ہیں بس خوار و تباہ
اپنے دشمن آپ ہیں پھر کس سے چاہیں داد ہم
ہم نہ شاعر ہیں نہ مُلّا ہیں نہ عالم ہیں ولے
رکھتے ہیں ہر باب میں اللہ سے امداد ہم

اے خدا بخش اس زمیں میں لکھ غزل اک اور تو
تاکہ جانیں شعر گوئی میں تجھے اُستاد ہم

غزل

اپنے ہاتھوں سے ہوئے جاتے ہیں بس برباد ہم
یا الٰہی کس سے تجھ بن جا کریں فریاد ہم
آپ پر کرتے ہیں ظلم اور اپنے ہی منقاد ہم
آپ ہی مظلوم ہیں اور آپ ہی بیداد ہم
باغِ عالم میں ہیں با آہ فغاں آزاد ہم
آپ ہم قمری ہیں اور ہیں آپ ہی شمشاد ہم
داغِ دل گلشن ہے اپنا مرغِ دل ہے نالہ گر
آپ ہی ہم گل ہیں اور ہیں بلبلِ ناشاد ہم
عشق کے صحرا میں اپنا آپ کرتے ہیں شکار
آپ ہی ہم صید ہیں اور آپ ہی صیّاد ہم
ہو گئے جب محو دلبر عشق پھر کس کا رہا
آپ ہی شیریں ہوئے اور آپ ہی فرہاد ہم
قتل اپنے آپ کو کرتے ہیں بے تیغ و تبر
آپ ہی مقتول ہیں اور آپ ہی جلّاد ہم
دیتے ہیں اپنے آپ کو فقر و فنا کا ہم سبق
آپ ہی شاگرد ہیں اور آپ ہی استاد ہم
آپ ہی اچھے ہیں اور ہیں آپ ہی سب سے بُرے
الغرض جو کچھ ہیں پر ہیں جامع اضداد ہم
بے نشاں بے نام ہیں ذیشاں ہیں اور ہیں نامور
جو کہو سب کچھ ہیں پھر ناچیز بے بنیاد ہم
علم اپنا جہل ہے اور جہل اپنا علم ہے
ہیں اسی دانش سے یار و صاحبِ ارشاد ہم
اپنے دشمن آپ ہیں اور آپ ہی ہیں اپنے دوست
آپ کو کرتے ہیں ویراں تاکہ ہوں آباد ہم
کیوں نہ ہو گل خار میں ظلمات میں آبِ حیات
ہو گئے آباد تر جتنے ہوئے برباد ہم
ہے بہار ہم کو خزاں میں اور خزاں اندر بہار
غم ہے شادی میں ہمیں اور غم میں ہیں بس شاد ہم
شادی و غم اپنا محوِ لطف و قہرِ یار ہے
ہے مساوی ہم کو گر ہوں شاد یا ناشاد ہم
ہے برابر ہم کو قہرِ ہجر و لطفِ وصلِ یار
عاشقِ ذاتی ہیں اُن کے ہر طرح منقاد ہم
ہم سے ہم پر آپ ہے ظلم و ستم ورنہ بحق
یار کو کب جانتے ہیں ظالم و بیداد ہم
ہیں نہ یہ شعر و غزل ہے اپنی مجذوبانہ بڑ
بڑ نہیں عشاق کو کرتے ہیں کچھ ارشاد ہم
ڈر ہے کیا فوجِ گنہ سے ہے خدا بخش اپنا نام
اور تسپر رکھتے ہیں اللہ کی امداد ہم

غزل

غمِ جاناں نہ لیں کیوں جان میں ہم شادماں ہو کر
کہ یہ وہ درد ہے دل میں رہے درمانِ جاں ہو کر
رہو ہو پردۂ دل میں مرے پیارے نہاں ہو کر
ذرا تو جلوہ گر ہو جاؤ آنکھوں میں عیاں ہو کر
نہ رکھیں کیوں نہ ہم پوشیدہ سرِّ الفتِ جاناں
کہ عظمت اسمِ اعظم کو ملی آخر نہاں ہو کر

نہ کیوں ہو تخمِ ملکر خاک میں سرسبز و بارآور
ہوئے ہم نامور ذیشان بے نام و نشاں ہو کر
نکالیں بحرِ الفت سے دُرِ مطلوب وہ جن کے
نکل کر بہہ گیا آنکھوں سے دل اشکِ رواں ہو کر
اٹھایا بارِ غم تو نے دلا صد آفریں تجھ کو
لیا کوہِ گراں سر پر ضعیف و ناتواں ہو کر
ہمارے غم کے گھر میں خوابِ راحت آسکے کیونکر
کہ صورت اُن کی آنکھوں میں پھرے ہے پاسباں ہو کر
ادب بند نہاں ہے کیا کہوں کچھ کہہ نہیں سکتا
کہ دل کے دل میں رہجاتے ہیں بس شور و فغاں ہو کر
ہمیں پرواہ کب ہے لالہ و گلزار و گلشن کی
دکھانا داغِ دل ہے سیر ہم کو بوستاں ہو کر
کہاں جاوے کہ کر کے ترک جو گھر بار کو اپنے
درِ جاناں پہ آ بیٹھا ہو نقشِ آستاں ہو کر
کہاں جائے کسے ڈھونڈے نہ ہو جسکا کوئی تجھ بن
پڑا ہو جب کہ آ در پر ترے بے خادماں ہو کر
ترے قربان پیارے مت اٹھا امداد کو در سے
مریضِ عشق تیرا آ پڑا ہے ناتواں ہو کر
ملے ہے گوہرِ مطلوب بحرِ عشق سے اُن کو
کہ جن کے بہہ گیا آنکھوں سے دل اشکِ رواں ہو کر

غزل

صوفی نہ شیخِ عالم مسند نشین ہوں میں
بندہ ضعیف و عاصی بس کمتریں ہوں میں
۱۱ عاقل ہوں یا دیوانہ ہوں مجنوں ہوں یا بہوش
جو کچھ کہ ہوں پہ عاشقِ ماہ جبیں ہوں میں
گمنام بے نشاں ہوں ذیشاں ہوں نامور
سب کچھ ہوں اور جو پوچھو تو کچھ بھی نہیں ہوں میں
ظاہر ہوں اور چھپا بھی ہوں آنکھوں میں جیسے نور
عالم میں سیر کرتا ہوں خلوت گزیں ہوں میں
سر میں ہوائے ماہ ہے اے ناصح اس لئے
دَر دَر پھروں ہوں اور کبھی خانہ نشیں ہوں میں
مت کر زکوٰۃِ حسن سے محروم بہرِ حق
مسکین غریب و عاجز و اندوہگیں ہوں میں
گرچہ ذلیل و خوار ہوں امداد ساوَلے
انگشتریِ خلق میں مثلِ نگیں ہوں میں

غزل

تپِ غم سے جو دیدۂ تر میں ہو نا خشک پانی ہے
تو بے آبی سے باغِ دل میں اک سوزِ نہانی ہے
ہوا بازارِ شوق اب گرم ہے وہ شمع رُو کس جا
کہ جان اپنی ہمیں اُس آتشِ رُو پر جلانی ہے
نہ چاہوں کس لئے قاتل سے میں اپنی شہادت کو
کہ واں آبِ دمِ شمشیر یاں تشنہ دہانی ہے
نہ اپنی آہِ سوزاں ہے دھواں سارائیگاں جاتا
کہ پہنچانے کو کعبۂ وصل تک مرکبِ دخانی ہے
ہیں طورِ عشق پر تیرے ہوں گرچہ دفترِ ارنی
نہیں لاتا زباں پر کیونکہ خوفِ لن ترانی ہے
ادب بندِ زباں ہے عرضِ مطالب میں مری ورنہ
گرہ میں اپنے خامہ کی شکایت کی کہانی ہے

ہمارے کارواں میں کب ہے جرسِ قیل وقالِ اُبیل
کہ راہ کشف میں گمرہ دلیلِ طے لسانی ہے
ہے آوازِ جرس گویا جگانا رہزنوں کا بس
زباں کا کھولنا غارت گرِ سرِّ نہانی ہے
صدف کی جوں رہے گا منہ کھلا اُسکا قیامت تک
جہاں خامہ سے دائم مثلِ دریا دُر فشانی ہے
جو ہیں ہم صاف مشرف سمجھے ہے ہر قوم اپنا سا
کہ اپنے رنگ پر ہر طرف لیتا صاف پانی ہے
غزل اور اس زمیں میں پڑھکے امدادِ الٰہی سے
حلاوت بخش عالم کو تری شیریں زبانی ہے

غزل

تپِ ہجراں میں جی جلتا ہے جا آنکھوں سے پانی ہے
اجی دیکھو تو اس بارش میں کیا آتش فشانی ہے
حریفِ نفس کب ہو عقل جو سحرِ معانی ہے
کہ روغن پر کبھی غالب نہیں ہو سکتا پانی ہے
ہے اپنا نطق ہر نکتے میں سو ننگِ شکر رکھنا
حلاوت بخش تلخوں کو مری شیریں زبانی ہے
ہے بے دردوں سے اپنے درد کی کرنی دوا ایسی
کہ نوکِ خارِ پا کو نیش کژدم سے اٹھانی ہے
نہیں ہے کسرِ شاں ہونا مقید بند عزلت میں
مثالِ اسمِ اعظم بلکہ خود عظمت بڑھانی ہے
گل آسا صبحِ پیری میں وہ بے حسرت کے خمیازے
جو کھوتا خوابِ غفلت میں شبِ قدرِ جوانی ہے
جو زر آتش میں گم ہو جا تو خاکستر سے ملتا ہے
جوانی کا عمل پیری میں پیری میں جوانی ہے
لئے جاتا ہے کوثر ساتھ صحرائے قیامت میں
کہ جو اشکِ ندامت سے لئے آنکھوں میں پانی ہے
ہمارے جرم سے چیں بر جبیں کیوں عفو ہو اُس کا
کہ آئینہ کو بدصورت سے کب ہوتی گرانی ہے
سکے ہے دیکھنا با دیدہ کثرت نورِ وحدت کو
کہ حرف و جسم ہر اک شاہدِ روح و معانی ہے
نہ کیوں ہو زنگ آئینہ کا رہبر سوئے روشنی گہ
مجھے زشتی سے حاصل کعبۂ مقصود جانی ہے
عبث کھاتا ہے فکرِ رزق میں غم سخت انسان کیوں
کہ تابِ خور سے پتھر میں غذا لئے لعل کانی ہے
بڈاریں قہر سے گر وہ نہیں شکوہ ہمیں اُن سے
بلادیں مہر سے اپنی تو اُن کی مہربانی ہے
بلادیں مہربانی سے بڈاریں کچھ نہیں شکوہ
ہمیں اُن کی بہر صورت بجا مرضی کو لانی ہے
مثالِ جان و تن ہے تجھ میں اسمیں قرب پھر دوری
نہیں کھلتا ہے اے امداد کیا سرِّ نہانی ہے
نہ دو ناشاد کو آرام دن کو اور نہ شب کو تم
اجی اے دل تمہیں کیا عادت ایذا رسانی ہے

غزل

رخ سے کاکل اٹھادیا کس نے	رات میں دن دکھادیا کس نے	لاکھ کو ایک ایک کو لاکھوں	کر کے ظاہر چھپادیا کس نے
عرشی اور فرشی سبکو پا نہ سکیں	میرے دلمیں سمادیا کس نے	ڈھونڈھنے نکلے آپ کو کھویا	مجھ کو اس میں گمادیا کس نے
ابر گریاں میں برق حسن دکھا	روتے روتے ہنسادیا کس نے	منھ تو عاشق سے پھیرا تو نے اسے	ہنستے ہنستے رلادیا کس نے
ہے نہ عالم میں وہ نہ عالم میں	شور اس کا مچادیا کس نے	نغمۂ سرمدی سناکے ہمیں	مست و بیخود بنادیا کس نے
شعلۂ رخ دکھاکے اپنا ہمیں	سر سے پا تک جلادیا کس نے	عشق معشوق عاشق اک کہکر	سر وحدت سجھادیا کس نے
میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا	شہرہ میرا اڑادیا کس نے	اول آخر عیاں نہاں ہوکر	حرف شرکت مٹادیا کس نے
شخص واحد ہے سیکڑوں میں نام	ایک کو سو بنادیا کس نے	ہنستے ہنستے جو دم میں رونے لگی	شمع تجھ کو جلادیا کس نے
	حسن لیلےٰ دکھاکے اے امداد	تجھکو مجنوں بنادیا کس نے	

غزلیات فارسی

اگرچہ بیخود و مستم ولے ہشیار میگردم	بباطن شاہ کونینم بظاہر خوار میگردم	مرا از طینت جاناں چو نور خور بغرض آں	بصورت زو جدا من گرچہ سایہ وار میگردم
چو دیدم روئے خویش را بہر جائے بہر رنگے	ازیں در بحر و بر در کوچہ و بازار میگردم	عجب بیخود و بد مستم کہ طرفہ ماجرا ایں است	کہ دلدارے ندارم پے دلدار میگردم
زچشمت مے بہ بیخوداں سید از لب دہتی قند	چو من با ایں ہمہ آنم ز حرماں خوار میگردم	چو شد منظور قتل من تغافل چیست اے قاتل	کہ سر بر کف کفن بر دوش گرد دار میگردم
۱۳ شراب شوق عالم را تو می طلبی و می بخشی	مگر محرم گرد خانۂ خمار میگردم	مرا نافع نخواہد شد نصیحت ناصحا ہرگز	کہ سودائیش بسر دارم نہ من بیکار میگردم
	بیا نور محمدؐ کن دل امداد را روشن	کہ عکس نور بیکیفم پئے انوار میگردم	

جواب خط شاہ سیّد علی احمد صاحب تخلص صلّ علےٰ احمد انبیٹھوی

چو آمد ساقئ مشکل کشا دشوار کار من	بیک جرعہ زمے بکشود عقد دلفگار من
صبا آورد چوں بوئے گل وصل نگار من	بر آمد بر ہوائے شوق ایں مشت غبار من
بحمد اللہ چہ راحت یافت جان بیقرار من	کہ آمد ناگہاں نامہ ز کوئے شہریار من
خبر آمد خط آمد قاصد آمد ہم پیام آمد	دلم حیراں کہ باشد بر کدامی جاں نثار من
بایں شکرانہ بر دیدہ نہادم پائے قاصد را	کہ از نامہ منوّر کرد چشم انتظار من
چو من منظور جذب اشتیاقم در جناب تو	بجرم دوستاں گوئید بس عزّ و وقار من
پس از مدّت بر آمد آرزوئے جان و دل یعنی	سحر گردید از مہر خطت شبہائے تار من
بُدے ذوق حیات من بسا تلخ از غم ہجراں	خوشا ایں طالع شیریں کہ گشتے غمگسار من
بدیدہ گریہ لب نالاں بجانم سوز تن لرزاں	ہمیں تسکین دل بودے ہمیں صبر و قرار من
ببین گریہ من خنداں و ہم در خندہ من گریاں	بہارا اندر خزاں بود و خزاں اندر بہار من
گہے گریاں و گہہ خنداں گہے حیراں گہے نالاں	بجز ایں شغل یک لحظہ نبودے روزگار من

نمیگردد بیانِ شوق وصل و شکوۂ ہجراں
غرض جز ذکر و فکر تو نبود ے ہیچ کارِ من
کہ آمد نامۂ خوش ناگہاں صلِّ علیٰ احمد
یکایک رفت غمہائے دلِ اندوہ گارِ من
ادائے شکرِ آں ساقی نہ گردد از زباں و دل
کہ از یک جرعہ زاں مے برد کل رنج و خمارِ من
بیاد خود نگہدارش ز مشغولی غیرِ حق
باحسانیکہ یادم کرد اے پروردگارِ من
ز لطف چشم آں دارم کہ دایم ہمچنیں جاری
بماند در دولت یادِ دلِ امیدوارِ من
کنم تحریر اے امداد تا کے شوقِ وصل او
رسد اے کاش جائے نامہ آں نامی نگارِ من

غزل شوقیہ ارکان حج

رفتم چو بمکہ ہوس کوئے تو کردم
دیدم رخِ کعبہ دگر روئے تو کردم
چوں حلقہ در کعبہ بصد عجز گرفتم
در گردنِ خود سلسلۂ گیسوئے تو کردم
در سعی و طواف و بہ حطیم و بمقامے
ہر سمت تمنائے رخِ نیکوئے تو کردم
در عرصۂ عرفات بپا حشر نمودم
چوں یاد من آں قامت دلجوئے تو کردم
محرابِ حرم گرچہ بہ پیشِ نظرم شد
من سجدہ ولے در خمِ ابروئے تو کردم
سر میدہد عالم پے بوسہ حجر اسود
من میل بخال سیہ ہندوئے تو کردم
لبیک و دعا خواں ہمہ مخلوق بعرفات
چوں قبلہ نما من دل خود سوئے تو کردم
قربانی حیواں بمنیٰ میکند عالم
قرباں سر خود من بسر موئے تو کردم

عرضی عبد اللہ مسکین در مدح شریف عبد اللہ بن عون بصنعت توشیح

شاد باش اے شاہ اقلیمِ عرب
رحمتِ حق بر تو بادا روز و شب
عونِ حق با تو بود اے ابنِ عون
باد خوش از تو غذائے ہر دو کون
لنگرِ انعامت اے شاہ کرم
ہست جاری دائما بر ہر امم
نیست فوتش شد کنوں محتاج سخت
عین رحمت برکشا اے نیک بخت
نام ممدوحت چو خواہی اے امیر
یا الٰہی دار سایش را دراز
فیض بخشش بر سرِ اہلِ حجاز
دوستت خوش دشمنت برباد باد
اہلِ حرمین از تو بس دل شاد باد
ایں دعاگو ہم ز خوانِ عام تو
بود نعمت خوار از انعام تو
در دما کن جاری دہ لقمہ مرا
نعمتِ دارین بخشد حق ترا
حرف اول از سرِ ہر مصرع گیر

شجرۂ قادریہ قمیصیہ منظومہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمامی حمد اے محبوبِ مطلق
بذاتِ تو سزاوار است و لایق
خداوندا بحق ذات پاکت
پذیرا کن مناجاتم برحمت
بآنکہ اسمہٗ احمد محمدؐ
امامِ انبیا سلطان سرمد
بحقِ مرتضیٰ شاہِ ولایت
خداوندا نما راہِ ہدایت
پس از حمد و ثنا صلوات بیحد
بدرگاہِ تو بندہ عرض وارد
خداوندا بحق شاہ لولاک
مرا کن از غمِ دنیا و دیں پاک
عطا فرما طریقت با شریعت
دلم روشن کن از نورِ حقیقت
بحقِ شیخ حسن بصری الٰہی
ز سرِّ خویش کن آگہ کماہی

بحقِ شیخ حبیب عجمی شہِ دیں
دعا را بفضلِ خویش گزیں
بحق حضرتِ داؤد طائی
مرا از قیدِ ہستی دہ رہائی
بحق خواجۂ معروف کرخی
مرا محفوظ دار از شرّ چرخی
خداوند بحق سرّی سقطی
ثباتم دہ براہِ نیک بختی
بحق شہ جنید آں شیخ بغداد
ز قیدِ دو جہاں مارا کن آزاد
بحق خواجۂ بوبکر شبلی
بکن بر عاشقانِ خود تجلّی
بحق عبدِ واحد بوالفضل شاہ
خداوندا کن از اسرار آگاہ
بحق بوالفرح آں شاہ طرطوس
مکن مارا ز رحمتِ خویش مایوس
بحق بوالحسن ہنکاری باحق
بہ تیغِ عشق خود کن سینہ ام شق
بحق بوسعید آں شاہ بوالخیر
بکن محو از دلِ من الفتِ غیر
خداوند بحق شاہِ جیلاں
محی الدین غوثِ قطبِ دوراں
بکن خالی مرا از ہر خیالے
ولیکن آنکہ زو پیدا ست حالے
بتاج الدین شاہِ عبدرزاق
بدہ چالاکیم در راہِ عشاق
بحق شاہ زین الدین والا
مزیّن کن مرا از دین و تقویٰ
بحق شیخ یحییٰ زاہدِ حق
مشرف ساز از دیدار مطلق
خداوندا بحق شاہ موسیٰ
بمانم بر درت دائم جبیں سا
بآں عبدالوہابِ بحرِ ثانی
مرا کن غرق در موجِ معانی
بہ عبدالقادر راسی الٰہا
بملکِ معرفت کن شاد مارا
بحقِ احمدِ قدسی عاقل
نشانِ ماسوا مگذار در دل
بحق شاہ مولانائے مغرب
بگرداں مدفنم در خاکِ یثرب
بحق شاہ عبدالحق عالی
دلم را کن ز حُبِّ غیر خالی
خداوندا بحق شاہ الیاس
پناہ خواہم بتو از شرّ خناس
بحق حضرت قمیص الاعظم
بکن بہ چشم راہِ عشق باہم
بحق بو محمد شاہ محمد
عطا فرما مرا عرفان بے حد
بحق شاہ محمد غوث ثانی
مدہ دردِ غم و سوزِ نہانی
بحق شاہ عبدالحق کامل
جمالِ خویش چشمم ساز شامل
بحق شاہ سیّد عبدرزاق
بوصلِ خویش مارا دار مشتاق
خداوندا بحق رحم علی شاہ
باسرارِ لدنی ساز آگاہ
بشیخ عبدالرحیم آں شاہ شہدا
شہیدم کن بہ تیغ عشق شاہا
بحق حضرتِ نورِ محمد
منور کن دلم از نورِ بیحد
خداوندا بحق جملہ پیراں
مرا ہم در طریقِ شاں بمیراں
بحق آل و ازواج و صحاب
بجملہ اولیا ابدال و اقطاب
بغوث و فرد و ابرار و اوتاد
بعشاق و لعباد و زہّاد
ز دستِ نفسِ کافر کیش خونخوار
الٰہ العالمین مارا نگہدار
بخود مشغول دار اندر حیاتم
اگر میرم بدہ یارب نجاتم
بعصیاں میشوم برباد اللہ
بیا و جلد کن امداد اللہ
خداوندا بایں پیرانِ عظام
بوقتِ مرگ کن بالخیر انجام
ہر آں شخصے کہ ایں شجرہ بخواند
مرا ہم از دعائے یاد آرد

رباعے

ہے برا اچھا جو سمجھے آپ کو
اور بالا سب پہ کھینچے آپ کو
مردمِ دیدہ سے سیکھ امداد تو
سب کو دیکھے اور نہ دیکھے آپ کو

عیدی

عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو
انبساطِ عید دیدن روئے تو
صد ہلالِ عید قربانت کنم
اے ہلالِ عید ما ابروئے تو

تمت

رسالہ دربیان وحدۃ الوجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از فقیر حقیر امداد اللہ فاروقی چشتی صابری عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بعد حمد و صلوٰۃ وافیات و بتقدیم سلام و تحیات مودت سمات بخدمت مکرم و معظم درویشاں و قدوۂ ایشاں حقایق آگاہی معارف دستگاہی جناب مولوی محمد عبدالعزیز صاحب چشتی صابری زاد اللہ تعالیٰ مجدہٗ مبرہن و مکشوف باد معاوضۂ سامی بمضمون عجیب باشارات غریب موصول شدہ ممنون یاد آوری ہا فرمود بلحاظ ہم مشربی و ہم طریقی دربارۂ مسئلہ وحدۃ الوجود ما ینعلق بہا استدراکی شدہ است و بطلب جوابش مبالغہ رفتہ مخدوما فقیر ایں لیاقت کجا دارد خود را در زمرۂ عارفین حقایق شناس کجا می شمارد کہ متصدی چنیں امر خطیرہ گردد۔ اما از انجا کہ جناب بکمال جوشش و کوشش جواب طلب فرمودہ اند و پیا پہا گفتہ فرستادہ لاعلاجاً امتثالاً للامر قلم برداشت و ہر چہ حق ست در فہم رسید از رطب و یابس نگاشت واللہ الموفق والمعین رجا می بدارم کہ اگر سہوی و خطای و یابند بپوشند بلکہ باصلاح آں کوشند کہ منت خواہد بود۔ چرا کہ فقیر ہیچمداں را جز منصب ترجمانی ہیچ نیست۔

آغاز

فقرہ ماخوذ مکتوب بطریق انتخاب مضامین آں سوال اول مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم معتقدان وحدۃ الوجود و وحدۃ الوجود را ملحد و زندیق میگفتند مرید و شاگرد شاں مولوی احمد حسن صاحب نیز ہمچناں میگویند و اقوال ضیاء القلوب را ماؤل میدانند تاویل واں آن جز خود دیگرے را نمی شمارند و مولوی رشید احمد مولوی محمد یعقوب صاحب نیز ہمیں مسلک بودہ اند باوجود آنکہ اجازت از تو گرفتہ اند و مشرب اہل چشت میدارند خلاف مشائخ چشت سخناں می گویند

جواب

نکتہ شناسا مسئلہ وحدۃ الوجود حق و صحیح ست دریں مسئلہ شکے و شبہے نیست معتقد فقیر و ہمہ مشائخ

فقیر و معتقد کسانیکہ با فقیر بیعت کردہ و تعلق میدارند، ہمچنیں ست مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم و مولوی رشید احمد
صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی احمد حسن صاحب و غیرہم از عزیزاں ایں فقیر اند و تعلق با فقیر میدارند
ہیچگاہ خلاف اعتقادات فقیر و خلاف مشرب مشائخ طریق خود مسلکی نخواہند پذیرفت مگر باعتماد کیفیتے است قلبی کہ بندہ را از
کمال علم و یقین صدق بر امری در دل مستحکم گردد ایں را در عرف شرع شریف تصدیق قلبی کافی ست ایں مسئلہ وحدۃ الوجود
چناں نیست بلکہ در ینجا نہ تصدیق قلبی و تیقّن وکفِّ لسان واجب ست چراکہ اسلام شرعی تعلق با خدا و با خلق میدارد
اسلام حقیقی محض تعلق با خدا دارد و آنجا تصدیق باقرار ضرور ست اینجا فقط تصدیق باید۔ سوائے آں در استفسار
ایں مسئلہ فائدہ ہمیں کہ اسباب ثبوت ایں مسئلہ بسیار نازک و نہایت دقیق فہم عوام بلکہ فہم علماءِ ظاہر کہ از اصطلاح عُرفا
عاری اند قوت درک آں نمی دارد چہ علماء بلکہ صوفیائیکہ ہنوز سلوک خود تمام ناکردہ باشند و از مقام نفس گذشتہ بمرتبہ قلب
نارسیدہ از ایں مسئلہ ضرری یابند و از مکر نفس و تزلزل و لغزش پا در چاہ اباحت و قعرِ ضلالت سرنگوں می افتند بلکہ گروہ ہا
افتادہ اند کما شہدناہم نعوذ باللہ من ذلک جناب ہم نیکو میدانند کہ ایں مسئلہ خاصیت عجیب می دارد ع
بعض را ہادی و بعض را مضل ہر چند نعمت خوشگوار است اصحا را ازاں لذت حلاوت حاصل مرضیٰ را تلخ و ناگوار و در حق
شاں او زہر قاتل برای ہمیں فرمودہ من صَرَّحَ اَسْرَارُ الرُّبُوبِيَّةِ فَقَدْ كَفَرَ استتار آں لازم افشای آں ناجواز اوّل ۲
کسیکہ در ایں مسئلہ خوض فرمود شیخ محی الدین ابنِ عربی ست قدس سرہٗ اجتہاد او در ایں مسئلہ و اثبات آں ببراہین واضحہ بر
گردن جمیع موحداں تا قیام قیامت منت نہاد لطف اینجا است کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس اللّٰہ
سرہٗ ہمعصر و ہم بلد او بود مردماں حال شیخ اکبر از وے پرسیدند گفت "فہو زندیق" مردماں از صحبت او احتراز می کردند چوں وفات
یافت از شیخ الشیوخ حال آخرت او پرسیدند فرمود مات قطب الوقت مَن کانَ وَلِیَّ اللّٰہِ ہمہ مردماں تعجب
کردند پرسیدند کہ چرا او را زندیق گفتے مارا از استفادہ محروم داشتی گفت او ولی و واصل بحق بود امّا جذبہ قوی
داشت ہر چند مقرب بارگاہ بود لاکن قابل اتباع نبود و در زمان اخیر مجذوب شدہ بود زبان او در افشای
اسرار بے اختیار شدہ اگر شما در صحبت او میرسیدید گمراہ می شدید چراکہ از غلبۂ حال سخناں کہ می گفت در فہم
شما نمی آمد و عوام را زیاں دارد اگر دانید بر شما منّت نہادم پس اینجا غور باید فرمودہ کہ مردماں را چہ می رسد
کہ باکس و ناکس بازار مسئلہ وحدۃ الوجود گرم داریم و عوام را کہ جزوی از ایمان تقلیدی میدارند از آں ہم بی نصیب
سازیم در اینجا گفتگوے حاصل است دقت خود اعتقاد عوام ضائع کردن ست معارف آگاہ ہا برائے ہمیں احتیاط
احباب فقیر مثل فقیر زباں از ایں قبیل و قال بستہ میدارند و احتراز میکنند سائلاں را اشارت بتاویلات می نمایند
تا انکار آں مسئلہ نگردد بسیار مردم بد نہادیں ایں مسئلہ سرِ بشیخی برداشتہ مجلسہا می آرایند خود گمراہ شدہ گروہ مسلماناں را
گمراہ می سازند چنانچہ مشاہدہ می افتد پس از ایں قیل و قال چہ فائدہ اگر بیاید مردماں را بطلب حق و ترک تعلق دنیا و

وکثرت ذکر و فکر تحریص باید فرمود و دراں باید کوشید پوس ازیں سلوک تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب حاصل گردید خود ضرورت آں قسم مراقبہ کہ در ضیاء القلوب مرقوم شدہ پیش می آید خدا خود رہبری میکند وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا غرض از ہدایت کردن سبیل تجلّی ذاتی ست بر قلب سالک تا حقیقت مسئلہ وحدۃ الوجود منکشف گردد۔ ایں راز رفتنی ست گفتنی نیست از گفتن تا دانستن تا دیدن و شدن فرق بسیار ست خدائے تعالےٰ ما و احباب ما را شما و احباب شما را دریں راہ از ذلّتِ پا نگہدارد۔ پیر و شیخ اکبر حضرت جامی قدس اللہ سرہٗ السامی میگوید

قطعہ از ساحت دل غبار کثرت رُفتن ۔ خوشتر کہ بہرزہ دُرِ وحدت سُفتن ۔ مغرور سخن مشو کہ توحید خدائے واحد دیدن بود نہ واحد گفتن۔

اگر از راہ انصاف نگذاریم و بتعمق نظر در حقیقت ایں مسئلہ نگریم جز حیرت در حیرت برون فنا در فنا ہیچ بدست نمی آید چہ خاک بوییم کہ چنیں ست و چناں ست ع آں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد ناطقہ در تشریح ایں اسرار وجدانی لال ست مثل نابینائی مادر زاد کہ در خواب رنگہا و چیز ہائے عجیب می بیند با مرداں چہ تواں گفت کہ چنیں بود یا چناں بود چرا کہ در محسوسات چیزے ندیدہ است کہ بداں مشابہ کند و فہماند اگر احیاناً گوید و فہماند واقعی نگفتہ باشد واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

فقرہ ۲ دوٗ بطریق انتخاب از مضامین مکتوب ۳

سوال ۲۔ حالانکہ در ضیاء القلوب بورزش لا موجود الا اللہ و مراقبہ ہمہ اوست بتصریح تاکید است و ہم در مراقبہ ہمہ اوست ملاحظۂ معنیٰ لازم گفتہ پس ایں مراقبہ بلا لحاظ عینیت و اتحاد صورت نبندد و نیز جائے دیگر ضیاء القلوب درج ست تا وقتیکہ فرق در ظاہر و مظہر پیش نظر سالک ست بوئے شرک باقی است ازیں مضمون معلوم شد کہ در عابد و معبود فرق کردن شرک است۔ جواب ۲۔ شک نیست کہ فقیر ایں ہمہ در ضیاء القلوب نوشتہ است اگر گویند کہ ہرچہ گفتہ نمی شود چگونہ نوشتہ شد گویم اکابر دین مکشوفات خود را بہ تمثیلات محسوسات تعبیری کنند تا طالب صادق را فہمانند نہ آنکہ کما ہٗ گفتہ باشند مثلاً اگر نابینا در خواب ماری بیند و در بیان آں عاجز آید گوید کہ مثل ساعد من بود و دراں حال بدست او اگر رسن دہند و گویند کہ آیا چنیں بود گوید ہاں چنیں بود اینست تفہیم بہ تمثیلات ازیں قبیل است تحریرات پیشینان برائے آگاہی پس آیندگان تا افاضہ برقرار ماند و وقت حاجت رفع شکوک گردد و اسرار یکہ سینہ بسینہ می آمد حوالہ القلم کردن مناسب دانستند در راہ حقیقت کشادہ دانستند و گفتند ما آں کسانیم کہ نااہل را در کتاب ما نظر کردن حرام است حقیقت حال اینست فقیر ہم بتقلید ایشاں قول ایشاں را ترجمانی کردہ است با وجود آنجناب استفسار می فرمانید و انکشاف چگونگی آں می خواہند لاعلاجاً امتثالاً للامر بلیذی ایضاح آں ضروری افتاد تا خاطر نشین آں حقایق شناس گردد و اطمینان دست در اتردد نمائید خلاصہ اش اینکہ۔ از بیان ماسبق مبرہن گردید کہ در اصل مسئلہ مذکور حق و بالیقین ست صدق

آں انگاہ معلوم گردد کہ طالب از محنت دو ذکرہا و ممارست استغراق وترک خطرات ماہر از خودی خود دور شود چوں از خیال خود گذشت ہیچ شئے در نظر او وخیال او نماند ہمہ ہستی حق معائنہ کند و قتیکہ از نظر سالک تعینات و ہستیہا سوا مرتفع گردید جز خدا ہیچ نہ بیند و بیخبر گردد بلکہ شعور ایں معنی ہم مرتفع شود ہر چہ بیند خدا بیند ہمہ او گفتن چہ معنی انا گوید

ایں مرتبہ را فنا در فنا گویند ایں گفتہا راز نی نباید فہمید بلکہ نائی میگوید مولانا قدس سرہٗ است ؎

نی کہ ہر دم نغمہ آرائی می کند ؛؛ فی الحقیقت از دم نائی کند ؛؛ بے فنائی خویش وبے جذب قوی ؛؛ کی حریم وصل را محرم شوی

ایضاً عاشقی گفتہ تو مباش اصلا کمال اینست وبس ؛؛ تو دراں گم شو وصال اینست وبس۔ ازایں وقت خود خبر دار سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واز خواص امت وی گفت بایزید بسطامی سبحانی ما اعظم شانی منصور حلاج انا الحق ایں ہمہ ازایں ہمہ باب است باوجود ایں ہمہ غریب اعتباری کہ اصطلاحی ست ازمیان عبد ورب مرتفع نہ شد ہر چند در حالت فنای شعور در نظر سالک نماندہ باشد زیراکہ چوں از بے شعورے باز بشعور درآمد دانست کہ من از خود بیخبر شدہ بودم مثل آں آہن پارہ کہ در آتش سرخ شدہ نعرہ زد کہ من آتشم انکار ایں قول وے کردہ نمی شود اما واقعی آتش نشدہ است ایں حالتی ست بر پارہ آہن عارض شدہ دگرنہ آہن آہن ست آتش آتش ایں ست سمکار حقیقت وحدۃ الوجود دریں جا کیفیت عینیت وغیریت اند کہ دانستن از واجبات ست تا آنکہ ازایں آگاہی نہ باشد کیفیت وحدۃ الوجود مفہوم نگردد در ورزش مراقبۂ ہمہ اوست و ملاحظہ عینیت صورت نمی بندد کسانیکہ بمجرد خوض در مسئلہ وحدۃ الوجود در زندقہ افتادہ اند از نادانستن مسئلہ عینیت وغیریت بودہ است ہر کہ اول بیش دو امر بہ تحقیق دانست دانستن ہم مسائل برادآسان گردد اگرچہ تحقیق ایں مسئلہ عینیت وغیریت متعلق ست بدانستن تنزلات ستہ اما فقیر باطنات آں ہمہ پرداختن نمی تواند مختصری نگارد وآں انیکہ در عبد ورب عینیت وغیریت ہر دو ثابت ومتحقق ست آں بوجہی وایں بوجہی اگر در بادی النظر اجتماع ضدین در شخص واحد محال مینماید الضدان لا یجتمعان صحیح ست اما ایں دو ضد لغوی ست ضد اصطلاحی جمع میشود برای ہمین ست کہ محققین را جامع الاضداد می گویند کہ اصطلاح صوفیان دیگری باشد مثل آنکہ نور وظلمت ضد لغوی ست ایں ضد در یکجا در یک وقت جمع نمیشود زیراکہ معنی ایں دو لفظ بر وضع خود قائم ست اگر بر وضع خود قائم نباشد اجماع آں جائز ست مثل آں سایہ را اگر ظلمت گویند مجازاً از روئے استعارہ بیتواند شد وایں سایہ راکہ ظلمت نام نہادہ شد با نور در یک جا و در یک وقت جمع میشود زیراکہ سایہ ظلمت اصطلاحی بود پس ازیں تمہید معلوم شد کہ در عبد ورب عینیت حقیقی لغوی نیست وہم غیریت حقیقی لغوی نیست۔ اجتماع ایں ہر دو ضد در شئی واحد محال ست کہ پس ضد کہ در علم معقولات ممنوع واقع شدہ آں بمعنی لغوی ست نہ اصطلاحی ایں قوم محققین ازیں جہت جامع الاضداد اند کہ دو ضد را جمع نمی کنند آں دو ضد

۴

بمعنی لغوی نیست زیراکہ اجتماع ضدین لغوی نزد ایشاں ہم محال ولا یجوز ست بمثال دیگر تفہیم اینکہ اگر شخصے گرداگرد
خود آئینہ ہا گذارد در ہر آئینہ بذات خود وصفات خود کا نہ نمودار شود نمودار ی صفات آنست کہ ہر حرکت وسکون
وہر ہیات شادمانی وغمگینی وخندہ وگریہ شخص در عکس ہویدا میشود ازینجہت شخص عین عکس ست عینیت حقیقی اصطلاحی
است اگر لغوی بودی ہر کیفیتے کہ بر عکس گذرد بر شخص گذشتن واجب گشتی چراکہ عکس در ہزارہا آئینہ ست ایں کثرت در وحدت
شخص فرقی نمی آرد اگر بر آئینہ و بر عکس سنگ زنند یا نجاستی اندازند شخص ازاں متضرر ونجس نمیشود بحال خود ست وازیں
نقصانات منزہ ومبرا است ازیں در غیریت حقیقی اصطلاحی بہ ثبوت میرسد پس در شخص وعکس عینیت وغیریت ہر دو مستحقق
شد بدانکہ در عبد ورب عینیت حقیقی لغوی ہر کہ اعتقاد دارد وغیریت بجمیع وجوہ انکار کند ملحد وزندیق ست ازیں عقیدہ در عابد
ومعبود وساجد مسجود ہیچگونہ فرقے نمی ماند ایں غیر واقع ست نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اگر محض غیریت حقیقی لغوی در خالق
ومخلوق اعتبار کنند وہیچ نسبت وتعلق عینیت در عبد ورب جز نسبت خالقی ومخلوقی ثابت نہ نمایند مثل نسبت کلال
با ظروف اگر کلال بمیرد ظروف ساختہ او بجائے خود ماند ایں بسبب غیریت لغوی ست در ظروف وکلال ایں قسم غیریت در
عبد ورب باقی نیست بدیں غیریت کہ قائل اند علماء ظاہر ومتکلمین اند غافل از اصطلاح موحدین شدہ می ترسند کہ عبد
ورب یک میشود نمیدانند کہ موجب اصطلاح محققین وعکس وشخص با وجود ثبوت ہر دو جہت گاہے این آں نشد وآں
این نگردید عکس عکس ست شخص شخص عکس مخلوق وحادث وناقص ست وشخص قدیم وباقی وکامل پس اینست حقیقت این مقدمہ ۵
بیت جامیؒ ؎ ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد ٭ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ومصداق مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان
ہمیں بحرین حدوث وقدم ست نیز اینجا یک تمثیل لطیف یاد آمد اعنی بندہ قبل وجود خود باطن خدا بود وخدا ظاہر بندہ کُنْتُ
کنزاً مخفیاً بریں معنی گواہ ست حقایق کونیہ کہ نتائج علم الٰہی اند در ذات مطلق مندمج ومخفی بودند وذات بر خود ظاہر بود چوں
ذات خوداست کہ ظہور خود بر نہج دیگر شود اعیان وبلباس قابلیات شان بجلوہ تجلی خود ظاہر فرمود خود از شدت ظہور خود
از چشم بصیر ایشاں مخفی گردید مثل تخم کہ شجر با تمام شاخ وبرگ وگل وثمر دراں پوشیدہ بود گویا تخم بالفعل بود وشجر بالقوہ
چوں تخم باطن خود را ظاہر نمود وجود خود پنہاں گردید ہر کہ بیند شجر می بیند تخم بنظر نمی آید اگر بغور بینی تخم بلباس
شجر ظہور فرمودہ تخم بالقوہ شد شجر بالفعل شد ہر چند از وجہی تخم وشجر یک ست جدائی نیست عینیت یافتہ
می شود اما دلائل غیریت وجدائی نیز درو پیدا وواقعی است حفظ مراتب ضرورت زیراکہ صورت وشکل
تاثیر وخواص تخم دیگر واجزائے شجر دیگر ست وجوہات غیریت ہم کثیر ست مرد صاحب فطانت انکار آں نخواہد کرد
از روئے عینیت تخم وشجر اگرچہ واحد ست ایں وحدت اعتباری واصطلاحی ست درینجا اوّل ست نہ اتحاد معنی
بالفعل وبالقوہ شراکت دارد پس ہرچہ بالفعل بود بالقوہ شدہ وآنچہ بالقوہ بود بالفعل گردید فَهِمَ مَنْ فَهِمَ جَلَّ
حِکْمَتُہٗ وَعَظُمَتْ شَانُہٗ بیت تراز دوست بگویم حکایتے بے پوست ٭ ہمہ ازوست اگر نیک بنگری ہمہ اوست

فائدہ ۶۔ چوں نسبت دوجہت درعبد ورب ثابت ومتحقق گردید لازم آمد کہ برائی ارتقاء ازمرتبہ پست ترین نزول وحصول
وقرب ووصال ورسیدن بدرجۂ عبدیت حقیقی کارہا ضرور افتادوآں مجاہدہ ومراقبہ است وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ عبادت کردن اعنی عبد شدن ست درحقیقت عبداللہ حقیقی خاتم المرسلین محمد مصطفٰی
صلی اللہ علیہ وسلم ست عبد شدن دشوار است تا از وہم الوہیت خود تماما وکمالاً نگذرد بدیں مرتبہ نرسد بنا براں
مجاہدہ درریاضیات وترک تعلق دنیا وحرص نفس وترک توہم ماسوا واجب گردید تاذکر فکر بدرستی وراستی بظہور
رسد چوں اول بصقلہ ذکر نفس مطیع وقلب صافی شود ذوق وشوق روبترقی آرد دل ازخطرات بایسند وقت مراقبہ
لاموجود الا اللہ درآمد چوں دریں مراقبہ ازہمہ اوست اغماض نظر کردہ ہمہ اوست راپیش نظر دارد دریں ،
استغراق فیض باطنی وجذبۂ غیبی مددمیفرماید ازہرچہ جزاوست بے خبر گردد شعور ایں بی خبری ہم نمی ماند نبیند ہرچہ بیند
داند ہرچہ داند گوید ہرچہ گوید معذورست۔ اینست وحدۃ الوجود ووحدۃ الوجود مثل آہن پارہ کہ درآتش رنگ آتش
گرفتہ لغرۂ انا النار زد وآنکہ بانقلاب حقیقت آتش شدہ ایں ازحال تعلق داردنہ ازقال مقام غورست اعنی در
حالتیکہ آہن پارہ خودرا حوالۂ آتش کردہ ازخیال آہن پارگی خود گذشتہ منتظر آنست کہ آتش برخود مستولی گردد
ورنگ خود بخشد دریں تصور اگر خیال دیگر گذرد درحق دے شرک ست کہ مانع مقصود وقاطع الطریق اوست
اینست معنی آنکہ درضیاء القلوب بملاحظۂ سامی درآمدہ کہ درمراقبہ وہمہ اوست تاوقتیکہ فرق درظاہر ومظہر پیش نظر سالک ۷
ست بوئی شرک باقی ست وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا گرامی قدرا ازفقیر بےمہا باطول لسانی کردچہ کند کہ
بدون آں سخن تمام نمی شود ہرچند ازیں تحریر خود نادم می شوم اما شادم کہ بہر تقدیر جواب رقائم متعددۂ جناب ادا
گردید اگر پسند خاطر ومنظور والا گردد بندۂ ضعیف را بدعائی خیر خاتمہ یاد دارند ورنہ باز فقیر را نیاز ارند واسلام
وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ؏

دریں مشہد بگویائی مزن دم
سخن راختم کن واللہ اعلم

محررۂ ۲۱۔ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ درمقام خیر البلاد مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا وتعظیمہا

تمت

نوٹ مختصر احوال وصال عاشق ذوالجلال والجمال حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ

حضرت حاجی صاحب کی کچھ عمر زائد نہ تھی کل چوراسی ۸۴ سال تین ۳ مہینے بیس ۲۰ روز کا سن شریف تھا مگر کچھ خلقۃً ضعیف خفیف اللحم تھے اس پر مجاہدات وریاضات وتقلیل طعام ومنام پھر ہجوم خواص وعوام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخواں تک کو گھلا دیتا ہے ان اسباب سے آخر میں اس قدر

ضعیف ہو گئے تھے کہ کروٹ بدلنا دشوار تھا کھانا پینا بار تھا مگر دل عشق منزل ہر وقت نشۂ لقا میں سرشار تھا اسی میں اسہال شروع ہو گیا مگر نظافت و لطافت و استقلال و استقامت و شفقت بحال و تربیت طالبانِ خدا میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا آخر کار ضعف زیادہ ہو گیا حتّٰی کہ بارہ یا تیرہ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ روز چہار شنبہ وقت اذانِ صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلّٰی (مقبرہ اہلِ مکہ) میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحبؒ مہاجر کے رکھے گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ واِنّا اِلیہ راجعونُ۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا شخص کامل مکمل کسی نے کم دیکھا ہو گا۔ اللہم ارفع درجتہ فی اعلیٰ علیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین اللہم لاتحرمنا اجرہٗ ولا تفتنا بعدہٗ آمین یا رب العالمین۔ حقیر نے ایک مختصر مادۂ تاریخیہ کہا ہے حیٌّ وَخَلَ الخُلدَ کہ قول اولیا اللہ لا یموتون سے مستنبط ہے۔ حضرت صاحب کے ایک خلیفہ عالم رویا میں مشرف بہ زیارت ہوئے اس طرح کہ کوئی مقام نہایت بلند مثل ٹیلہ کے ہے اسپہ ایک سفید خیمہ کھڑا ہے جسمیں حضرت رضی اللہ عنہ رونق افروز ہیں اور خطاب کر کے فرماتے ہیں ؎

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی ؛ نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

سبحان اللہ اس خواب میں حضرت رضی اللہ عنہ کے علو مقام و قرب تام پر کئی وجہ سے دلالت
ہے اوّل مقام کا بلند ہونا کہ مطابق آیہ و رفعناہ مکانا علیاً و حدیث کثبان مسک کے رفعت مرتبہ کی طرف ۸
اشارہ ہے ۲ دوم خیمہ میں ہونا جو حسب آیۃ مقصورات فی الخیام نعیم جنت سے ہے۔ ۳ سوم خیمہ کا سفید ہونا کہ احب الالوان
البیاض او نحوہٗ وارد ہے و نیز لباس سفید موافق حدیث صحیح ورقہ کے علامت جنتی ہونے کی ہے ۴ چہارم تعلیم و
تلقین فرمانا کہ اشارہ ہے طرف مقبولیت شان ارشاد حضرت رضی اللہ عنہ کے ۵ پنجم معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو
بدولت اس نیستی و نیستی کے جو خاص مشرف و مذاق حضرت کا تھا جیسا کہ اہل مشاہدہ پر مخفی نہیں بڑی دولتیں
ملی ہیں اسی لئے اِس طرف مخاطب کو متوجہ فرمایا۔ ۶ ششم مثنوی شریف کے مضامین میں (کہ حسب قول اہلِ
حقیقت کے معنی کلام حق ہے) آپ کی روحِ مطہر کا مستغرق و مشغول ہونا دلیل مناسبت روحانی مولوی
معنویؒ ہے اور حسب آیۂ مع الذین انعم اللہ علیہم الخ دلیل قرب الٰہی ہے۔ ہفتم حضرت رضی اللہ عنہ
کی شفقت و توجہ اپنے خدام کی طرف کہ موقوف ہے حصول اطمینان و سکون پر جس سے
ظہور مضمون لاتخافو و لاتحزنو کا بخوبی ہوتا ہے اور اس سے افاضۂ برزخیہ کی تائید بھی ہوتی
ہے جس کا محققین اثبات کرتے ہیں۔ ایسا ہی خواب رویائے صالحہ کہلاتا ہے جس کے باب
میں ارشاد نبوی ہے یراہا المسلم او تُری لہٗ والحمد للہ تعالےٰ علیٰ ذالک۔ ختم شد

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو عبادت کیلئے پیدا فرمایا اور اسی میں ان کی عزت وشرف ہے۔ عبادت مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے اور عبادت کا فائدہ مخلوق ہی کو پہنچتا ہے، عبادت اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب وہ رب کی وضع کردہ شریعت کے موافق ہو اور خالص اسی ذاتِ اقدس کیلئے ہو، ہر قسم کے شرک کے شائبہ سے بالکل پاک ہو، عبادت کے لئے ایک اہم عنصر صفائی وطہارت قلب ہے جب تک انسان علائق دنیا سے تعلق توڑ کر رب کی طرف مکمل توجہ نہیں کریگا عبادت کی تکمیل نہ ہوگی۔ تکمیلِ عبادت کے اسی زینے کا نام **تصوف** ہے۔ غرض تصوف اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ احکامِ شریعت پر بندے کے عمل کرنے کا ماحاصل ہے بشرطیکہ اس کا عمل علتوں اور نفس کی لذتوں سے پاک ہو۔

سید الطائفہ **حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ** کی ذات ایک ایسا چشمۂ فیض تھی جس سے نہ صرف برصغیر بلکہ دور دراز علاقوں کے مسلمان مستفید ہوتے تھے جنہوں نے اتباع سنت پر مبنی دین کی خالص اور بے غل وغش فہم کو عملی صورت میں مجسم کر کے دکھایا اور شریعت وطریقت کا حسین امتزاج اپنے قول وفعل اور تعلیم وتربیت کے ذریعے عام کیا۔

زیرِ نظر کتاب **"کلیاتِ امدادیہ"** حضرت اقدسؒ کی تصوف وسلوک، تزکیۂ نفس اور اصلاحِ اخلاق میں بے نظیر اور اس فن کی بنیادی اور مشہور دس کتابوں ضیاء القلوب، فیصلہ ہفت مسئلہ، نالۂ امداد غریب، ارشادِ مرشد، جہاد اکبر، مثنوی تحفۃ العشاق، غذائے روح، دردِ غمناک، گلزارِ معرفت، وحدۃ الوجود کا مجموعہ ہے۔

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk

کلیاتِ امدادیہ
DIU03813